

سودہ ترجمان القرآن
الہدایہ اعلام آزاد

انتساب

۶۶۶۶

دو دنوں میں جو کہ
میں نے لکھا ہے
وہی ہے جو کہ
میں نے لکھا ہے

غالباً ڈسمبر ۱۹۱۸ء کا واقعہ ہے کہ میں رانچی میں نظر بند تھا۔ شاؤ کی نماز
سے فارغ ہو کر مسجد سے نکلا تو مجھے محسوس ہوا، کوئی شخص پیچھے آرہا ہے۔ مڑ کے
دیکھا تو ایک شخص کھلے اور بے لڑائی تھا :

”آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں ؟“
”وہاں جناب، میں بہت دور سے آیا ہوں“
”کہاں سے ؟“

”سہارن پور سے“

”بیان کتب سنو ؟“

”آج شام کو پہنچا۔ میں بہت غریب آدمی ہوں۔ قندہار سے پیدل
چل کر کوئٹہ پہنچا۔ وہاں چند دن وطن سوداگر مل گئے تھے۔ انہوں نے اللہ نور
رکھ لیا اور آگرہ پہنچا دیا۔ آگرہ سے بیان تک پیدل چل کر آیا ہوں“
”افسوس، تم نے اتنی بھست کیوں برداشت کی ؟“

”اس لیے کہ آپ سے قرآن مجید کے بعض مقامات سمجھ لوں۔ میں نے السلال
اور ابلاغ کا ایک ایک حرف پڑھا ہے“

یہ شخص چند دنوں تک ٹہرا اور پھر بغیر کچھ کہنے کے واپس چلا گیا۔
وہ چلتے وقت اس لیے نہیں ملا کہ اُس سے اندیشہ تھا، میں دُش سے واپسی کے مصارف
کے لیے روپیہ دوگنا، اور وہ ہیں جانتا تھا کہ اس کا بار مجھ پر ڈالے گا۔
اُس نے یقیناً واپسی میں بھی سافٹ کا بڑا حصہ تبدیل طے کیا ہوگا۔

”مجھے اُس کا نام یاد نہیں۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ زندہ
ہے یا نہیں۔ لیکن اگر میرے حافظہ نے کوتاہی نہ کی ہو تو میں
یہ کہتا ہوں کہ اُس کے نام سے منسوب کرتا۔“

History of Islam

ہدایت

جن نغظوں پر لکیر کھینچ دی ہے وہ
جلی قلم سے نکلے جائیں گے۔

۵

-3-

زیادہ جلی

نہایت

تفسیر سورہ فاتحہ

ہدایت

تفسیر سورہ فاتحہ کی یہ نہایت جس صغی
پر ختم ہو جائے اس سے جوڑ دینا چاہیے
اور سورہ ~~ہود~~ بقدرہ کی نہایت
نئے صغی سے شروع کرنا چاہیے جیسا
سودہ میں کیا گیا ہے

وجود بارہ پر نظام ربوبیت سے لایا
(نظم ربوبیت سے توجہ کا استدلال)

۲۸ وجود بارہ پر قرآن کا استدلال

قرآن نظریات سے استدلال نہیں

کرتا بلکہ نظریات و جذبات کو ہی طبع کرتا ہے

۳۳ نظم ربوبیت سے توجہ دہی پر استدلال

نظم ربوبیت سے وحی و رسالت کی ضرورت

۳۴ پر استدلال

نظم ربوبیت سے عباد پر حاکم

۳۶ ضرورت پر استدلال

قرآن کا آلوب خطب براہ راست

۳۸ یقین کا ہے

۳۹ الرحمن الرحیم

۴۰ ہفت الرحمن اور الرحیم

رحمت

کائنات ہستی کی طرقت میں بنیاد

۴۱ تحسین اور فیضان و افادہ

قرآن کتنا ہے تعمیر اور تحسین

کائنات ہے

اگر ایک صاحب رحمت ہستی بنو دینے

تو کائنات ہستی میں جمال و زیبائش

کیون ہے؟

۴۲ افادہ و فیضانِ فطرت

۴۳ افادہ و فیضانِ فطرت کی عالمگیر

۴۴ اور خفاش عام

کائنات ہستی کی خراب و خورش

۴۵ بھی تعمیر و سکون کے لیے ہے

۴۶ جمالِ فطرت

۴۷ چہرہ وجود اور مشاطہ فطرت

۴۸ قمری دلیل کے نغمہ سنجیوں کی طرح زاغ و زغن

سورت کی اہمیت اور خصوصیات

سورہ فاتحہ میں دیں حق اور خدا پرستی کے

تمام مقاصد کا خلاصہ موجود ہے۔

الحمد لله

حمد

الله

رب العالمین

ربوبیت

نظم ربوبیت

فطرت کی تمام بخششیں ایک خاص

۱۳ اور ترتیب کے ساتھ ظہور میں آتی ہیں۔

۱۵ سامانِ پرورش کی عالمگیری

۱۷ نظم ربوبیت کی یکسانی اور ہم آہنگی

۱۸ پیدائش سے غذا کا اتمام اور اسکی

۱۹ درجہ بہ درجہ مناسبت

۲۰ بچے کی احتیاج پر پرورش اور محبتِ درو

۲۱ کی اگر مجبوشی

۲۲ احتیاج پر پرورش کی بے نیاز اور محبت کا تامل

۲۳ تربیتِ لغو

۲۴ مرتبہ تقدیر

۲۵ مرتبہ ہدایت

۲۶ ہدایت کے مراتب اربعہ میں سے وحدان

۲۷ اور ادراک کی ہدایت

۲۸ ربوبیت الہی کی ہدایت فرمائی۔

۲۹ برائین قرآنم کا جبر و استدلال

۳۰ دعوتِ تفکر

۳۱ تخلیق بالحق

۳۲ تخلیق بالباطل

۳۳ استدلال کی بیادیات

۳۴ برکاتِ ربوبیت

یہ نسخہ سادہ چھوڑ دیا جائے

- ۵۹ سب زیادہ دلکش اور محبوب ہو گئی ہے؟
- ۵۹ ناظر و اشیاء کا اختلاف و تنوع
- ۱۱ رات اور دن کا اختلاف -
- ۱۱ رات اور دن کے اوقات کی مختلف حالتیں
- ۶۰ ~~دن کی تاثیر اور تبدل و تجدید~~
- ۱۱ وجود حیوانی کے ~~تبدل و تجدید~~ اختلافات
- ۱۱ عالم نباتات کے اختلافات اور تنوع -
- ۱۱ عالم جمادات کا اختلاف اور تنوع
- ۶۱ اور تنوع -
- ۱۱ قانون "تزدیج" -
- ۱۱ مرد اور عورت کا جنسی اختلاف -
- ۶۲ "نپ" اور "صبر" کا رشتہ -
- ۱۱ "صلہ رحمی" اور خاندان و قبیلہ کے
- ۱۱ نظام کا قیام -
- ۶۳ عمران کی مختلف منزلیں -
- ۱۱ خواہشیں اور جذبے، زینت و تفاخر
- ۱۱ کے ولولے، مال و متاع کی محبت،
- ۱۱ آل اولاد کی گہرائیاں -
- ۶۴ اختلاف معیشت اور انہماک -
- ۱۱ برکتِ فضل و رحمت -
- ۱۱ ~~خیرات کا برکتِ فضل و رحمت~~
- ۱۱ قرآن کا اس حقیقت سے استدلال کہ
- ۱۱ دنیا میں ایک تعزیرہ نظام کے ماتحت رحمت
- ۱۱ و فضل کے نظر سے ہر موجود ہے -
- ۱۱ افادہ و فیضان، زینت و جمال، تزیین
- ۱۱ و اعتدال، تسوئہ و قوام اور خوبی
- ۱۱ و اتقان سے استدلال -
- ۱۱ برکتِ رحمت سے آخرت کی زندگی
- ۶۶ برکتِ استدلال -
- ۱۱ برکتِ رحمت سے دہی و تنزیل کی
- ۶۷ ضرورتِ استدلال -
- ۱۱ برکتِ رحمت سے اعمال ان کی
- ۶۸ معنوی قوانین پر استدلال -
- ۱۱ "حق" اور "باطل" -
- ۱۱ فطرتِ مادیات کی طرزِ معنویات میں
- ۶۹ کا شور و غوغا بھی اپنی مستحکم رکھا ہے -
- ۵۰ دنیا اپنے بننے کے لیے اس کی تمام نہ تھی کہ
- ۵۱ حسین بھی ہوئی، مگر حسین ہے -
- ۱۱ رحمت کا تغضائی تھا کہ دنیا میں حسن
- ۱۱ ~~و کمال و دل افروزی ہو~~ و جمال ہو -
- ۵۱ کائنات ہستی کا حسن و جمال فطرت کی
- ۵۱ سب زیادہ قیمتی بنائش ہے -
- ۵۱ رحمتِ الہی کی بنائشِ جمال اور ان کی
- ۵۱ کی ناسیسی -
- ۵۲ جمال معنوی
- ۵۳ اور آں و حواس اور جوہر عقل -
- ۵۴ بقا و انقح -
- ۱۱ تدریج و امثال -
- ۵۵ قوانینِ ہستی کا تدریجی عمل اور رحمتِ الہی
- ۵۵ کی سہولت بخشی -
- ۵۶ اصطلاح قرآنی میں بیل و سار
- ۵۶ کی "تکویر"
- ۱۱ جزا و سزا کا تاخیر و تأجل کا اور
- ۱۱ استمتاع -
- ۵۷ نین اگر تدریج و امثال سے فائدہ نہ
- ۱۱ اٹھایا جائے ~~تو پھر آخرت کا~~
- ۱۱ اور بلوغِ عمل کی آخری حد نمودار
- ۱۱ ہو جائے، تو پھر قوائینِ فطرت
- ۱۱ کے فیصلہ میں چشمِ زدن کی بھی تاخیر
- ۵۷ نہیں ہو سکتی -
- ۱۱ تکمیلِ حیات -
- ۱۱ رحمتِ الہی نے زندگی کے شقیوں کو
- ۱۱ لذت و راحت کا ذریعہ بنا دیا -
- ۵۸ زندگی کے انہماک اور سرگرمیوں میں زندگی
- ۱۱ کی سب بڑی دلچسپی پوشیدہ ہے
- ۱۱ حالاتِ تفاوت و اشغال مختلف
- ۱۱ اور اغراض متضاد میں ممکن معیشت
- ۱۱ کی سرگرمی ~~و دلچسپی~~ کے لیے ہیں -
- ۱۱ نیچے کی بیداری اور مردش حواس کے لیے
- ۱۱ سب بڑی جاننا ہی تھی کس طرح

بھی جھانسی رہتی ہے اور سان بھی بھاؤ
 انفع کا قانون نافذ ہے -
 "حق" کا خاصہ ثبوت اور تمام ہے اور
 "باطل" اسکی نفی ہے -
 قرآن کی اصطلاح میں اللہ کی شہادت
 جو حق و باطل کا فیصلہ کرتی ہے -
 تمام کائنات ہستی اس قانون پر قائم ہے
 اصطلاح قرآنی میں "ترتیب" اور "انتظام"
 قانون "قضاء بالحق" کا عمل و نفاذ بھی
 یہ تدبیر ہے اور اس کے لیے بھی
 "تقریباً" اور "تقریباً" کا لفظ ہے -
 "تقریباً" تا جیل ہے -
 تدبیر و تا جیل کی معیار بعض حالتوں
 میں رشتہ وسیع ہوتی ہے کہ ہم اپنی اوقاف
 شہاری کے قانون سے اس مآخذہ
 نہیں کر سکتے -
 اوقات شہری کا ایک جزو ہے
 ہونے کے لیے ہمارے
 ہیں و خدا کی رضا کا
 "تقریباً" اور "تقریباً" کے وقت و عمل کا
 ہونے اور ہمارے اوقات شہری
 کے ایک جزو ہے -
 "استعمال بالعداب"
 بیان زندگی و عمل کی تعلیم کے لیے ہے
 پس اس بات سے دہو کا نہیں کھانا چاہیے
 کہ ایک عمل صلیت یا رکعت ہے -
 چاہیے کہ نتیجہ کیا پیش آتا ہے ؟
 قرآن کی وہ تمام آیات جن میں ظلم و فساد
 کفر اور فسق کے لیے فلاح و کامرانی کی
 نئی کائی ہے -
 "تقریباً" اور "تقریباً" کا لفظ ہے -
 اصطلاح قرآنی میں "تقریباً" کا لفظ ہے -
 قانون "قضاء بالحق" اور جماعات
 وائیم -
 قانون "قضاء بالحق" کے اجتماعی

۶۴

۱۱

۷۲

۷۳

۷۴

۷۵

۷۶

۷۷

۷۸

۷۹

۸۰

۸۱

۸۲

۸۳

۸۴

۸۵

نفاذ میں بھی تدبیر و ایصال اور
 تا جیل ہے -
 انفرادی کے لیے کی معنوی جزاؤ
 سزا دیا سے تعلق نہیں رکھتی - عالم
 آخرت پر اٹھا رکھی گئی ہے - اور
 یہ بھی رحمت کی کار فرمائی ہے -
 "تقریباً" جزاؤ سزاؤ آخروی میں
 بھی تدبیر و ایصال کا قانون کام کر رہا ہے -
 اور "تقریباً" کا لفظ ہے -
 اس بارے میں قرآن کے بیان رحمت کی
 وسعت و فراوانی -
 اسلامی عقائد کا دینی تصور اور رحمت
 خدا اور اس کے بندوں کا رشتہ محبت
 کا رشتہ ہے - اور یہی بودیت کی
 "تقریباً" کے لیے بودیت کی
 ایمان باللہ کا نتیجہ اللہ کی محبت ہے -
 خدا کی محبت کی راہ اس کے بندوں کی
 محبت میں سے ہو کر گزرتی ہے -
 قرآن میں خدا کی کوئی صفت اس اثر
 سے نہیں دہرائی گئی - بعد صفت رحمت
 "تقریباً" اور بعض احادیث باب -
 قرآن اور صفات ان نیت کا تصور -
 حیوانیت اور ان نیت میں ماہ الاشیاء
 صفات الالہیہ کا تعلق ہے -
 احکام و شرائع اور قرآن نے یہ نہیں لیا
 کہ دشمنوں کو بیار کرو، لیکن
 کہا کہ دشمنوں کو بھی بخش دو -
 اس نے بدلے سے نہیں روکا لیکن غیب
 عفو و درگزر کا لفظ ہے -
 انجیل اور قرآن -
 حضرت یسوع علیہ السلام کی دعوت اور
 دنیا کی حقیقت فراوانی -
 "تقریباً" کلمہ جنوں اور معتقدوں
 دونوں کے اعراض کیا -

۷۵

۷۶

۷۷

۷۸

۷۹

۸۰

۸۱

۸۲

۸۳

۸۴

۸۵

۸۶

۸۷

۸۸

۸۹

۹۰

۹۱

۹۲

۹۳

۹۴

۹۵

۹۶

۹۷

۹۸

۹۹

۱۰۰

۱۰۱

۱۰۲

۱۰۳

۱۰۴

۱۰۵

حُفَّتِ مِثْلُجِ كَيْ تَعْلِمُ كَوْفُطِ رَنْ نِي كَيْ خَلَا
سَمْعًا اِنْ تَنْتَ صِدَاقَتِ سِے اِنْ تَارِ كَرْنَا اور
تَفْرِيقِ مِیْنِ اَرْسَلِ ے -

قرآن نے صحتِ مِثْلِجِ كَيْ بِیَامِ مَحَبَّتِ كَا تَرْفِ
كَيْ ے۔ كَوْنِ اِنْ دَعْوَتِ كَيْ مَلِیْنِ

فَصْرِیْقِ قَوْلِیَا ے
دَعْوَتِ مِثْلِجِ كَيْ حَقِیْقَتِ یَا ے
نَدِیَا كَيْ سِے اِنْ تَارِ كَرْنَا اور
كَيْ كَمْ ے اصلاحِ تَوْزِیْرِ دَعْوَتِ سِے

نِسْ كَلَمَ اللّٰہِ مَحَبَّتِ سِے سِدَا مَوَلِی ے - ۸۶
حُفَّتِ مِثْلِجِ كَيْ مَوَاعِظِ كَيْ مَجَازَاتِ كُو
تَشْرِیْعِ اَوْ حَقِیْقَتِ سَمِیْجِ لَبَا نَحْتِ غَلَطِ ے - ۸۷

مَحَبَّتِ مِثْلِجِ نَفْسِ تَشْرِیْعِ كَيْ مَجَازَاتِ
نَحْتِ كَلَمَ یَا حَقِیْقَتِ مَوَاضِیْعِ نَحْتِ جَا ے
اَعْمَالِ اِنْ اَنْ مِیْنِ اَصْلِ رَحْمِ وَ مَحَبَّتِ
ے - نہ کہ نفرت و انتقام -

سِرِّ دَانِ مَدَا عِبِ كَيْ اِنْ تَارِ غَلَطِ یَا ے
مَحَبَّتِ مِثْلِجِ نَفْسِ اَوْ رَعَالِ مِیْنِ اَمْتِیَارِ مِیْنِ
حُفَّتِ مِثْلِجِ كَيْ دَرْمُونِ مَحَلِ اِنْ اِنْ ے - ۸۸

طَلِبِ بَمَارِی سِے نَفَرَتِ دِلَا ے
مَرَكْ بَمَارِ سِے تَنْقِیْرِ اِنْ تَارِ جَا ے - ۸۹
اِنْ تَارِ مَدَا عِبِ كَيْ سِے مِیْنِ تَنْقِیْرِ

مَحَبَّتِ مِثْلِجِ نَفْسِ اَوْ رَعَالِ مِیْنِ اَمْتِیَارِ مِیْنِ
قرآن اور تارِ مَکَارُونِ كَيْ لِيْے صِدَا ے
تَشْرِیْفِ وَ مَحَبَّتِ !

فِي الْحَقِیْقَتِ اِنْ خِلِ اَوْ رَعَالِ مِیْنِ اَمْتِیَارِ مِیْنِ
مَجَازَاتِ مِیْنِ ے - ۹۰

اِنْ اَمْتِیَارِ مِیْنِ
قرآن نے مَجَازَاتِ مِیْنِ لِيْے مَجَازَاتِ مِیْنِ
مَحَبَّتِ مِثْلِجِ نَفْسِ اَوْ رَعَالِ مِیْنِ اَمْتِیَارِ مِیْنِ

كَيْوْنِ كَيْ ے ؟ كَيْوْنِ كَيْ اِنْ تَارِ رَوْحِ
رَحْمَتِ وَ تَفَقُّتِ لِيْے خِلَافِ مِیْنِ ؟ ۹۱
قرآن كَيْ تَامِ زَوَاجِرِ وَ قَوَارِعِ

مَكْرُونِ كَيْ اِنْ تَارِ مِیْنِ قَسْمِ ے مَلِیْنِ رَحْمَتِ
اَوْ رَعَالِ لِيْے نَحْتِ مَحَبَّتِ مِیْنِ ے كَلَمَ عِدَالَتِ كَا
لَا مَرِیْتِجِ ے - ۹۲

مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ -
الدِّينِ -

قرآن نے جَزَاءِ كَيْ لِيْے الدِّينِ كَا
نَفْطِ اَخْتِیَارِ كَرْنَا اِنْ تَارِ كَرْنَا حَقِیْقَتِ
وَ اَصْحِ كَرْنَا اِنْ تَارِ كَرْنَا اِنْ تَارِ كَرْنَا

اِنْ تَارِ كَرْنَا اِنْ تَارِ كَرْنَا
قَانُونِ مَجَازَاتِ مَحَبَّتِ كَانَا ت
كَ اَخَا ے اور حَسِ طَرِجِ مَدِیَاتِ

مِیْنِ ے مَعْنَوِیَاتِ مِیْنِ ے - ۹۶
قرآن تَارِ ے اِنْ تَارِ جَلَا ے
اَوْ سَمْعِیَا كَرْنَا لِيْے مَلَا كَتِ مَلِیْنِ ے

اِنْ تَارِ كَرْنَا لِيْے مَلَا كَتِ مَلِیْنِ ے
اِنْ تَارِ كَرْنَا لِيْے مَلَا كَتِ مَلِیْنِ ے
اِنْ تَارِ كَرْنَا لِيْے مَلَا كَتِ مَلِیْنِ ے

اِنْ تَارِ كَرْنَا لِيْے مَلَا كَتِ مَلِیْنِ ے
اصطلاحِ قَرَا لِيْے مِیْنِ كَسْبِ - ۹۷
قرآن تَارِ مَلِیْنِ اِنْ تَارِ كَرْنَا لِيْے مَلَا كَتِ مَلِیْنِ ے

كَ اِنْ تَارِ كَرْنَا لِيْے مَلَا كَتِ مَلِیْنِ ے
تَارِ ے اِنْ تَارِ كَرْنَا لِيْے مَلَا كَتِ مَلِیْنِ ے
سَرَا كِي مَلِیْنِ ے اِنْ تَارِ كَرْنَا لِيْے مَلَا كَتِ مَلِیْنِ ے

سَرَا كَا لَازِمِیْنِ ے - ۹۸
الدِّينِ اِنْ تَارِ كَرْنَا لِيْے مَلَا كَتِ مَلِیْنِ ے
مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ كِي صِفَتِ عِدَالَتِ

اِنْ تَارِ كَرْنَا لِيْے مَلَا كَتِ مَلِیْنِ ے
اِنْ تَارِ كَرْنَا لِيْے مَلَا كَتِ مَلِیْنِ ے
اِنْ تَارِ كَرْنَا لِيْے مَلَا كَتِ مَلِیْنِ ے

اِنْ تَارِ كَرْنَا لِيْے مَلَا كَتِ مَلِیْنِ ے
قرآن نے جَزَاءِ كَيْ لِيْے مَلَا كَتِ مَلِیْنِ ے
اِنْ تَارِ كَرْنَا لِيْے مَلَا كَتِ مَلِیْنِ ے

اِنْ تَارِ كَرْنَا لِيْے مَلَا كَتِ مَلِیْنِ ے
اِنْ تَارِ كَرْنَا لِيْے مَلَا كَتِ مَلِیْنِ ے
اِنْ تَارِ كَرْنَا لِيْے مَلَا كَتِ مَلِیْنِ ے

اِنْ تَارِ كَرْنَا لِيْے مَلَا كَتِ مَلِیْنِ ے
اِنْ تَارِ كَرْنَا لِيْے مَلَا كَتِ مَلِیْنِ ے
اِنْ تَارِ كَرْنَا لِيْے مَلَا كَتِ مَلِیْنِ ے

اِنْ تَارِ كَرْنَا لِيْے مَلَا كَتِ مَلِیْنِ ے
اِنْ تَارِ كَرْنَا لِيْے مَلَا كَتِ مَلِیْنِ ے
اِنْ تَارِ كَرْنَا لِيْے مَلَا كَتِ مَلِیْنِ ے

- اعمال ان کی یہ حقیقت کا عدل پر مبنی ہونا قرآن کے نزدیک عمل صالح ہے۔ ۱۰۲
- قرآن نے بد عملی کے لیے جقدر الفاظ اختیار کیے ہیں، سب سے حقیقت ان سب میں یہ حقیقت کام کر رہی ہے۔
- قرآن اور صفات الہی کا تصور قرآن نے صفات الہی کا جو تصور پیش کیا ہے، وہ ربوبیت، رحمت، اور عدالت کا تصور ہے۔
- نوع ان کا تصور اور اس ارتقاء۔ ۱۰۳
- عقل ان کی ذات مجرد کے تصور سے خارج ہے۔ ۱۰۴
- ان کے لیے اس لیے جب خدا کا تصور کیا جائے تو اس کی ہمتی کا تصور کرنا چاہیے تو یہ تصور ذات کا نہیں بلکہ صفات کا ہے۔ ۱۰۵
- ان کے لیے انہی نے اپنے آئینہ فکر میں ایک صورت دکھی۔ وہ سمجھا، یہ خدا کے صفات کی صورت ہے، حالانکہ وہ خود اسی کی صفات کا پرتو تھا۔
- صفات الہی کے سلسلہ ارتقاء کے تین ارتقائی نقطے۔
- ۱۔ انسان کا ابتدائی صفات قہریہ کے تصور سے
- ۲۔ صفات قہریہ کے تصور سے
- ۳۔ تعدد و اشراک، اسی کا ابتدائی نقطہ ہے، اور تشریح، صفات رحمت و جمال کا تصور ہے۔
- ان کا ابتدائی تصور، صفات قہریہ کے تصور سے کیوں شروع ہوا؟
- نزول قرآن کے وقت دنیا پر چار تصور حکمران تھے۔
- ہندوستانی تصور
- مجوسی تصور
- یہودی تصور
- سیکی تصور
- ان کے علاوہ فلاسفہ یونان کا بھی ایک تصور ہے۔
- تصور ہے۔ ۱۰۶
- سقراط کا تصور افلاطون کی زبان پر ۱۰۷
- قرآن نے جو تصور قائم کیا، اس پر ایک رجحان نظر۔ ۱۱۱
- تشریح اور تشریح کے لحاظ سے قرآن کا تصور، علم کے تصور سے ۱۱۲
- تشریح ہے۔ ۱۱۳
- قرآن نے تشریح و تبارک کے باج پر دے ۱۱۴
- تورات اور قرآن۔ ۱۱۵
- تشریح اور تعطیل کا فرق۔ ۱۱۶
- صفات رحمت و جمال کے لحاظ سے بھی ۱۱۷
- قرآن کی شان تشریح نمایاں ہے۔ ۱۱۸
- ”الاسماء الحسنی“ ۱۱۹
- قرآن کے تصور کا تشریح ۱۲۰
- رحمت، اور عدالت کا تصور ہے۔ ۱۲۱
- اس میں غضب و قہریت کا کوئی عنصر نظر نہیں آتا۔ ۱۲۲
- توحید و تشریح کے لحاظ سے اسی ۱۲۳
- تشریح۔ ۱۲۴
- توحید فی اعنفا ت۔ ۱۲۵
- خدا کا تصور ان قرآن کے ۱۲۶
- قرآن سے پہلے اعتقاد توحید کے ساتھ ۱۲۷
- شخصیت پرستی، عظمت پرستی اور ۱۲۸
- احسان پرستی کے بھی دروازے کھلا رہے۔ ۱۲۹
- سے زیادہ نازک معاملہ علم و غما ۱۳۰
- کی شخصیت کا ہے۔ علم کی عظمت ۱۳۱
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۳۲
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۳۳
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۳۴
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۳۵
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۳۶
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۳۷
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۳۸
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۳۹
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۴۰
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۴۱
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۴۲
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۴۳
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۴۴
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۴۵
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۴۶
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۴۷
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۴۸
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۴۹
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۵۰
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۵۱
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۵۲
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۵۳
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۵۴
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۵۵
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۵۶
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۵۷
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۵۸
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۵۹
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۶۰
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۶۱
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۶۲
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۶۳
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۶۴
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۶۵
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۶۶
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۶۷
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۶۸
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۶۹
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۷۰
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۷۱
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۷۲
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۷۳
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۷۴
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۷۵
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۷۶
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۷۷
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۷۸
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۷۹
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۸۰
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۸۱
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۸۲
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۸۳
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۸۴
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۸۵
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۸۶
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۸۷
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۸۸
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۸۹
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۹۰
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۹۱
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۹۲
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۹۳
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۹۴
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۹۵
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۹۶
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۹۷
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۹۸
- تشریح و تشریح کے تصور ۱۹۹
- تشریح و تشریح کے تصور ۲۰۰

کا امتیاز نہیں رکھا جیسا کہ اس وقت تک
جلد آتا تھا۔

قرآن نے تصور الہی کی بنیاد عالمگیر و جبرانی
اس اس پر رکھی ہے۔ اے نظر فکر کی

کاوشوں کا نعتاً نہیں بنایا ہے۔ ۱۲۰
سورہ فاتحہ میں جس ترتیب سے یہ تین بیعتیں آئی

جہاں کلمہ ہے، راہ معرفت پہنچا ہے
خوش ہے کی قدرت کی منزلیں ہیں۔ ۱۲۱

اھدنا الصراط المستقیم۔
ہدایت۔

قرآن نے کونوں و بود کے چار
مرتبے بیان کیے ہیں جن میں آخری مرتبہ

ہدایت کا ہے۔
تخلیق، تسوئہ، تقدیر، ہدایت۔

ہدایت کے درجے بھی چار مرتبے
ہیں مختلف مراتب ہیں۔ ۱۲۳

ہدایت کے ابتدائی تین مراتب: ویدان،
حواس، عقل۔

ہدایت کا چوتھا مرتبہ ہدایت وحی ہے۔ ۱۲۵
~~مگر وہی وحی ہے جس نے کائنات کو~~

~~کلیں کے لیے ضرورت تھا کہ ہدایت~~
~~ہو جس میں مرتبے موجود ہیں، سو~~

~~اس طرح یہ بھی ضرورت تھا کہ ہوتا ہے~~
~~وہی وحی~~

الہدیٰ۔
ہدایت وحی کی ایک خاص حقیقت ہے۔ ۱۲۷

جسے قرآن "الہدیٰ" کہتا ہے۔
~~یہی وحی ہے جو کائنات کو~~

~~اور کہتا ہے، نوع ان کی کے لیے وحی الہی~~
کی عالمگیر ہدایت یہی ہے۔ ۱۲۸

وحوت دین کی اصل عظیم اور قرآن
جمعیت بشری کا اتحاد و یکتہ

نے بعد تفرقہ و اختلاف میں تبدیل ہو جانا
اور ہدایت وحی کی نمود۔

ہدایت وحی کی خاص ملک یا عہد کے
۱۲۹

نہ تھی۔ نام نوع ان کی کے لیے تھی۔ ۱۲۹
نسل ان کی کے ابتدائی عہدوں میں کتنے

ہی پیغمبر گزر چکے ہیں جنہوں نے پیام حق نبیایا۔
یہ عدل الہی کے خلاف ہے کہ کوئی گروہ جوابدہ

ٹھرایا جائے اور پھر اس کی ہدایت
کے لیے پیغمبر نہ مبعوث ہوا ہو۔ ۱۳۱

قرآن میں بعض پیغمبروں کا ذکر کیا گیا۔
بعض کا نہیں کیا گیا۔

قوم نوح کے بعد کتنی ہی قومیں گزر
چکی ہیں جن کا حال اشد رکھو ملو ہے۔ ۱۳۲

خطرہ الہی کائنات ہستی کے ہر گوشے
میں ایک ہے، پس ضرورت تھا کہ یہ ہدایت

یعنی اول دن سے لے کر آج تک ایک ہی ہو۔
اور اس میں ہر قسم کی تبدیلی نہ ہو۔

یہ ہدایت ہے (فطرت) اور عمل صالح
کا قانون ہے اور نام رہنمایان مذہب

نے اسی کی دعوت دی ہے۔ ۱۳۳
کوئی بانی مذہب نہیں ہوا

جس نے اس ایک ہی ہدایت پر
شفیق رہنے اور تفرقہ و اختلاف

سے بچنے کی دعوت نہ دی ہو۔
قرآن کہتا ہے، نوع ان کی صرف

خدا پرستی کے رشتہ ہی سے متحد
ہو سکتے ہیں۔ ۱۳۵

خدا کے عام رسولوں (پیغمبر) کا پیغام
آئینہ بر قائم رہو اور الگ الگ

نہ ہو جاؤ! ۱۳۶
قرآن کی تحدی کہ کسی مذہب کی تعلیم

یا کسی قدیم روایت سے یہ نہیں دھلایا
جاسکتا کہ دین حقیقی کی راہ اس کے واسطے

ہو (یہی وحی ہے)۔ ۱۳۷
اسی گروہ داعیان مذہب کی باہمی تصدیق

کو بطور ایک محبت کے پیش کرتا ہے۔
الدین اور الشرع۔

۱۳۸

اگر دین ایک ہی ہے تو پھر ہر ادیان عالم
 میں اختلاف کیوں ہوا؟
 قرآن کہتا ہے، اختلاف دین میں نہیں
 ہوا، بلکہ شرع و منہاج میں ہوا اور
 یہ ناگزیر تھا۔

۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۱
 کھول قلم کا معاملہ اور قرآن کی تصریح۔
 آیت بقرہ اور عقائد و اعمال دین۔
 قرآن کہتا ہے کہ شرع و منہاج
 پیروان ادیان کی عالمگیر گمراہی ہے کہ
 دین کی وحدت فراموش کر دی ہے اور
 نفس شرع و منہاج کے اختلافات

۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۱
 ہر ایک دوسرے سے لڑ رہا ہے۔
 قرآن کہتا ہے، اگر خدا جانتا تو تمام زبان
 ایک ہی آیت ہو جے۔ ~~اور اس سوال و جواب~~
 کا اختلاف ظہور نہیں نہ آتا، لیکن خدا
 لیکن خدا کی حکمت ہی کی مقتضی ہو کہ اس سوال
 و جواب کے اختلاف سے اقوام کا
 اختلاف ہو نہ پائے، پس جس
 طرح اور اختلافات ہو، ~~وہ طرح~~
 شرع و منہاج کا اختلاف بھی ہوا۔
 یہ اختلاف باہمی نزاع و مخالفت
 کا درجہ اس اختلاف کی بنا پر ایک
 مذہب کا پیرو دوسرے کو کیوں جھٹلائے؟
 اور کیوں دین کی سچائی کا صرف اپنے ہی کو

۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۱
 عقیدہ وارث سمجھے؟
 پیروان مذہب نے دین کی وحدت بھلا دی
 اور شرع و منہاج کے کو اصل دین
 سمجھ کر ~~بھٹک کر~~ لڑنا شروع کر دیا۔
 قرآن کہتا ہے، یہ اختلاف طبعیت
 بشری کا ~~اختلاف~~ ہے۔ ~~اس لئے تم دور نہیں کرتے~~
 تشیع اور تحزب کی گمراہی۔

اگر تمام ادیان کا مقصد ایک ہی
 تھا اور بس سچے تھے تو پھر قرآن نے ظہور
 کی ضرورت کیا تھی؟
 قرآن کہتا ہے، اے اللہ کہ تمام مذہب سچے

۱۱
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۱
 ہیں مگر تمام پیروان مذہب سچائی
 سے منحرف ہو گئے ہیں۔ میں چاہتا
 ہوں، بس کو اُن کی گم شدہ سچائی
 پر جمع کر دوں۔

۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۱
 ازراہ جملہ "تشیع" اور "تحزب" کی گمراہی۔
 یسے نجات کی بنیاد عقائد اور عمل
 پر نہیں رہی۔ مذہبی گروہ بندیوں میں

۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۱
 میں منہصر ہو گئی۔
 قرآن کہتا ہے، نجات و سعادت کا دار مدار ایمان
 پر ہے۔ ~~اور عقائد و عمل پر نہیں~~
 اور عمل پر ہے، نہ کہ کسی خاص گروہ بندی پر۔

۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۱
 ہر دین کی صداقت کسی خاص گروہ
 خصوصاً کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔
 کو ملی ہے، اور بس کے لیے کھلی ہوئی ہے۔

۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۱
 قرآن کا اس کا بجا اٹھا رکھنا نجات
 کا دار مدار یہودیت یا مسیحیت

۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۱
 کی گروہ بندی پر ہے۔ ~~وہ اس کے خلاف تھا~~
~~کہ جس گروہ پر قرار دیا ہے۔~~

۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۱
 یہودیوں اور عیسائیوں کا گروہ بندی کر کے
 ایک دوسرے کو بھٹلانا، اور قرآن کا
 اس پر انکار۔

۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۱
 پیروان مذہب نے دین کی عبادت
 کا بنیاد ایک ایک کر کے کر دیا ہے۔

۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۱
 ایک ~~مذہب کا پیرو~~ گروہ بندی
 کا پیرو، دوسرے گروہ بندی کی عبادت

۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۱
 کا ہ میں ~~ہو~~ عبادت
 نہیں کر سکتا۔ ~~اسی لئے انہوں نے اختلاف~~

۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۱
 سے خدا بھی خلیف ہو گئے؟
 قرآن کا اس پر انکار کہ یہودی تھے

۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۱
 ہیں، دین کی سچائی صرف ~~یہودیوں~~ اپنی
 کے حصے میں آئی ہے، اور نبی خیر

۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۱
 یہودی سب اور ہدایت یافتہ نہیں
 ہو سکتا۔

۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۱
 قرآن کا اس پر انکار کہ یہودی ~~ہیں~~ اپنے
 آپ کو نجات یافتہ انت سمجھے ہیں

اور کہتے ہیں جنہم کا خلود ہم پر حرام کر دیا۔
~~قرآن کہتا ہے ہر بد عمل کو اس جہنم~~
~~جہنم میں لے جاتا ہے۔~~
~~خود سورہ ہود اور سورہ یونس~~
 قرآن نے صاف اور قطعی نقطوں میں اعلان
 کر دیا کہ خدا کا قانون جزا و جازا ہے
 اور اس میں نہ تو کسی خاص گروہ کو
~~ہر گروہ کو گناہ کی سزا دی گئی ہے~~
 اس کوئی ان اور گروہ مستثنیٰ نہیں۔ ۱۶۵
 قرآن کا یہودیوں کے یہودی سمجھتے تھے
 غیر یہودیوں اور بت پرستوں کا ساتھ نہیں
 معاملت کرنے میں راست بازی ضروری ہے
~~نہیں۔ کافروں کا معاملہ جس طرح ہے~~
~~اس طرح ہے۔ قرآن اسے~~
 سب بڑی گمراہی قرار دیتا ہے۔
 قرآن کا حضرت ہر ملت ابراہیمی پر اسی
 زور دیتا ہے کہ اُسکی بنیاد کسی گروہ
 بندی پر نہ تھی۔ خدا پرستی و نیک عملی
 کے عالمگیر قانون پر تھی۔ قرآن یہودیوں
 اور عیسائیوں سے سوال کرتا ہے کہ اگر انہیں
 نجات تمہاری گروہ بندیان میں، تو نفرت
 ابراہیم کس گروہ بندی کے آدر ہے؟
 قرآن کہتا ہے دین الہی کی اصل نوع
 ان کی وحدت و اخوت ہے۔ نہ کہ
 تفرقہ و منافرت۔ پس یہ تمام گروہ بندیان
 جو ایک ہی گروہ کو دوسرے گروہ سے
 نفرت دلاتی ہیں، سچا گمراہی ہیں۔
 اے قرآن! اصطلاح سے انکار کیا۔ ۱۶۸
 وہ بار بار کہتا ہے بنیاد عمل و الکتا۔
 ہے۔ نہ کہ کوئی دوسری چیز۔ ۱۶۹
 قرآن کی دعوت۔
 چنانچہ قرآن کا اعلان یہ ہے کہ ہر دعوت
 کسی نئی بات کی طرف نہیں ملاتی
 میں اسی سچائی کی تجدید ہے جو اول دن سے موجود
 ہے اور تمام رہنمایان مذاہب کی دعوت ہے۔

اسی ہے اسکی دعوت کی بنیاد یہ ہوئی کہ تمام
 رہنمایان عالم کی یک نوا طور پر تصدیق کی جائے۔ ۱۵۰
 وہ تعریف میں الرسل کو کرتا ہے۔ ۱۵۱
 وہ کہتا ہے خدا ایک ہے، اسے اُس کی سچائی
 بھی ایک ہے اور زبانوں کے تعدد سے
 حقیقت تعدد نہیں ہو سکتی۔
 وہ کہتا ہے تم سب کا پروردگار ایک ہے،
~~اور تم ایک ہی رشتہ تم سب کا ایک خدا ہے~~
~~یہود اور تم سب کا ایک خدا ہے، تم سب~~
~~سب کو ایک ہی حقیقت کی دعوت دے گا۔~~
 اور تم سب کو ایک ہی رشتہ اخوت میں باندھ
 دیا گیا ہے۔ پھر باہمی مخالفت و منافرت
 کیوں ہو؟ کیوں مذہب اور خدا کے نام
 پر ایک دوسرے کے دشمن ہو جائے؟ ۱۵۲
 یہ وہ ہے کہ اس کی کسی مذہب کے
 پیروں سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ کوئی نیا
 عقیدہ قبول کرے، بلکہ یہی ہے کہ
~~خود کو جانے لے۔ اے مذہب کی حقیقی~~
 تعلیم پر کاربند ہو جائے۔ ۱۵۴
~~تمہارا آپ کرنا ہے جو قبول کرنا ہے~~
~~قرآن نے جو دین کا حق ہے سچے~~
~~حرفوں کی صداقت~~
 پس وجہ ہے کہ قرآن نے احوال صالحہ کے لیے
 معروف "کافرا" اور اعمال بد کے لیے "کفر"
 کا لفظ اختیار کیا۔ ۱۵۵
 اسی لیے اس نے دین کے لیے "الاسلام" کا لفظ
 اختیار کیا۔ ۱۵۸
 وہ کہتا ہے اس عالمگیر صداقت کے سوا
 ان کی ساخت کی کوئی گروہ بندی
 اللہ کے حضور مقبول نہیں۔
 چنانچہ قرآن کی دعوت نے مذہبی منافرت
 و مخالفت ٹاڑ دی اور خدا
 پرستوں کا ایک ایسا گروہ پیدا کر دیا جو
 سب کو ایک نوا طور پر مانتا اور سب
 کی مشترک صداقت پر عمل سرائیگا۔

- قرآن اور ان کے فی نفوں میں بنا و نزاع - ۱۵۹
 ہر وہ ان مذاہب کی اس سے مخالفت اس
 لیے نہ تھی کہ وہ انہیں جھٹلاتا کون
 ہے، بلکہ اس لیے تھی کہ جھٹلاتا کیوں نہیں! ۱۶۰
 قرآن کے تین اصول جو اس میں اور
 ان کے فی نفوں میں بنا و نزاع ہو - ۱۶۱
 خلاصہ بحث - ۱۶۲
 دنیا کے مذہبی نزاع کا فیصلہ صرف دو ہی صورتیں
 ہو سکتی ہیں - شری راہ
 کوئی نہیں - یا تو تسلیم کیا جائے کہ تمام
 مذاہب چھوٹے ہیں اور مذہبی سچائی
 کا کوئی وجود نہیں، یا پھر وہ راہ
 تسلیم کی جائے جو قرآن کی راہ ہے - ۱۶۳
 صراط مستقیم - ۱۶۵
 صراط مستقیم کی بیان یہ بتلائی ہے کہ وہ
 انعام یافتہ ان نون کی راہ ہے - لہذا
 اور مغضوب ان نون کی راہ نہیں ہے
 قرآن کہتا ہے انعام یافتہ گروہ انبیاء
 صدیقین، شہداء اور صالحین میں سے
 خدا کی راہ میں جان و مال کی قربانی
 کے لیے صراط مستقیم سے ستر تعبیر نہیں
 ہو سکتی تھی - ۱۶۶
 صراط مستقیم ایک سے زیادہ نہیں ہو سکتی
 پس فرمایا کہ سبل متفرقہ کی ہر وہ
 نہ کرو - ۱۶۷
 دین حقیقی کی راہ کا سیدھا ہونا اور
 سبل متفرقہ کا پیچھے و خم ہونا - ۱۶۸
 المغضوب علیہم اور الصادقین - ۱۶۹
 قرآن کے قصص اور استقراء تاریخی - ۱۷۰
 سورہ فاتحہ کی تعلیمی روح - ۱۷۱

یہ کتاب حضرت علامہ مولانا محمد رفیع صاحب مدظلہ العالی کی تصانیف میں سے ہے اور ان کی تصانیف کو پڑھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

(۱۷۶)
سورۃ بقرہ
(۱۷۷)

— ۱ —

- یہ کتاب متقیان نوں پر فلاح و سعادت کی راہ
کھولنے والی ہے اور قبولیت حق کے کاغذ سے
ان نوں کی پہلی قسم -
- ۱۷۷ آدم کی لغزش، اعتراف قصور،
قبولیت توبہ، اور ایک نئی زندگی
کا آغاز -
- ۱۷۸ دوسری قسم ~~قبولیت توبہ~~ جو پہلی قسم کی ضد ہیں -
شیری قسم ان لوگوں کی جو اگرچہ خدا پرستی
کا دعویٰ کرتے ہیں مگر حقیقت اس سے خدیں -
- ۱۷۹ وہ مغد ہیں مگر اپنے آپ کو صالح سمجھتے ہیں -
وہ راست بازی کو بے وقوف اور نفاق کو
دانشمندی سمجھتے ہیں -
- ۱۸۰ راست بازوں کے حق اور ایمان والوں کا
تمسخرانہ کا شیوہ ہے -
- ۱۸۱ شیری قسم کی محدود کر کے ایک مثال -
دوسری مثال - حق کے ظہور اور محدودوں کی
محدود کی دوسری مثال -
- ۱۸۲ توحید الہی کی یقین اور خالقیت و ربوبیت
سے استدلال جب کہ ~~ان کے~~ خطر یقین ان کی
کی فطرت میں ہے -
- ۱۸۳ رسالت اور وحی -
سنت الہی یہ ہے کہ وحی کا ملام ان کی بول چال
کے مطابق ہوتا ہے اور پانچ حقائق کے لیے
تین ضروری ہیں -
- ۱۸۴ آخرت کی زندگی اور پہلی پیدائش سے دور
پیدائش پر استدلال -
- ۱۸۵ زمین کی مخلوقات میں نوع انسانی کی برتری
اور مخلوقات ارضی کا ایلے ہونا کہ ان کی
انہیں اپنے کام میں لائے -
- ۱۸۶ ان کی کار زمین میں خدا کا خلیفہ ہونا، نوع
ان کی کی معنوی تکمیل اور قبولیت کی ہدایت
وضاحت کی ابتدا -
- ۱۸۷ فرشتوں کا آدم کے سامنے سرسجود ہونا
مگر ابلیس کا انکار کرنا - آدم کی بہشتی زندگی
اور شجر ممنوع -
- ۱۸۸ آدم کی لغزش، اعتراف قصور،
قبولیت توبہ، اور ایک نئی زندگی
کا آغاز -
- ۱۸۹ دوسری قسم ~~قبولیت توبہ~~ جو پہلی قسم کی ضد ہیں -
شیری قسم ان لوگوں کی جو اگرچہ خدا پرستی
کا دعویٰ کرتے ہیں مگر حقیقت اس سے خدیں -
- ۱۹۰ وہ مغد ہیں مگر اپنے آپ کو صالح سمجھتے ہیں -
وہ راست بازی کو بے وقوف اور نفاق کو
دانشمندی سمجھتے ہیں -
- ۱۹۱ راست بازوں کے حق اور ایمان والوں کا
تمسخرانہ کا شیوہ ہے -
- ۱۹۲ شیری قسم کی محدود کر کے ایک مثال -
دوسری مثال - حق کے ظہور اور محدودوں کی
محدود کی دوسری مثال -
- ۱۹۳ توحید الہی کی یقین اور خالقیت و ربوبیت
سے استدلال جب کہ ~~ان کے~~ خطر یقین ان کی
کی فطرت میں ہے -
- ۱۹۴ رسالت اور وحی -
سنت الہی یہ ہے کہ وحی کا ملام ان کی بول چال
کے مطابق ہوتا ہے اور پانچ حقائق کے لیے
تین ضروری ہیں -
- ۱۹۵ آخرت کی زندگی اور پہلی پیدائش سے دور
پیدائش پر استدلال -
- ۱۹۶ زمین کی مخلوقات میں نوع انسانی کی برتری
اور مخلوقات ارضی کا ایلے ہونا کہ ان کی
انہیں اپنے کام میں لائے -
- ۱۹۷ ان کی کار زمین میں خدا کا خلیفہ ہونا، نوع
ان کی کی معنوی تکمیل اور قبولیت کی ہدایت
وضاحت کی ابتدا -
- ۱۹۸ فرشتوں کا آدم کے سامنے سرسجود ہونا
مگر ابلیس کا انکار کرنا - آدم کی بہشتی زندگی
اور شجر ممنوع -

قرآن کہتا ہے 'جنت و دوزخ کی
تقسیم پہلے تو یوں کی تقسیم کی بنا پر
ہوتی ہے کہ کسی کو اللہ نے جنت میں
رکھ دیا ہے یا دوزخ میں۔' اس کا

اسی یزید کا عمل کب ہے کہ قرآن کہتا ہے
 دین بکے لیے، اور بکے ایک ہی

7

10

اور میں اس لیے نہیں آیا ہوں کہ مجھے ادیان کی جگہ کوئی نیا دین پیش کروں، بلکہ اس لیے کہ ان کا سچا اعتقاد و عمل پیدا کروں۔

جن کے دل میں نجات اور حُزنی کا یقین ہے، وہ موت سے خائف نہیں ہو سکتے۔

جو کوئی مسلمہ وحی کا مخالف ہے، وہ اللہ اور اس کے قوانین ہدایت کا مخالف ہے۔

پیغمبر اسلام سے خطاب کہ اگر علی و یسوع دعوت حق سے انکار کر رہے ہیں، تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اس سے پہلے اب ہی عالم

حضرت مسیح علیہ السلام کو پیش آچکا ہے۔

بنی اسرائیل کے ضعیف عقل و ایمان پر اس واقعہ سے انتساب دیکھ جاؤ گروں، تم شیعہوں پر جھگڑا کر رہے اور کتاب اللہ کی تعلیمیں ثبت ڈال رہے۔ ضمناً اس حقیقت کا اعلان کہ جو خدا کے رسول کے ساتھ

بارہ میں جو خرافات مشہور ہیں، ان کی کوئی اصلیت نہیں۔

دعوت قرآنی کے پیروں سے خطاب کہ بنی اسرائیل کے آیات و وقایع سے عرب پرکھیں، نیز بعض شکوک کا ازالہ جو علماء یسوعیوں کے دلوں میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔

ایک شریعت کے بعد دوسری شریعت کا تصور اس لیے ہوا کہ یا تو "نسخ" کی حالت پیش آئی، یا "نسیان" کی۔

نسخ الہی یہ ہے کہ نسخہ شرائع ہو یا نسیان شرائع، لیکن ہر عملی تعلیم سے بہتر ہوتا ہے۔ یا اس کے مانند ہوتا ہے۔ ایک نہیں ہوتا کہ کمتر ہو، کیونکہ اصل کمال و ارتقاء ہے۔ نہ کہ تنزل و تضل۔

کثرت مبادل اور تعمیق فی الدین کی نعمت ناز اور زکوٰۃ بنے قلبی اور مالی عبادت کی سرگرمی ایک ایسے حالت ہے جسے جماعت کی معنوی استعداد نشو و نما پاتی ہے۔ جس جماعت میں یہ سرگرمی موجود ہو، نہ تودہ راہ

سے برگشتہ ہو سکتی ہے، نہ اس کی اصلاح جاسکتی

موت میں خلل پڑ سکتا ہے۔ ۲۰۵

اصل مذہب کی علی گڑھ اس یہ ہے کہ انہوں نے دین کی سچائی کو جو ایک ہی

تھی اور رب کو ۱۱۱ دیکھتے تھے، مذہبی گروہ بندیوں کے ایک ایک حلقے بنا کر،

ضائع کر دی۔ اب ہر حلقہ دوسرے کو جھٹلا رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس نزاع کا فیصلہ

کیونکر ہو؟ اگر کوئی ایک گروہ ہی سچا ہے، تو دوسرے کیوں نہ ہوں؟ تو کوئی دوسری سچا ہو، اگر سب سچے ہیں، تو ہر گروہ سچا

ہو گا۔ لیکن یہ سچا نہیں، تو ہر گروہ سچا نہیں ہو گا۔ اگر کوئی سچا ہے، تو ہر دین کی

سچائی کی گنجائش ہے۔ اصل کے اعتبار سے سب سچے ہیں۔ عمل کے اعتبار سے سب جھوٹے

میں چاہتا ہوں، سب کی مشترک اور عالمگیر اصلیت پر سب کو ۱۱۱ جمع کر دوں۔

یہ مشترک اور عالمگیر کیا ہے؟ خدا پرستی اور سبک عملی۔

خدا پرست ہونے کے لیے تو کوئی نیا نہیں پڑ سکتا، جب تک پہچان کر وہ بندہ میں

داخل نہ ہو، جس کے لیے خدا نے عبادت کے لیے ایک گروہ خیر میں داخل ہونا

ضروری ہے۔ قرآن کہتا ہے، جو ان میں بھی خدا پرست ۱۱۱ اور سبک عمل ہوگا، تم

پاکا، خود ۱۱۱ تمہاری گڑھی ہوں گروہ بندیوں میں داخل ہو یا نہ ہو۔

مذہبی گروہ بندی کا تعصب یہاں بڑھ گیا ہے کہ اگر گروہ کے لیے اس کی مخصوص عبادت

کا ہے ہیں۔ دوسرے گروہ کا آدمی ان میں عبادت نہیں کر سکتا، کیونکہ گروہ

خدا کی خاص عبادت کا ہے، چاروں کی کے اندر ہی نہیں ہے کہ صرف وہی عبادت کی جا سکتے۔

۱۱۱ خدا پرستی کا ایک گروہ کی عبادت کا ہے، چاروں کی کے اندر ہی نہیں ہے کہ صرف وہی عبادت کی جا سکتے۔

تھیں ہونا چاہیے

کعبہ ہے اور "نیک ترین" امت ~~الجمہ~~ ^{ہو}
یہود نصاریٰ کا قبول قبلہ پر اعتراض، بعض
گروہ پرستی کا تعصب ہے ~~کھڑا~~ ^{کھڑا} ~~کھڑا~~ ^{کھڑا}
ہیں کوئی بنیادی ~~حکومت~~ ^{حکومت} صداقت نہیں ~~کھڑا~~ ^{کھڑا}
یہودی "عیب" یوں کا قبلہ نہیں مانتے، عیب
یہود یوں کے قبلہ سے متفق نہیں۔
"کسی بات کا حق" ہونا اسکی حقیقت
کی دلیل ہے۔ ~~یہودیت کی حقیقت~~ ^{یہودیت کی حقیقت} ~~یہودیت کی حقیقت~~ ^{یہودیت کی حقیقت}
کے ہیں اور جو بات عام اور اہل ہونے کے
قیمت ہے ~~یہودیت کی حقیقت~~ ^{یہودیت کی حقیقت} ~~یہودیت کی حقیقت~~ ^{یہودیت کی حقیقت}
نہیں ہو سکتی۔ ~~یہودیت کی حقیقت~~ ^{یہودیت کی حقیقت} ~~یہودیت کی حقیقت~~ ^{یہودیت کی حقیقت}
اور اب دنیا کی کورہقت اسے روک سکتی
پھر جو کچھ بھی ہو، تو قرآن قبلہ کا ~~حکم~~ ^{حکم}
معاملہ کو ایسی بات نہیں جو دین کے اصول و
اسات میں سے ہو۔ اس طرح کے معاملات
کو حق و باطل پر اس قدر رد و کد کرنا، دین کی
حقیقت سے بے پروا ہونا ہے۔ ~~یہودیت کی حقیقت~~ ^{یہودیت کی حقیقت}
جس پر دین کا دار و مدار ہے، خیرات ہے۔ نیچے
نیک عمل، پس ایسی کو پیش نظر رکھو۔
تو قرآن قبلہ کا حکم عام اور صالح و حکم
یہودان دعوت سے قطعاً ہے کہ ~~یہودیت کی حقیقت~~ ^{یہودیت کی حقیقت}
حکمت کی تعلیم، شخص نبوت کی سرپرستی
(۱) کتاب و حکمت کی تعلیم (۲) شخص نبوت
کی پیغمبرانہ تربیت (۳) مرکز ہدایت کا
قیام (۴) نیک ترین امت ہونے کا ~~حکم~~ ^{حکم}
نصبت (۵) عین، یہی وہ چار عناصر تھے جنکی
موجودہ امت مسلمہ کی نشوونما کے لیے ضرور
تھی۔ اب کہ وہ اہل یوں میں آگئے ہیں، چاہیے
کہ سرگرم عمل ہو جاؤ!
جو کچھ سرگرم عمل ہونے کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ
راہ عمل کی ~~یہودیت کی حقیقت~~ ^{یہودیت کی حقیقت} ~~یہودیت کی حقیقت~~ ^{یہودیت کی حقیقت}
دعوت عمل کے ساتھ، جسو ان اصول و نہات کی
طرف توجہ رہ کر دیا گیا، جسے بغیر ~~یہودیت کی حقیقت~~ ^{یہودیت کی حقیقت}
حاصل نہیں ہو سکتی:
(۱) صبر اور نماز کی قوتوں سے مرد لوہا

(۲) موت کے خوف سے اپنے دلوں کو پاک کر لو! ۲۲۲
(۳) مرکز قبلہ سے دلگلی اور حج کا قیام - ۲۲۳
(۴) کتاب اللہ کی تعلیم و تذکر سے غافل نہ ہو۔
(۵) خدا پرستی میں لگاؤ ثابت قدم رہنے، عقل
و بصیرت سے کام لینے، کائناتِ خلقت میں تدبیر و
تفکر کرنے، اور حقائقِ ہستی کی معرفت حاصل کرنے
کا حکم۔ ۲۲۴
(۶) اللہ پر ایمان اور اللہ کی محبت لازم و
ملزوم ہیں۔ یوں وہ جو بے زیادہ اللہ کی محبت
رکھنے والا ہو۔
(۷) پیشوایانِ باطل کی بیروی سے بچو،
جنکی بیروی بھلی امتوں کی تباہی کا باعث ہوئی ہے۔ ۲۲۵
ان اصول و نہات کی تعلیم کے بعد ان فروغی
اعلام کا بیان شروع ہوتا ہے، جسے مطلق طرح
کی گمراہیاں بھلی ہوئی تھیں، جو دینِ باطل کی بنیاد
میں خوں بہنے لگی تھیں۔
(۱) خدا نے زمین میں جنسی اچھی چیزیں پیدا
کر دی ہیں، ~~یہودیت کی حقیقت~~ ^{یہودیت کی حقیقت} ~~یہودیت کی حقیقت~~ ^{یہودیت کی حقیقت}
یہ عام میں لادو۔ کھانے پینے میں وہم پرستانہ روک
ٹوک اور سن گھڑت یا بندیاں شیطانی دعوے ہیں۔ ۲۲۶
خدا اس اصول و نہات کی سرپرستی کرتا ہے۔
(۲) ایمان کی راہ عقل و بصیرت کی راہ ہے، اور کفر
کا خاتمہ کورانہ تقلید ہے۔ ~~یہودیت کی حقیقت~~ ^{یہودیت کی حقیقت}
کچھ ~~یہودیت کی حقیقت~~ ^{یہودیت کی حقیقت} ~~یہودیت کی حقیقت~~ ^{یہودیت کی حقیقت}
دلیل کے حکم بزرگوں پیشواؤں کا عمل محبت ~~یہودیت کی حقیقت~~ ^{یہودیت کی حقیقت}
یہودیت کی راہ میں سخت ~~یہودیت کی حقیقت~~ ^{یہودیت کی حقیقت}
تعلیم اعلیٰ ~~یہودیت کی حقیقت~~ ^{یہودیت کی حقیقت} ~~یہودیت کی حقیقت~~ ^{یہودیت کی حقیقت}
(۳) بن چار یوں کا گوشت عام طور
کھایا جاتا ہے، وہ سب حلال ہیں، مگر چار چیزیں ۲۲۷
(۴) حلیت و حرمت کے بارے میں یہود و
نصاریٰ کی گمراہیاں - ان کے علماء حق فروشی
ہیں، اور عوام ~~یہودیت کی حقیقت~~ ^{یہودیت کی حقیقت} ~~یہودیت کی حقیقت~~ ^{یہودیت کی حقیقت}
میں مبتلا ہیں۔
کتاب اللہ علم ہے، اور اختلاف جہل و ظن
سے پیدا ہوتا ہے، پس جب کتبِ ہدایت علم ایمان

۲۲۸

ہو جائے تو اختلاف باقر نہیں رہتا چاہے۔

~~جو لوگ کتاب اللہ کے نزول کے بعد بھی~~

~~ہدایت کے بارے میں مختلف ہو جائیں اور اللہ~~

~~وہ لوگ اللہ کے فریبوں میں مبتلا ہوتے ہیں وہ~~

~~شیطان کے پیچھے ہیں جو ان کے ساتھ ہیں۔~~

(۵) اس اصل عظیم کا اعلان کہ نجات و عبادت

کی راہ یہ نہیں ہے کہ عبادت کی کوئی خاص شکل

یا ظاہر و دعوام کی کوئی خاص بات اختیار کر لی

جائے بلکہ وہ دل کی پہلی خدا پرستی اور نیک عملی

سے حاصل ہوتی ہے اور اصلی شے دل کی پالی اور

عمل کی نیک ہے۔ پس جو شخص اللہ کے ساتھ ہے

~~وہ اللہ کے ساتھ ہے اور وہی اللہ کے ساتھ ہے۔~~

~~قرآن کے نزول کے بعد اللہ اور عمل کے وہ ہیں~~

کون کونسی ہیں جنہیں قرآن کی نیکیوں پر

حقیقی مکتوبات قرار دیتا ہے کہ

قصاص کا حکم اور ان نفاذ کا اعلان

جو اس بارے میں پہلے ہوئے تھے :

(۱) ان کی عبادت کا اعلان اور

نسل و شرف کے تمام امتیازات سے انکار۔

(۲) نون بنا لیا جا چکا تھا ہے اگر

مقتول کے ورثاء راضی ہو جائیں۔

(۳) قصاص میں لایا جانے کی پابندی

ہے مگر اس لیے کہ زندگی کی حفاظت کے لیے

وصیت کرنے کا حکم :

(۱) مرنے سے پہلے اپنے مال و متاع

اور مال میں ماندوں کے لیے اچھی وصیت

کر جائے زندگی کے فرائض میں داخل ہے۔

(۲) بیٹے کی وصیت ایک تقدس

رمانت ہے اور ضروری ہے کہ بے کم و

کاست تعمیل کی جائے۔

(۳) اگر وصیت کے بعد کسی کو

جانت کر کے تو کوئی چیز چھو جائے

تو اس کی سزا موت ہے۔

۲۳۱

۲۳۱

۲۳۱

۲۳۱

(۱) ~~خدا کا شہر~~ فاقہ کرنا اور

اپنے جسم کو شقت میں ڈالنا کوئی نیک اور

ثواب کی بات نہیں ہے۔ تصور اصلی نفس

کی اصلاح و تہذیب ہے۔

۲۳۲

(۲) روزہ کے لیے رمضان کا مہینہ

مہینہ اس لیے قرار پایا کہ نزول قرآن کا بار

آوردی و تذکیر کا باعث ہو۔

۲۳۳

(۳) دین میں اصلی آسانی ہے نہ کہ

سختی و سنگینی۔ پس وہ عبادتوں میں سختی

خدا کی خوشنودی کا موجب نہیں ہو سکتی۔

(۴) یہ خیال غلط ہے کہ جب تک فاقہ

کشی اور ریاضت کے چیلنے کھینچے جائیں خدا

کے حضور دعا قبول نہیں ہو سکتی۔

۲۳۴

۲۳۴

۲۳۴

۲۳۴

۲۳۴

۲۳۴

۲۳۴

۲۳۴

۲۳۴

۲۳۴

۲۳۴

۲۳۴

۲۳۴

۲۳۴

۲۳۴

۲۳۴

۲۳۴

۲۳۴

۲۳۴

۲۳۴

۲۳۴

۲۳۴

۲۳۴

اگر وصیت کے بعد کسی کو جانت کر کے تو کوئی چیز چھو جائے تو اس کی سزا موت ہے۔

عبادین کچھ سود مند نہیں اگر حقوق العباد کی طرف سے غافل ہو۔ ~~یہی وہ ہیں جنہیں حکم خداوندی کے لیے نذر ترک کر دیا۔ یہی وہ ہیں جنہیں حکم خداوندی کے لیے نذر ناسل~~

حج کے احکام اور اس مسلم میں بعض اصولی مسائل ~~کا تفصیل~~ :

(۱) چاند کے طلوع و غروب سے مسیوں کا حساب لگایا جاتا ہے۔ ~~وہی وہ ہیں جنہیں حکم خداوندی کے لیے نذر ترک کر دیا۔ یہی وہ ہیں جنہیں حکم خداوندی کے لیے نذر ناسل~~

۱۔ نجوم اور نجوم نجوم اور کوکب پرستی کے جو لوگوں کو کون پھیلتے ہوئے ہیں، ان کی کوئی صلیبت نہیں۔ ~~وہی وہ ہیں جنہیں حکم خداوندی کے لیے نذر ترک کر دیا۔ یہی وہ ہیں جنہیں حکم خداوندی کے لیے نذر ناسل~~

(۲) کیا رستہ کا کعبہ کی زیارت و حج کے لیے لوگوں نے طرز طرز کی یا بندیاں اپنے سچے نکالی ہیں اور اگر جواب ہے تو یہ ~~وہی وہ ہیں جنہیں حکم خداوندی کے لیے نذر ترک کر دیا۔ یہی وہ ہیں جنہیں حکم خداوندی کے لیے نذر ناسل~~

شعوت ہیں ~~وہی وہ ہیں جنہیں حکم خداوندی کے لیے نذر ترک کر دیا۔ یہی وہ ہیں جنہیں حکم خداوندی کے لیے نذر ناسل~~

کی باتیں ہیں۔ یہی کی بات حرف یہ ہے کہ تقویٰ پیدا کرو۔

(۳) اہل مکہ کے کلمہ و تعدی سے حج کا دروازہ مسلمانوں پر بند ہو گیا تھا، پس حکم دیا گیا کہ جنگ کے بغیر چارہ نہیں ~~وہی وہ ہیں جنہیں حکم خداوندی کے لیے نذر ترک کر دیا۔ یہی وہ ہیں جنہیں حکم خداوندی کے لیے نذر ناسل~~

اور مسلمانوں نے مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا تھا۔ پس حکم دیا گیا کہ اب جنگ کے بغیر چارہ نہیں۔ ~~وہی وہ ہیں جنہیں حکم خداوندی کے لیے نذر ترک کر دیا۔ یہی وہ ہیں جنہیں حکم خداوندی کے لیے نذر ناسل~~

اس بارے میں اصل یہ ہے کہ جنگ کی حالت ہو یا امن کی، لیکن کسی حال میں بھی مسلمانوں کو مدلل و راستی کے خلاف ٹوٹا جاتا نہیں کرنی چاہیے۔

(۴) جنگ ٹرائی ہے، لیکن قسم اس بھی زیادہ ٹرائی ہے۔ پس کیا مواچارہ نہیں

کہ جنگ کی حالت گوارا کرنی ہے۔ قرآن حکم

~~وہی وہ ہیں جنہیں حکم خداوندی کے لیے نذر ترک کر دیا۔ یہی وہ ہیں جنہیں حکم خداوندی کے لیے نذر ناسل~~

جینا و قتل کی آزادی سلب کرنی چاہیے۔

قرآن کہتا ہے یہ ہر آں جنگ کی ہر آں سے بھی زیادہ سخت ہے، ہوا میں لگے

قرآن نے اس قسم کے ازار کے لیے ~~وہی وہ ہیں جنہیں حکم خداوندی کے لیے نذر ترک کر دیا۔ یہی وہ ہیں جنہیں حکم خداوندی کے لیے نذر ناسل~~

~~وہی وہ ہیں جنہیں حکم خداوندی کے لیے نذر ترک کر دیا۔ یہی وہ ہیں جنہیں حکم خداوندی کے لیے نذر ناسل~~

جنگ کی اجازت اس لیے دی گئی ہے کہ دین و اعتقاد کی آزادی حاصل ہو جائے۔

یہی دین کے معاملہ میں جس کا تعلق صرف خدا سے ہے، ان کے ظلم و تشدد کی مداخلت باقر نہ رہے۔

۲۳۸

(۵) جو لوگ جہاد کی راہ میں مال خرچ نہیں کرتے، وہ اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔

(۶) اگر لڑائی کی وجہ سے ~~وہی وہ ہیں جنہیں حکم خداوندی کے لیے نذر ترک کر دیا۔ یہی وہ ہیں جنہیں حکم خداوندی کے لیے نذر ناسل~~

جیسے جانوں کو راہ میں ترک کرنا پڑے، تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ نیز حج اور عمرہ کے تمتع کی صورت (یعنی دونوں کو ملا کر کرنے کی صورت)

۲۳۹

(۷) حج کا احرام باندھ لینے کے بعد نہ تو عورت کا خلوت کرنا چاہیے نہ زنا شوئی کا تعلق ہونا چاہیے نہ ٹرائی جھگڑا نہ ٹرائی کی کوئی بات اور حج کے رصل طیارے تقویٰ ہے۔

۲۴۰

(۸) اس اصل نظم کا اعلان کہ خدا پرستی اور دینداری کی راہ، دینوں، معیشت و فلاح کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ ایک ایسی کامل زندگی پیدا کرنی چاہیے جس میں دنیا اور آخرت دونوں کی سعادت ہو جائے۔

سعادین موجود ہوں۔ حج ایک عبادت ہے، لیکن اس کا عبادت ہونا اس مانع نہیں کہ ہمارا دین دنیا کی تجارت کا فائدہ بھی حاصل کرے۔

مال و دولت اللہ کا فضل ہے پس چاہیے کہ اللہ کے فضل کی جستجو میں رہیں۔

۱۱

(۹) دین اور دنیا کے معاملہ میں لوگوں نے افسراط و تفریط کی راہیں اختیار کر لی ہیں۔ حقیقت اعتدال و توسط میں ہے۔

۲۴۱

(۱۰) دین الہی، دنیا کا نہیں، لیکن دنیا پرستی کے غرور و سرشاری کا مخالف ہے۔ یہی غرور و سرشاری

۱۷۲۔ جو ان سے ہر طرح کا ظلم و فساد کرتا ہے۔

خدا پرست ان کو تنہا ہی دنیا میں
مستقل ہو، لیکن اس کا طبع نظر نفس پرستی نہیں
ہوتی، رضا و امانی کا حصول ہوتا ہے۔

~~ہم ان کی طرف سے ہر طرح کا ظلم و فساد کرتے ہیں~~
~~با اوقات رب ہوتا ہے کہ ایک دن ان کی~~
~~دستور میں سے ہر طرح کا ظلم و فساد~~
~~کے لئے ہر طرح کا ظلم و فساد کرتے ہیں~~
~~ان کی طبیعت ختم شدہ ہو چکی ہے~~
~~میں سے ہر طرح کا ظلم و فساد کرتے ہیں~~

ہوتا ہے۔ ~~نویا اس بار میں یہ ہے~~

کہ دیکھا جائے، طاقت و اختیار ماننے کے بعد
سلوک و اخلاق کے ساتھ کیا ہے؟

۱۱۔ حشر و نسل کی تباہی ان کی غرور
دشوار کا سبب بنی ہوئی ہے۔

دشوار کا سبب بنی ہوئی ہے۔
دشوار کا سبب بنی ہوئی ہے۔

دشوار کا سبب بنی ہوئی ہے۔
دشوار کا سبب بنی ہوئی ہے۔

۱۲۔ آدر زیادہ ظلم و فساد پر آمادہ کرتا ہے۔
۱۱۔ پیروان دعوت سے خطا ہے۔

کہ اس صورت حال سے اپنی حفاظت کریں۔
۱۱۔

۱۲۔ پیروان دعوت سے خطا ہے۔
۱۱۔

۱۳۔ پیروان دعوت سے خطا ہے۔
۱۱۔

۱۴۔ پیروان دعوت سے خطا ہے۔
۱۱۔

۱۵۔ پیروان دعوت سے خطا ہے۔
۱۱۔

۱۶۔ پیروان دعوت سے خطا ہے۔
۱۱۔

۱۷۔ پیروان دعوت سے خطا ہے۔
۱۱۔

۱۸۔ پیروان دعوت سے خطا ہے۔
۱۱۔

۱۹۔ پیروان دعوت سے خطا ہے۔
۱۱۔

۱۷۳۔ (۱) دینی کی ہدایت نمودار ہونے اور
بعد دیگرے پیغمبر مبعوث کیے گئے۔

۱۷۴۔ ہر شخص کی دعوت کا مقصد یہ ہے کہ
ایک ہی تھا۔ یعنی خدا پرستی و سب علی کی

تلقین اور وحدت و اخوت کا قیام۔
۱۷۵۔

۱۷۶۔ کہ ان کے نزول کا مقصد یہ ہے
کہ ان کے نزول کے نفرت و اختلاف

میں ختم ہو۔
۱۷۷۔

۱۷۸۔ مومن ہونے کے لیے صرف یہ
کافی نہیں کہ ایمان کا

خود ہے کہ ایمان کا
میں ثابت قدم رہو، جو تم سے پہلے حق پرستوں

کو پیش آچکے ہیں۔
۱۷۹۔

۱۸۰۔ خیرات کا حکم اور اس
غلطی کا ازالہ کہ لوگ سمجھتے تھے خیرات

غیروں کا کوئی سبب ہے۔
۱۸۱۔

۱۸۲۔ رشتہ داروں کی مدد کرنا خیرات نہیں ہے۔
۱۸۳۔

۱۸۴۔ جہاد کا حکم
(۱) جنگ تیار ہے کہ کوئی خوشگوار

بات نہیں ہے، لیکن اس دنیا میں کتنی ہی
خوشگواریاں ہیں جو ناگواروں

سے پیدا ہوتی ہیں اور کتنی ہی خوشگوار
باتیں ہیں جن کا نتیجہ ناگوار ہوتا ہے!

۱۸۵۔ (۲) جنگ ہرگز ہے، لیکن ان کی
۱۸۶۔ طاقت کا ظلم و فساد اس سے بھی بڑھ کر

بڑا ہے۔ جب یہ صورت پیش آجے
کہ ظلم کا ازالہ اور کسی طرح ممکن نہ ہو تو

جنگ کا چارہ نہیں۔
۱۸۷۔

۱۸۸۔ (۳) یہ خلاف دشمنوں کے حرف
اس لیے ہے کہ جنگ کی ہے۔

۱۸۹۔ (۴) یہ ہے کہ کیوں ان کا مذہبی طور طریقہ
چھوڑ کر ایک نئی دعوت قبول کر رہے ہو

۱۹۰۔ یہ ہے کہ کیوں ان کا مذہبی طور طریقہ
چھوڑ کر ایک نئی دعوت قبول کر رہے ہو

پس جب تک کہ اپنے عقیدہ سے دست بردار نہ ہو جاؤ، وہ تمہاری دشمنی سے باز رہے گا۔
آنے والے نہیں۔ ایسی حالت میں اس کے سوا چارہ کار کیا ہے کہ وہ تعلیم کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔

(۴) اسلام نے جنگ کا قدم نہیں اٹھایا اور نہ وہ داعی امن ہو کر اٹھا سکتا تھا، لیکن اس کے خلاف اٹھا یا گیا، اور اس نے پیٹھ نہیں دکھائی۔

(۵) جنگ کے سلسلہ میں تین سوال پیدا ہوئے تھے: شراب اور جوتے کا نفع نقصان سے زیادہ شراب اور جوتے میں کیا نفع ہے؟
زیادہ نقصان ہے۔ شراب اور جوتے کا نفع صرف اتنا ہے کہ انہیں دیکھا جائے، کیونکہ اضافی نفع سے تو کوئی شے خالی نہیں رہتی۔

(۶) دشمنان دشمنوں سے جنگ کرنے کو سلسلے میں یہ سوال پیدا ہوا کہ اگر وہ دشمنان آئے، شاکت جائز ہے یا نہیں؟
خیر، شاکتوں سے شاکت نہ کرو۔ چکر اسکی علت بھی واضح کر دی۔

نکاح و طلاق اور ازدواجی زندگی کی مہمات۔ جنگی طریقہ شریعت سے شاکت کے سوال نے سلسلہ بیان پھیلایا، اس طرف پھیر دیا ہے۔

(۱) عورتوں سے اگلے مسئلے کے خاص

ایام میں علیحدگی کا حکم۔ اگر وہ بیکار ہو جائے، علیحدگی کی علت بیان کر کے ان نوکریاں کا ازالہ کر دیا گیا جو اس بار میں پیدا ہو گئے تھے۔
اور کھانا چاہئے کہ ان ایام میں عورتیں نکاح

(۲) فطرت نے مرد اور عورت کے ہم جنس ہونے اور وطنیم، زوجیت ادا کرنے کے لیے جو بات جس طرح پھرا دی ہے، اسی طرح ہونی چاہیے۔

(۳) اس معاملہ میں جو چیزیں پیدا ہوئی ہیں، ان میں سے جو چیزیں نکاح کے لیے ضروری ہیں، ان کا ازالہ۔

(۴) کسی جائز اور حلال چیز کے خلاف بات کے خلاف قسم کھالینا اور اللہ خدا کے نام کو بے جا استعمال کرنا، جیلہ بنانا، خدا پرستی کے خلاف ہے۔

(۵) نوجوانوں کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔ اصل میں یہ ہے کہ جو بات ان کے دل کے تصور سے کی ہو، اسی کے لیے وہ عند اللہ جوابدہ ہوگا۔

(۶) اگر بیوی سے خواب کاہ کا شوق نہ رکھنے کی قسم کھالی جائے (جب اصل پر مدد ملے) کہتے تھے) تو کیا کرنا چاہیے؟
طلاق کے احکام اور اس بارے

میں جو مفاسد پیدا ہوئے تھے اور عورتوں کی حق تلفی ہو رہی تھی، اس کا انسداد۔
(۱) خطہ طلاق کی عدت کا ایک مناسب زمانہ مقرر کر کے نکاح کی اہلیت، نسب کے تحفظ اور عورت کے نکاح کی ختمانی کی

سہولتوں کا انتظام کر دیا گیا۔
(۲) اگر طلاق کے بعد شوہر رجوع کرنا چاہے تو وہی زیادہ مقدار ہے۔ کیونکہ شرعاً مطلوب عذاب ہے، نہ کہ تفرقہ۔
(۳) اس آلِ عظیم کا اعلان کہ جب

کثیر التعداد ہونے کے جہاد سے اعراض کیا تھا۔
 راہ جہاد میں مال خرچ کرنا، اللہ کو قرض دینا ہے! سرگزشت ہفت روزہ
 طاہرہ کی (۱) سرگزشت ہفت روزہ
 اسرائیل اور فلسطینیوں کے ساتھ کی سرگزشت
 اور قوموں کے ضعف و قوت اور فتح و
 ازیمت کے بعض اہم تقاضے:
 (۱) جس گروہ میں جبر و استقامت کی
 روح نہیں ہوتی، وہ اس میں جبر
 با اوقات سعی و عمل کے دلوے پیدا ہو
 جاتے ہیں، لیکن جب آزمائش کا وقت آتا
 ہے، تو بہت کم کھلے ہیں جو ثابت قدم
 ہوتے ہیں۔

(۲) حکومت و قیادت کی جس میں
 صلاحیت ہوتی ہے، وہی اس کا اہل ہوتا ہے
 اگرچہ مال و دولت ہے اور جاہ و شہر
 (۳) سے محروم ہو۔

(۴) صلاحیت کے لیے اصلی حیرت
 اور جسم کی قوت ہے۔ اپنے دماغی اور جسمانی
 استعداد۔ ~~نہ کم نفع و خاندان اور دولت~~
 (۵) جو شخص سردار مقرر ہو جائے
 جائے کو جاہیہ، سیکے دل سے اُکھی اٹھ
 کرے۔ اگر ایک جائے میں اطاعت
 نہیں ہے، تو وہ کبھی زندگی کی کٹ کشن میں
 مایا ب نہیں ہو سکتی۔

(۶) طاہرہ کی قوت کا پانی سے روک کر
 صبر و ثبات اور اطمینان و اقیانوس کا پانی لینا
~~فیصلہ میں وہ اصل چیز ہے اور اطمینان~~
 جو لوگ ایک گھڑی کی بیاس ضبط
 نہیں کر سکتے، وہ میدان جنگ کی فتنیں
 کیونکر برداشت کر سکتے!

(۷) گتھی ہی چھوٹی جائیں ہیں جو
 بڑی جائیں ہیں غالب آجاتی ہیں اور گتھی
 ہی بڑی جائیں ہیں جو چھوٹی جائیں ہیں

سے شکست کھا جاتی ہیں۔ فتح و شکست
 ۲۶۱ کا دار و مدار ~~جسمانی قوت کی کثرت و قلت پر~~
 نہیں ہے۔ بلکہ ~~دلوں کی قوت پر ہے۔~~
 اللہ کی مدد انہی کو ملتی ہے جو صابر
 ثابت قدم ہوتے ہیں۔

(۸) سچی دعا وہ ہے جو استعداد
 عمل کے ساتھ ہوتی ہے۔ ~~طاہرہ کی سرگزشت~~
 نہ دینی دعا جس میں نہیں ہے بلکہ "ہمیں فتح عطا کر"
 بلکہ فتح نصرت کی طلب سے پہلے جبر و ثبات
 کی طلب گاری ہے۔

(۹) اگر جائزہ لیں اور قوموں میں باہمی
 کشمکش اور منافقت نہ ہوتی، تو دنیا ظلم
 و فساد سے بھر جاتی۔ اللہ یہ اللہ کا فضل ہے کہ
 نہ جب کبھی ایک گروہ ظلم و فساد میں چھوٹ
 جاتا ہے، تو دوسرے گروہ کو مدافعت کے
 محرکات دے دیتے ہیں اور گروہ کو مدافعت
 کے لیے کھڑے کر دیتے ہیں۔ اگر ایک گروہ کا
 ظلم، دوسرے گروہ کی تعادلت سے دفع
 ہوتا رہتا ہے۔

(۱۰) اس دفعہ ظلم کے لیے جنگ
 ۲۶۲ ~~جنگ ہونے کی ایک وجہ~~

(۱۱) خدا نے مختلف مہدوں میں یکا بعد
 دیگر پیغمبر مبعوث کیے۔ انہوں نے لوگوں کو
 تفرقہ و فساد کی جگہ پر جمع کیا
 حق پرستی و یکائیت کی تعلیم دی۔ اگر لوگ
 اس تعلیم پر قائم رہتے اور گروہ بندی
 نہ کرتے، تو کبھی ایک دوسرے کے خلاف
 نہ ہوجاتے، تو کبھی ایک دوسرے کے
 دھمکے نہ کرتے، لیکن انہوں نے
 وہ نہ ہوتا کہ آپ میں جنگ و خونریزی
 کرتے۔ لیکن انہوں نے تعلیم حق و جہاد دی
 ۲۶۴ اور جنگ و جدال کا سبق دیا جو علم
 بھل گیا رہتا ہے۔ تو کبھی ایک دوسرے
 تو کبھی بھگ کر جاتا ہے و جدال میں مبتلا ہوتا ہے
 لیکن انہوں نے ایک ایک جگہ پر جمع کیا

۲۶۳

کہ یہ آدر کسی بات کی ضرورت نہیں - ۲۶۸
(۳) دعوت کی تاثر دفع مندر کی وجہ

کہ یہ حضرت ابراہیم کے ایک واقعہ کی طرف
رہ - وہ ماری سا زور مان
سے یک ظلم مردم تھے اور وقت کا سرکش پادشہ
پر طرے کے ~~موت~~ طاقتوں سے مسلح تھا - لیکن
وہ محض دعوت کا حربہ تین تینا دعوت
کا حربہ لیکر کھڑے ہوئے اور دفع مند ہوئے
خدا اس حقیقت کی طرف اشارہ کہ
دعوت کی راہ یقین و ہدایت کی راہ ہے
ہے - جدل و خصومت کی راہ نہیں ہے -

دعوت کی طرف سے یہ ہیں تو کہ مخاطب کو
دعوت کے اچھا دین میں جگہ کر کے رکھنا
ما طقم بند کر دے کہ کلمہ وہ چاہتا ہے تو

۲۶۶ کے دل میں چاہی آتا رہے -

(۵) بنی اسرائیل کے ایام و وقائع میں
اس واقعہ کی طرف اشارہ کہ جب
وہیں پہلے پہل وہیں پہلے پہل وہیں پہلے پہل
تو یہ کہ وہیں پہلے پہل وہیں پہلے پہل
وقت کو تین تین تین تین تین تین تین تین تین
بنی اسرائیل کی دعوت ہے جو ہوئے

اور ان مردہ شہر مردہ پہلے اور مردہ
جماعت کی دوبارہ زندگی کا سامان ہوئے! ۲۶۹
(۶) دعوت حق سے مردہ رجوع

کا زندہ ہو جانا ہو کر ہو جانا اور خوش
و گمراہ افراد کا تربیت یافتہ جماعت
بن جانا اور اس بارے میں ۵۰ ~~بصیرت~~

جو حضرت ابراہیم پر واضح کی گئی تھی - ۲۷۰
جاد کا بیان ختم ہوئے - رب بیان
آکام کا سلم ایک دوسرے حکم کی طرف
منوجہ ہوتا ہے -

گزشتہ بیانات میں جعفر احکام
دیئے گئے ہیں، زن سب کی سچی تعریف بھی
ہو سکتی ہے کہ نیکی کے لیے مال خرچ کرنے کی
پوری استعداد پیدا ہو جائے - اس لیے بیان

تو کبھی باہمی جنگ و جدل میں مبتلا نہ ہو، لیکن
انہوں نے نہ کروہ بند بن کر کے انگ انگ
جتنے بنا لیے اور باہمی جنگ کا وہ بھی بوجہ بودیا
جو ہمیشہ پھل لاتا رہتا ہے!

اگر خدا چاہتا تو ان کی طبیعت
ایسی بنا دیتا کہ اس میں نزاع و خلاف
کی استعداد ہی نہ ہوتی، لیکن اس کی حکمت کا فیصلہ
لاہی ہے، ہوا کہ ان کو مجبور و مضطر
نہ بنائے - ہر راہ میں چلنے کی قوت دے ۲۶۵
اس کے لیے جو ہر ایک اختیار کرتے ہیں
کے لیے ہر ایک کو کھلیا ہے

(۱) جب جنگ ناگزیر ہے تو اس ثقلت
نہ کرو اور بڑی چلا دی یہ ہے کہ ایک یہ اپنا
مال خرچ کر دے -

(۱۱) خدا اس حقیقت کا اعلان کہ آخر
ما تر کی ہدایت کا دار و مدار ایمان و عمل پر ہے -
وہ دن نہ تو نجات کی خرید و فروخت
ہو سکتی ہے، نہ کسی کی دوستی آشنا کی کام
دے سکتی ہے، نہ کسی کی سفارش کام
کھا لا جا سکتا ہے -

اس اصل عظیم کا اعلان کہ دین و تقاد کے
عالم میں جبر و استکراہ جائز نہیں -
دین کی راہ دل کے اعتقاد و یقین کی راہ
ہے اور وہ دعوت و موعظت سے پیدا
ہو سکتا ہے نہ کہ جبر سے -

(۱) جاد کے ذکر کے لیے ذکر ایلے
کیا گیا تاکہ واضح ہو جائے جنگ کی اجازت
ظلم و تشدد کے انداز کے لیے درگئی ہے، نہ کہ
دین کی اشاعت کے لیے - دین کی تبلیغ کا
اشاعت کا ذریعہ ایک ہے اور وہ دعوت ہے

(۲) چاہے روشنی ہے - اگر تاریکی چاہی
ہو گئی ہے تو صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ
روشنی نمایاں ہو جائے - اگر روشنی نمایاں
ہو گئی تو پھر روشنی کو دیکھنے روشن دکھلا

احکام کے بعد اب خصوصیت کے ساتھ اتفاق فرمیں
 کے مواظ پر زور دیا جاتا ہے۔ ~~یہ گویا نام~~
 پچھلے بیانات کے لیے ایک متمم بیان ہے :
 (۱) بیکہ کے لیے خرچ کرنا اللہ کے لیے
 خرچ کرنا ہے۔ اب دیکھو کائنات خلقت جن
 خدا کا قانون کا قائل کیا ہے؟ تو یہ بات
 ہر انسان دیکھ رہا ہے کہ اگر علیہ کا ایک دانہ
 زمین کے حوالے کر دیا جائے تو وہ
 ایک کے بدلے پورا درخت واپس کر دیتی ہے!
~~نظر کا یہ دنیا کا قانون بنانے کا~~
 کام کر رہا ہے۔

(۲) اللہ کا بیابان کی ~~فصل~~ شرط
 یہ ہے کہ دانہ خراب نہ ہو، اور زمین میں
 ڈالا جائے۔ پھر کھان چائ پر ~~پڑ جائے~~
~~سبب~~ نہ پھینک دیا جائے۔
 (۳) دیکھا دے کی خیرات بھی امارت
 خاں ہے اور جو شخص خود کی ~~جگہ~~ ~~نہ~~ کی
~~گناہوں میں غم و غور~~
 نیکی، نیکی کے لیے نہیں ~~اپنا~~ نام و نمود کے لیے
 کرتا ہے وہ خدا پرست کا ریاں نہیں رکھتا۔
~~اللہ جو لوگ دیکھا دے کے لیے خیرات~~
 کرتے ہیں ان کی مثال۔

(۴) خیرات کی حقیقت واضح کرنے کے لیے
 کاشت کاری کی دو مثالیں۔

(۵) عام ماری اور عام معوی دونوں
 کے احکام و قوانین یکساں ہیں۔ جو بوڑھے
 اور جس طرح بوڑھے، وہی ہے اور اسی طرح
 پھل بھی پاؤ گے!

(۶) دیکھا دے کی نیکیوں کا ~~دکان~~ ~~دکان~~
 جانا اور اسی ایک مثال۔

(۷) ~~یہ~~ ~~نیک~~ خیر خیرات کے نام سے
 قحاجوں کو نہ دو۔ اگر تمہیں کوئی ایسا چیز دے تو
 تم لینا پسند کرو گے؟

(۸) ان میں ایسی سمجھ بوجھ کا
 پیدا ہو جانا کہ آجہاں اور برائی کی راہوں کا

مثلاً ہو جائے، ان باتوں میں سے جنہیں
 خیرات حکمت سے تعبیر کرتا ہے۔

(۹) دیکھا دے کی خیرات سے روکا گیا

۴، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جب تک
 چوری چھپے خیرات نہ کر سکو خیرات کرو
 ہی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دل میں اخلاص
 ہونا چاہیے۔

(۱۰) خیرات کرنا ادا فرض ہے

~~میں میں نہ تو یہ حکم حسن یہ نہ~~

اور خود اپنے کو فائدہ پہنچانا ہے۔ اب نہ

سمجھو کہ دوسروں پر احسان کر رہے ہو۔

~~اللہ جو لوگ دنیا کا کام~~

دھندلے کا ایک بڑا معنی ان لوگوں کی اعانت ہے جو

(۱۱) خیرات کے ~~بڑے~~ ~~بڑے~~

~~اللہ جو لوگ دنیا کا کام~~

وقت کی خدمت کے لیے وقف ہو گئے
 ہوں۔ ~~یہ~~ صورت ان کی بے نیازوں کی
 ہوئی ہے مگر حالت حاجت مندوں کی

(۱۲) بھیک مانگنے والوں کو سب

دیتے ہیں، لیکن خود در حاجت مندوں

کو کوئی نہیں پوچھتا۔

(۱۳) دینے والوں کو چاہیے

ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر دینے۔

حاجت مندوں کو چاہیے سوال کر کے

اپنی خود داری و نفعت تاراج نہ کریں۔

~~اللہ جو لوگ دنیا کا کام~~

~~اللہ جو لوگ دنیا کا کام~~

سود کی حسرت

نیکی کی راہ میں خرچ کرنے کی استعداد

نہ ہو نہ ہو یا سکتی تھی اگر خیرات کے حکم کے

اللہ سود لینے کی ~~دعا~~ ~~دعا~~ نہ کرتی

جائی جو بھیک بھیک کر سکتی ہے۔

دینے کا مقصد یہ ہے کہ خیرات کا جذبہ

جذبہ بڑھ جائے سود کو مٹائے۔

اگر خیرات کا جذبہ پورا طرح تر قرار جائے

بنیادی

لین دین کی درستی کے - اصول - ۲۷۷

رہن یعنی اگر وہ رکھ کر قرض لینا - ۲۷۸

سورت کا اختتام اور دین حق کے قضا و قضا کا

موت کا خلاصہ - سورت کی ابتدا بھی اسی ہوگی

تھی - اختتام بھی اسی پر ہوا - ۲۷۹

نہ رہے -

تو سورتی کا کوئی فرد محتاج نہیں رہا - ۲۷۶

لین دین کے احکام - چونکہ سود کے

ذکر سے لین دین کا معاملہ چھڑ گیا تھا، ایلے اس کے فرد

۱۱ احکام بھی بیان کر دیے گئے، اور ان نفاذ کے

اصلاح کردی جو اس بارے میں بھی اٹھ اٹھ

آل عمران (۲۸۰)

اللہ و آلہ و آلہ " اور "القیوم" ہے - ۲۷۷

زفرہ ہے - یہ فنا و زوال ہیں - اور حضرت

قائم ہے - وہ عیسیٰ کے لیے تھا کہ قیام نہیں کرتے

جی و قیوم ہونے کا مقتضی تھا کہ ان کی

زندگی و قیام کی تمام احتیاجات ہتیا کر دے -

احتیاجات جسمانی ہیں - روحانی بھی ہیں -

احتیاجات دو طرح کی ہیں : جسمانی اور روحانی

روحانی احتیاجات کے لیے دو چیزیں

دی گئیں : اللہ و الفرقان -

سنت الہی یہ ہے کہ جو لوگ کفر و کشتی

کے ساتھ اللہ کے مقابل کرتے ہیں اور

فرقان یعنی جو عقل و فہم سے کام نہیں لیتے، ان کے

یہ دنیا میں پامرادن ہوتے ہیں اور آخرت میں

عذاب ہے -

۲۸۰

اللہ اللہ بے یقین تھا کہ اللہ کے

عظیم ہمت و در اصول قیوم پر مشتمل ہوتی ہے -

یہ دو طرح

اس اصل عظیم کا بیان کہ اللہ بے یقین

قرآن کے مطالب کی دو قسمیں ہیں : حکمت

اور مشابہات - حکمت اصل و بنیاد

ہیں - ایلے عقل ان کی لیے صاف صاف اور

کھلے احکام ہیں - مشابہات کا عقل ان کے حقائق

سے ہے جو ماوراء عقل ان کی ہیں -

جو لوگ عجم کے سیدھے اور علم میں گمراہ تھے

میں سے کوئی اصل مشابہات میں کاوش نہیں کرتے

ہو کر کہتے ہیں جو کچھ کلام حق میں ہے وہی ہے

موجود جو کچھ کلام الہی میں بیان کیا گیا ہے وہی ہے

تین کہتے ہیں "ان کی دینے خودس وادراک

سے ان کی حقیقت معلوم نہیں کر سکتا -

جو لوگ عجم کے سیدھے اور علم میں گمراہ

ہیں وہ مشابہات میں کاوش نہیں کرتے

جن لوگوں کی سمجھ میں کجی ہے وہ

حکمت کو چھوڑ کر مشابہات کے سچے طرح

ہیں اور ان کی حقیقت معلوم کرنے چاہتے ہیں -

لیکن جو لوگ عجم کے سیدھے اور علم میں گمراہ

ہیں وہ ان میں کاوش نہیں کرتے -

جو لوگ وہ جان لیتے ہیں کہ اللہ بے یقین اور

اللہ بے یقین ہے - جو کچھ کلام الہی میں ہے اس پر

۲۸۱

۲۸۱

جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ انداز

تھا بلکہ ہے وہ وہی چال چل رہے ہیں جو

حضرت موسیٰ کے تھا بلکہ میں آل فرعون نے

اختیار کیا تھی اور قریب ہے کہ انہیں بھی وہی

پیش آئے جو آل فرعون کو پیش آیا تھا - ۲۸۲

جنگ بدر کا نتیجہ اس معاملہ کا ابتدا

تھا - ۱۰۰ فیصلہ کن تھا -

پیر و ان دعوت کو موخفت کہ انہی

موجودہ بے سرو سامانی سے برداشتہ خاطر نہ ہوں -

نہیں اس حقیقت کا اظہار کہ خدا نے

ان کی طبیعت و حالت ایسی ہی بنائی ہے

کہ اہل و عیال اور مال و متاع کی فراوانی میں

لاکھوں ٹری دہائی محسوس کرتا ہے -

۲۸۳

مستی ان لوگوں کے خصائل - ۲۸۴

دین الہی کی حقیقت یہ ہے کہ خدا کے
ٹہرائے ہوئے قانون کی اہمیت کی جائے۔
خدا کا ٹہرایا ہوا قانون کیا ہے؟ بینرین عمل
کا قیام ہے۔ جو جس پر نام کا خانہ خلقت
چل رہا ہے۔

اس حقیقت کی معرفت یوں حاصل
ہو سکتی ہے کہ کائنات ہستی کی شہادت
پر غور و فکر کرو۔

کائنات میں شہادتیں تین ہیں :
۱۔ اللہ کی - ملائکہ کی - اسما کے علم کی - یہ
تینوں شہادتیں اعلان کرتی ہیں کہ خدا کے
سوا کوئی معبود نہیں اور اُس نے تمام کائنات
بہت ہی آسان و آسان طریق پر برپا کر رکھا ہے۔
"الذین یخفون ان یقالہم انہم یؤمنون" یہ قانون تقدیر
و عمل ہے۔ اور اس کا نام "الاسلام" ہے۔
پیروان مذہب کا یہ فرقہ ہے جو
مختلف و متنوع ہے۔ ہر ایک میں اس کے مختلف
ٹہرائے اور خدا اور تعالیٰ کی مختلف
انگ گروہ بنیادیں ہیں۔ اختلاف اس لیے
نہیں ہوا کہ دین مختلف تھے۔ کیونکہ اول
دن سے ہی ایک ہی ہے۔ یہی تمام تہذیبوں و
مذہبوں کو دعوت دیتی ہے۔ توحید و اختلاف
اس لیے ہوا کہ خدا اور تعالیٰ میں آکر لوگوں
نے ایک ایک گروہ بنیادیں کر لیں اور
اصل دین سے پھرنے لگے۔

یہود و نصاریٰ اور شرکین عرب
سے تمام حجت - اصل دین خدا پرستی ہے۔
اسی بائبلین چھوڑ دو۔ یہ بتلاؤ کہ تمہاری
خدا پرستی سے اقرار ہے یا انکار؟ اگر اقرار
ہے تو سارا جھگڑا ختم ہو گیا۔ کیونکہ اسلام
کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اور کچھ نہیں ہے۔

یہودیوں کی قوم گمراہیوں اور
شقاوتوں کی طرف اشارہ ہے۔ جو لوگ حق و
عدالت کے داعیوں کو قتل کرتے رہے ان
سے قبولیت حق کی کیا امید ہو سکتی ہے؟

علماء یہود کی یہ گمراہی کہ جس کتاب
میں اللہ جس تورات کو ثبت و روز
۱۔ بنیال میں ہے پھر تورات میں ہے جس تورات
پر عمل کرنے کا حکم ہے وہ یہ کہ تورات
دعا کر لگے۔

۲۸۵

یہ سب مذہبی گروہ بندی کے غور
نے رن میں یہ فریغ فغاں پیدا کر دیا ہے کہ ہم
نجات یافتہ اہل حق ہیں۔ ہمارا عمل کیا
ہی نبیوں نے ہوا، لیکن ہمیشہ کے لیے جہنم میں
نہیں ڈرا لے جائیں گے۔

۱۱

وقت آگیا ہے کہ حق و باطل کا
فیصلہ ہو جائے۔ جسے اٹھنا ہے اٹھ کر
ہو۔ جسے گرنا ہے گر کر ادا ہو جائے۔ ۲۸۶
پیروان دعوت سے فہم نہ ہو کہ سرکار
عمل ہو جائیں اور ان کی گمراہیوں سے محفوظ
رہیں۔

شخصی طور پر جو حالت کے
اپنے ذاتی رشتوں کو حالت کے رشتے
پر ترجیح نہ دیں اور محارمین ملت کو
اپنے مددگار و رفیق نہ بنائیں۔
جو کوئی خدا سے محبت کا مدعی ہے
اے چاہیے خدا کے رسول کی پیروی کرے۔
خدا کا قانون یہ ہے کہ ہر ایک خلق نے
یہ پیغمبروں کو معبود کرنا ہے۔ جو انکی
پیروی کرتے ہیں، کامیاب ہوتے ہیں۔

۲۸۷

جو سرکشی سے تعالیم کرتے ہیں، ان کا کام ختم ہوتا ہے۔ ۲۸۷
اسی قانون کے ماتحت خدا کا
پیغمبر جو نے آدم، نوح،
آل ابراہیم اور آل عمران (علیہم السلام) کو
برگزیدگی سے فرمایا۔
حضرت مسیح علیہ السلام کی دعوت
سے امتیاز اور حضرت مریم علیہا السلام
کی پیدائش کا ذکر۔

۱۱

حضرت مریم کا طفولیت میں مکمل
کے سپرد ہونا اور زہدانہ توکل۔ ۲۸۸

۲۸۸

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا اور
حضرت یحییٰ کی پیدائش کہ ظہور مسیح مآقہ تھا
حضرت مریم کا بلوغ اور برکات
حضرت مریم کے مواعجیہ حیات کی
بعض جزئیات جن کا علم پیغمبر اسلام کو
بغیر وحی کے نہیں ہو سکتا تھا -
حضرت مریم کو حضرت مسیح
کی پیدائش کی ثبوت -
حضرت مسیح کا ظہور اور
ان کی نادری -

تمام رسولوں کی طرح حضرت مسیح
بھی پچھلی صدائقوں کو حوصلہ دے نہیں
بلکہ از سر نو قائم کرنے کے لیے آئے تھے -
یہودیوں کے سرداروں کا مخالفت
میں سرگرم ہونا اور صرف حواریوں کا
دیان لانا -
یہودیوں کی حضرت مسیح کے خلاف
مخفی سازش، مگر خدا کا انہیں ناکام
کرنا اور حضرت مسیح کو
دینی حفاظت میں لے لینا -

حضرت مسیح کی نسبت خدا کا
وعدہ کہ ۵۰ میں تیرا وقت پورا کر دے گا
تجھے ۱۰۰۰ انبیاء طرف اٹھا لوں گا،
اور تیرے ماننے والوں کو سکرون پر ہمیشہ
برتر رکھوں گا -
عیسائیوں کی گمراہی کہ ان کو مسیح
مسیح کا اعتقاد باطل سدا کر دیا -
خدا اس حقیقت کی طرف اشارہ
کہ اگر وہ مسیح کیسے نہ ہوں گے یہ
اعتقاد قائم کر دیا، رکھا ہے، لیکن
قرآن کی دعوت اس کے برخلاف
کا پاب ہوئی -

عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت -

دوسری دعوت :
دینارے کی بارے باتیں جو ردین، دن بنارے
صدائقوں پر
۲۸۹ میں اور تم تمہارے پیان بھی مسلم ہیں -

۲۹۰ کیا جائے - کوئی دن ن دسراں ن
کو اپ مقدس اور معصوم نہ بنائے،
گو یا نے خدا بنایا ہے -

۲۹۲ توحید و خدا پرستی کا یہ طریقہ حضرت
ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ تھا - یہودیت
یا نصرانیت کی گروہ بندی
اور اس کی گمراہی نہ تھی - اگر یہود اور
نصارے اس بارے میں حجت کرتے ہیں
تو یہ جہل و تعصب کی نشاۃ ہے -
یہ گمراہی ہے

۲۹۳ اہل کتاب کی مذہبی زندگی کی شقاوتیں -
اہل کتاب کی بنیاد گمراہی کہ انہوں
نے دین و صداقت کو صرف اپنی نسل اور
گروہ بندی کا درجہ سمجھ لیا ہے اور
کہتے ہیں، یہ ممکن نہیں کہ ایک شخص ہم میں
نہ ہو اور دین کی صداقت رکھتا ہو -

۲۹۴ اہل کتاب کی یہ گمراہی کہ سمجھتے ہیں،
یعنی دین میں دیانت دہی -
غیر مذہب والوں کے ساتھ دیانت داروں
۲۹۵ کے معاملہ کی شجائی ضروری نہیں -

۲۹۶ خرون کا عہد پرستوں کا حال جس
طرح بھی ہم کھائیں، ہمارے باخبر
۲۹۷ حال میں دیانت
۲۹۸ ہم اور خیانت ہر حال میں خیانت -

اصل یہ ہے کہ اُن علماء اور شائخ کی
گروہوں اور بد عملیوں نے تمام قوم کو ہدایت
کے روح سے محروم کر دیا ہے۔ ان میں
عالموں اور فقیہوں کا ایک گروہ ہے جو
تہمتِ رسد کے علاوہ کرتا ہے، لیکن ہوا
نفس سے رکھنے والے ہیں شریف کرتا ہے

اُن علماء اور شائخ نے جہدِ کلین
خدا کو ہدایت کرنے کی جگہ خدائی کرنے لگے
ہیں۔ عوام سمجھتے ہیں کہ یہ وہ حلال دھرم
اور دوزخ و جہنم کا کارا
اختیار دہنی کے حکم میں ہے۔

کسی ان کو یہ جائز نہیں کہ خدا
کے احکام کی جگہ ان کے رائے و قیاس
کے گڑھے ہوئے حکموں کی اطاعت کرے۔
یہ آپ کرنا، خدا کو چھوڑ کر بندوں
کی ہنگام کرنا ہے۔

اس اصل غلطی کی طرف اشارہ کہ
تمام پیغمبر ایک ارشاد کے داعی اور
ایک ہی نبی کے مختلف کلمات
ہیں۔ ان میں سے کسی ایک
کا ارتقا رہا پورا مسلمہ ہدایت کا آغاز
آپ ان دین جہد و جہاد
ہے، یہ بے اختیار کے لیے جائز ہے کہ
قانون ہائی کی جگہ یہ جہت کی ہے

کہ تم جانتے ہو، اللہ کا پورا یا ہوا دین
چھوڑ کر، کوئی اور دین ڈھونڈ لیا ہو
لیکن اس دنیا میں تو وہ دوسرا دین ہو گیا
کیونکہ آسمان و زمین میں جو کوئی بھی ہے اللہ کے
قانون کا قانون کے آگے جھکا ہوا ہے۔
خوشی سے اس قانون کے دائرہ احاطہ سے
بہر نہیں جا سکتا۔

یہ ایک دین ہے، نوع ان کی حالت
کا عالمگیر راہ ہے، لیکن لوگوں نے

ایک ایک گروہ بن دیا، ان میں سے ایک گروہ کو
جہاد نے لگا۔ قرآن ایلے آیا ہے کہ اس
گروہ سے ان کو نجات دلائے۔ پس
کہتا ہے، ~~یہ گروہ~~ ~~یہ گروہ~~ ~~یہ گروہ~~
وہ تمام رعنائیاں عالم کی یکسوی طور پر تصدیق
کرتا ہے، درحقیقت، خدا کی سچائی کے تمام

پیغاموں کی راہ میرا راہ ہے
~~یہ گروہ تصدیق اور شرف حقیقت ہے~~
اس عالمگیر سچائی کے ہوا، دنیا کی
جو اسلام ہے، یہ دین کی نوں راہ ہے خدا کے نزدیک
خدا قبول نہیں۔

۲۹۷

جن لوگوں کا حال ہے کہ ہدایت کی راہ
پاکر پھر اس منحرف ہو گئے اللہ اور سچائی کی
کوئی روشنی ہے، ان کی بصیرت کے لیے ہوا
نہیں، تو یہ ہے کہ اس کو ان کی اصلاح عمل
کا کوئی وسیع نہیں کی جا سکتی۔

۲۹۶

نہ ہوئی، اور آج بھی دعوت حق کا مآخذ
مقابلہ کر رہے ہیں، تو یہ ہے کہ اللہ کا قانون یہ ہے کہ
یہ اصلاح و ہدایت کے کوئی وسیع نہیں کی
جاسکتی، لوگوں پر ظلم و ستم کی راہ کبھی نہیں کھل سکتی۔
جس جزاء عمل، عمل کا قدرتی نتیجہ
ہے۔ پس یہ نہ سمجھو کہ آخرت کی سزا میں
بہ دیکھو، یہ دنیا کی سزائوں کی طرح
ہیں کہ اللہ ایک مجرم جانتا ہے تو مال و دولت ختم
کر کے اپنے کو بچالے لگتا ہے۔
یوں اللہ کو دینی ہونے سے بھر کر دیکھو جب
بھی کفر و عصیت خدا کی عداوت میں کوئی فدیہ
اور معاوضہ قبول نہیں ہو سکتا۔

صرف تو بہ و زنا بت پر ایک ایسی
پنیر ہے جو تمام گناہوں کو کھوڑ دیتی ہے۔
مال و دولت گناہ کے فدیہ میں مقبول
نہیں، لیکن مال و دولت کا خدا کی راہ
میں نریج کرنا جس طرح نیکی کی جگہ
بڑی شرط ہے۔

۲۹۸

علماء یسود کے دوا غرض اور انکا جواب:
(۱) اگر قرآن کی دعوت بھی وہی ہے تو بھیجے
بیسوں کی دعوت تھی، تو بھیجے کیوں قرآن نے
بھی لکھا ہے کہ وہ تمام چیزیں حرام نہیں کر دیں
بھی جو یسودیوں کے بیان حرام ہیں؟
(۲) بیت المقدس کی جگہ خانہ کعبہ
اور کیوں قبلہ قرار دیا گیا؟

بیرون ~~و~~ در وقت سے خطاب کو
 (۱) خود و نصارت کے لئے خطاب کو
 خود نہ کر دے نہ کر دے

پہلے اعتراض کا جواب کہ کھانے کی تمام اچھی چیزیں بنی اسرائیل جنہیں قرآن حلال ٹھہراتا ہے، بنی اسرائیل کے لیے بھی حلال تھیں، اور جن چیزوں کو وہ حرام سمجھتے ہیں، وہ تورات میں حرام نہیں ٹھہرائی گئی ہیں، بلکہ نوزن تورات میں پہلے خود بنی اسرائیل نے ~~خود~~ خود اپنے اوپر حرام ٹھہرائی تھیں۔ ~~اور بعد کو ہم پرستہ~~ ~~انہی پرستہ~~ کا خیال لوگوں میں پھیل گیا۔

دوسرا اعتراض کا جواب کہ خانہ کعبہ
سیدھے ہے جو ان کے لیے خدایرستی کا
معبد ٹھہرایا گیا، اور ~~جو کہ~~ ~~یروشلم~~ ~~کا~~
نعرہ ہو اور یروشلم کے حیل کی تعمیر سے
بہت پہلے حج و عبادت کا مرکز مومنان کا تھا
یہی وہاں دعوت سے خطاب موعظت اور
قیام و رشد و ہدایت کے بعض اصول
و مسائل :

(۱) پیروی و رضا کی گراں نہ
ہا باتوں کی پیروی ہے بگو۔
(۲) ایمان کی برکتوں کے حصول کے لیے شرط راہ
رضاعت ہے۔

(۳) جامعہ کے تفرقہ سے جو۔
 (۴) ~~نہ میں ہی ایک جامعہ ہونا چاہیے~~
 (۵) ~~نہ میں ہمیشہ ایک جامعہ گروہ ہونا چاہیے~~
 (۶) جو داعی الی الخراسان اور
 اس کے معروف دینی عن المسکرین سرگرم رہے۔

(۴) جماعت کے تفرقہ کی طرح دین کا اختلاف بھی ممکن ہے۔ ~~اور~~ اہل کتاب ہیں اہل کتاب کی طرح ~~اور~~ فرقہ بندیوں میں مبتلا نہ ہو جائے۔

(۶) تم تمام آفتوں میں لا بھرا
 ہو۔ یہ غیب میں ہے۔
 ہو۔ دور ایسے ظہور میں آئے ہو کہ
 راتوں کو شب بنائی۔

قرآن نے مسلمانوں کا جانتی نصیب
 وعین یہ نہیں قرار دیا کہ سب برتر
 اور قنور ہوں " بلکہ کہ " سب
 بہتر " ہوں - ان کے کسی گروہ کے لیے
 اس اعلیٰ نصیب وعین نہیں ہوتا۔
 اس حقیقت کی طرف اشارہ کہ
 اگرچہ دونوں طرف سے زبان دہرانت کی طرح
 عقور نہ ہوئی ہوگی " تو وہ اس نوعیت
 کے صحتی ہوتے -

اس حقیقت کی طرف اشارہ کہ یہود اور نصاریٰ کے جو گروہ نزدِ آقرآن کے وقت سے بھی اکیس صدیوں پہلے تھے، وہ کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے۔

۲
ہندوؤں کی طور محرومی کی طرف
اٹ رہا کہ حکومت و کاروائی سے محروم
ہو چکے ہیں اور زبان نہیں بھی آتیں
~~حکومت دیکھ گئی ہے کہ حکومت~~
امن ملا ہے حکومت کی ذلت کا امن ہے

یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ قوسر
 ملکوتیت کو قرآن کس نظر سے دیکھتا ہے؟ ص ۳۰۳
 یہ بات نہیں ہے کہ تمام بنو دین اور
 نصاریٰ کا حال ایک ہے۔ بلکہ
 بعض کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ایمان و عمل
 کی راہ میں استوار ہیں لیکن ایسے لوگ
 غالباً معدود ہوتے ہیں۔ غالباً تعداد انہی
 کے ہے جنہوں نے سچائی کو درپیش
 رکھا ہے۔ اب میں جو لوگ ایمان و عمل کی
 سچائی رکھتے ہیں وہ ضرور اپنا اجر پائیں گے۔ ص ۳۰۴

خدا کے تمام کاموں کی طرح اُنکی تائید و نصرت کے بھی تو این ہیں۔ جو جانت کروری غفلت میں پڑ جائیگی، جبر و ثبات میں کچھ ہوگا۔ پوری نہیں اُن کی اعلیٰ عزت و اظہار میں کچھ ہوگی، وہ کبھی کامیاب نہیں ہوگی! (۱۷) سچا مومن موت سے نہیں ڈرتا، لیکن جن میں ایمان نہیں وہ کہتے ہیں اگر صلب سے ملے، فلان آدمی کو کھینچ کر شریک نہ ہوتا تو کامیاب ہو جاتا۔

(۱۵) پیغمبر اسلام سے خطاب اور منصب امانت کے اصولی مسائل۔ کئی بعض اصولی مسائل۔ میں شوریٰ اور عزم دونوں ضروری ہیں۔ امام کے لیے ضروری ہے کہ جماعت سے شورہ کرے، لیکن ساتھ ہی بھی ضروری ہے کہ صاحب عزم ہو۔

(۱۶) مسلمانوں سے خطاب کہ پیغمبر ادا و خراج امانت میں کبھی خیانت نہیں کر سکتا۔ جو طے سے اس درجہ مختلف ہوتے ہیں کہ ممکن نہیں اس میں شک ہو سکے۔ دہوا ہوئے۔ (۱۷) جنگ احد کی آزمائش نے منافقوں کے چہروں سے نقاب ہٹا دیا۔ اُلٹ دی۔ بعض واقعات کی طرف اشارہ رہ جن سے منافقوں کی نفسیاتی حالت پر روشنی پڑتی ہے۔

(۱۸) جو قانون الہی یہ ہے کہ دنیا میں نیکی اور بدی دونوں کو پہلے ملتی ہے، پس بات سے دہوکا نہیں لگانا چاہیے۔ لا دیکھنا چاہیے کہ آخر کامیاب کون ہے؟

(۱۹) وقت آگیا ہے کہ مومنوں اور منافقوں میں امتیاز ہو جائے۔

(۲۰) جو لوگ راہ حق منافقوں پر

راہ حق میں مال خرچ کرنا حق کرنا تھا۔ فرمایا جو لوگ بخل کرتے ہیں، اُنکی دولت اُن کے لیے سلب عذاب ہوگی۔

۳۲۲

سید بیان کا وہ حصہ جو صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھا گیا تھا ختم ہوتا ہے اور وہی اب پھر بیان شروع ہو جاتا ہے جو اس پہلے تھا۔ نئے راجل کتاب سے خطاب اور دعوت حق کی فتح شہر کا اعلان۔

۳۱۵ جنم کے منافقوں میں کچھ زیادہ تر

جو وہ تھے اُنکی شہادتوں کی طرف اشارہ کیا۔ علامہ دیود کا یہ قول کہ میں اُسی نبی کے ماننے کا حکم دیا گیا ہے جو مومنین قرآنی حکم کے ساتھ آئے۔ اور اس کا جواب۔

۳۲۳

بیرودان دعوت سے خطاب کہ شریعت علم اور اہل کتاب دونوں تھاری خیانت میں کر رہے ہو گئے ہیں۔ اُن کے ماننے والے ہیں جو مومنین کے ساتھ ہیں۔ لیکن اگر تم بھی ان کے ساتھ ہو گئے ہو تو تم بھی ان کے ساتھ ہو گئے ہو۔

۳۱۷

اس لیے ہے۔

بیرودان دعوت سے خطاب کہ اس راہ میں مال کی آزمائشوں سے گزرنا ناگزیر ہے۔ جو ضروری ہے کہ دشمنوں کے ہاتھوں آزیت برداشت کرو۔ لیکن اگر سرِ رشتہ جبر و تقویٰ کے ساتھ نہ چھوڑا، تو بلاخرہ کامیابی تمہارے ہی لیے ہے!

۱۱

اسلام و زمین جو کچھ ہے اس کا خطاب

حق کی معرفت و انتقام کا شہرہ

۳۱۸

ذکر اور کھانا ہے فکر ہے۔ ذکر سے غفلت دور ہوگی۔ فکر سے معرفت حقیقت کے دروازے کھل جائیں گے۔ اشد کافروں ہے کہ وہ کسی ان کا عمل حق ضائع نہیں کرتا۔

۳۲۱

جو لوگ راہ حق میں صاحب برداشت کر رہے ہیں وہ یقین رکھیں کہ اُن کے اعمال کئی کئی گنا مغرب حاصل ہو گئے۔

۳۲۵

تین بعیر تین جو گویا سورت کے بیان ت
کا خلاصہ ہیں - ۳۲۷

سورت کے ابتدا جس بیان سے ہوئی تھی
اُسی پر اختتام اور سورت کے بعد غلط و غلط
کا خلاصہ تین بعیر تین جو گویا سورت
کا خلاصہ ہیں -

النَّسَاء

(۳۳۸)

بہارہ بیویوں بہ یک وقت چار
بیویاں لکھ تک رکھ کئے ہو بشرطیکہ
یکساں عورت کرکوں عدل کرکوں -
(۴) علی تقسیم زندگی کا ذریعہ ہے
(بیب تک تقسیم کیے عاقل و باطن نہ ہو جائیں مال اُنکے
حوالے نہ کر دے -

(۵) اس ڈر سے کہ اولاد بڑی ہو کر قابض
ہو جائیگی یا تقسیم باطن ہو کر بھلا کر گئے مال ددو
کو فضول خرچی میں ڈرا دینا بڑی نصیحت ہے -
(۶) (محفوظ اگر محتاج ہو تو بقدر احتیاج
تقسیم کے مال میں سے لے سکتا ہے -

(۷) مقدار کو دیکھ کر اکی اکی
دو توارس پر گواہ کر لو - ۳۳۸

(۸) مقدار ہونے کے لحاظ سے
مرد اور عورت دونوں برابر ہیں -

(۹) تقسیم ورثہ کے وقت خاندان
کے یتیموں و سگینوں اور دور کے رشتہ داروں

کے ساتھ ہی کچھ سلوک کر دینا چاہیے - ۳۳۹

شرک کی تقسیم و مقدار و حصہ

لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر
حصہ ملنا چاہیے -

میت کی وصیت کی تعمیل اور قرض

کی ادائیگی کے بعد جو کہ تقسیم کر لیا جا

جو کچھ بچے اسے وارثوں میں تقسیم کیا جائے -

وصیت اس لیے نہیں کرتی چاہیے کہ

ہو مقداروں کو نقصان پہنچایا جائے - ۳۴۰

کلامہ کی میراث کا حکم - ۳۴۱

اللہ نے ان کی پیدائش کا نظام کچھ
ایک طرح کا بنا دیا ہے کہ پہلے ایک فرد واجب
پیدا ہوتا ہے پھر اس کی نسل سے بچے
افراد پیدا ہوتے ہیں پھر ہر فرد کی
نسل سے لگ بھگ سلسلے کا عام ہوتا ہے
اور سلسلے پھیل کر سلسلہ وہ رہتا ہے -

خدا نے افراد ان کی بامی اجتماع
و اتحاد کے لیے صلہ رحمی یعنی نسلی قرابت

کا رشتہ پیدا کر دیا ہے اور سوانحی کا نظام

جو ایسی پر قائم ہے - اگر اس رشتہ کے موثرات

نہ ہوتے تو ان کی زندگی میں انفرادیت

کی جگہ اجتماعیت پیدا ہوتی - ط

پہلے صلہ رحمی کے حقوق خدا کے ہر ایک

ہوئے حقوق ہیں - اس سلسلہ میں سب پہلے

یتیموں کے حقوق پر زور دیا گیا ہے

محفوظ حقوق کے لیے دس احکام

ہیں تمام مفاد کا اراہ کا اصلاح کر دی جو

میں سے پیدا ہو گئے تھے -

(۱) یتیم کا سب سے پہلے مال اُنکے

(۲) یتیم لڑکے کو سونپ دینا چاہیے

بچہ جس کا گناہ نہ ہو - حافظ کو

کا حافظ اُسکی بیوی پر قابض ہو جائے

کے لیے جس کا گناہ نہ ہو - حافظ کو ایسا نہیں

کرنا چاہیے کہ محض اُسکی دولت پر قابض

ہو جائے کے لیے اُس سے نکاح کر لے -

(۳) ضنا نکاح کا حکم کہ اگر کسی سے

نہ سیکھا وکے لیے خرچ کرنے (۳) اور با اختیار سمجھ رکھا ہے گویا خدا کی
 خدمت میں شریک ہیں۔

پورا اثر رکھتے ہو کہ
 اور اس سے عہدہ ہر ان کے لیے

میں ذرا کے ذکر و عبادت سے اپنی
 مضبوط کرتے رہو۔

طہارت اور تیمم کے احکام۔
 سورہ بقرہ میں نماز و طہارت

کا حکم ہے اور سورہ نساء میں
 کسی طرح جہان بھی نماز کا ذکر کیا

صور یہ ہے کہ ازدواجی
 بعد از زہم داروں سے عہدہ ہر

پھر عبادت الہی کی روح سے
 نشہ کی حالت میں نماز کا قصد

شراب کی حرمت
 ریح ہوا ہے۔ یہ وہی ہے جس سے

تبدیل ہو کر ایک بیہوش
 رکے بعد پیدل حکم سورہ

بقرہ کی آیت ۲۱۶۔
 یہ ہے۔ آخری حکم جس سے

عنان کی گائیدہ کی آیت ۹۲۔
 عبادت نماز کے لیے طہارت

یہ بیان دل کے بے کی میرا
 تہنہ کیا جاتا ہے۔ حقیقت

ہے کہ جس طرح احکام الہی سے تم
 دل کے دل کے بے کی میرا

ب سے منحرف ہو گئے۔ پس
 اگر انہوں سے اپنی حفاظت کرو

م کی یہ ثقافت کہ ذوقی
 دل کا بخار نکالتے۔

نہ سیکھا وکے لیے خرچ کرنے (۳) اور با اختیار سمجھ رکھا ہے گویا خدا کی
 خدمت میں شریک ہیں۔

پورا اثر رکھتے ہو کہ
 اور اس سے عہدہ ہر ان کے لیے

میں ذرا کے ذکر و عبادت سے اپنی
 مضبوط کرتے رہو۔

طہارت اور تیمم کے احکام۔
 سورہ بقرہ میں نماز و طہارت

کا حکم ہے اور سورہ نساء میں
 کسی طرح جہان بھی نماز کا ذکر کیا

صور یہ ہے کہ ازدواجی
 بعد از زہم داروں سے عہدہ ہر

پھر عبادت الہی کی روح سے
 نشہ کی حالت میں نماز کا قصد

شراب کی حرمت
 ریح ہوا ہے۔ یہ وہی ہے جس سے

تبدیل ہو کر ایک بیہوش
 رکے بعد پیدل حکم سورہ

بقرہ کی آیت ۲۱۶۔
 یہ ہے۔ آخری حکم جس سے

عنان کی گائیدہ کی آیت ۹۲۔
 عبادت نماز کے لیے طہارت

یہ بیان دل کے بے کی میرا
 تہنہ کیا جاتا ہے۔ حقیقت

ہے کہ جس طرح احکام الہی سے تم
 دل کے دل کے بے کی میرا

ب سے منحرف ہو گئے۔ پس
 اگر انہوں سے اپنی حفاظت کرو

م کی یہ ثقافت کہ ذوقی
 دل کا بخار نکالتے۔

یہ بیان دل کی حقیقت سے شروع ہوا ہے
 میں عبادت الہی کی پوری توجہ ہے۔

اپنی مدد سے گروہ بندی کی شرطوں اور ماکوں
 کی ڈینگیں مار رہے ہیں۔

گروہ پرستی کے بعد حق و باطل کا اختیار
 باقی نہیں رہتا۔ یہود مدینہ مسلمانوں کی خدمت میں

آکر مشرکین و کفار کو ترجیح دیتے
 کو ان پر ترجیح دیتے۔

یہودین مسلمانوں سے خطاب
 اور قیام عدل، ادا و امانت اور رفع نزاع

کے لیے یہاں آئے ہیں۔
 (۱) یہی اصل یہ ہے کہ جو شخص

جس بات کا حقدار ہو اس کے حق
 کا اقرار کر دے اور جو چیز جسے ملنی چاہیے

وہ اسی کے حوالے کر دے۔
 (۲) جب دو فریقوں میں فیصلہ

کرو تو حق و انصاف کے ساتھ کرو۔
 (۳) یہی اصل دینی یہ ہے

کہ اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو
 اور تم میں جو صاحبِ حکم و اختیار

ہو اُسکی اطاعت کرو۔
 اگر نزاع کا اختلاف ہو تو قرآن

و سنت کے طرف رجوع کرنا چاہیے۔
 جو شخص اللہ کے رسول کے حکم اور فیصلہ

پر عمل نہیں کرتا وہ سب سے دور ہے۔
 عبادت الہی کا نام باغیہ جہانوں

کا رہا ہے۔ انعام یافتہ جہانیں یہ ہیں۔
 دنیا و آخرت۔ شہید صالحین۔

جو شخص اللہ کے رسول کے حکم اور فیصلہ پر مطمئن نہیں
ہو وہ مسلمان نہیں! ~~وہ مسلمان نہیں!~~

~~وہ مسلمان نہیں!~~

وہ مسلمان نہیں!

جس کسی نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی تو
وہ رستہ یافتہ جماعتوں کا ساتھی ہوا۔ انعام
یافتہ جماعتیں چار ہیں: انبیاء - صدیقین -
شہداء - صالحین -

منافقوں کی یہ روش کہ جنگ سے الگ
رہتے۔ پھر اگر کوئی حادثہ پیش آجاتا تو خوش
ہوئے کہ ہم نیچے رہے۔ اگر کامیابی ہو تو
خسرو سے جل مرتے کہ ہم کاش ہم نے بھی ساتھ
دیا ہوتا!

~~وہ مسلمان نہیں!~~

قرآن نے جنگ کا حکم ایسے نہیں دیا کہ دوسروں پر چڑھ
دوڑو بلکہ اللہ ایسے کہ ظلم کا مقابلہ کرو۔
اسی لیے وہ کہتا ہے کہ ~~وہ مسلمان نہیں!~~
مومن کا رٹنا اللہ کی راہ میں ہوتا ہے۔
~~وہ مسلمان نہیں!~~

~~وہ مسلمان نہیں!~~

جب کہ لوگ خوف و رجز میں مبتلا
وہ کہ لوگ باہمی خون ریزی میں مبتلا
تھے۔ اسلام نے اس روکا۔ اب جب ظلم و ستم
کی حالت ہے اور ظالموں کے دفاع میں جنگ کا
حکم دیا گیا تو کچھ دل کے اندر کچھ جی
منافق جی چرانے لگا۔ قرآن اس کی جڑ
پر حاکمیت پر توجہ دلاتا ہے۔

~~وہ مسلمان نہیں!~~

مسلمانوں کو جب بھی منافقوں اور کفار
کے درمیان کی وجہ سے کوئی حادثہ پیش
آجاتا تو منافق کہتے ہیں پیغمبر اسلام کا
اُسکی ذمہ داری پیغمبر اسلام پر ڈال دیتے۔ فرمایا
جو کچھ پیش آتا ہے خدا کے ہمارے ہمارے
تو زمین عمل کا لازم نتیجہ ہے۔ پیغمبر کا کام

پیغمبر حق نیچا دیتا ہے۔ اگر تم عمل نہ کرو تو
اللہ تم سے ناراض ہو گا۔ خود ذمہ دار ہو۔

دعائے دعا کو چاہیے کہ لوگوں کی کج اندیشیوں

کا دل گرفتہ نہ ہو اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ ۳۵۱

اللہ کے رسول کے ساتھ ساتھ
اللہ کا رسول ایسے نہیں آتا کہ لوگوں سے
بہ جبر احاطہ کر لے اور ان کے اعمال کا

۳۵۲ پاسبان ہو۔

منافق زبان سے اٹھتے کرتے مگر
راتوں کو مجلسین جا کر غیباً غیباً
سازشیں کرتے۔

۳۵۳ غیباً اس حقیقت کا استنباط

کہ قرآن ہر ان سے مطالبہ کرتا ہے اُسے
مطالبہ میں غور و فکر کرے۔ پس

جو شخص قرآن کو سمجھ بوجھ کے نہیں
پڑھتا تو قرآن کا مطالبہ پورا نہیں کرتا۔

قرآن کا دوسرا معلوم ہوا قرآن

کی دعوت عقل و بصیرت کی دعوت ہے

اور نہ کوئی ایسی چیز ہے جسے خاص خاص

لوگوں کو سمجھنا پڑے۔

جو شخص قرآن میں تدبیر کر لے وہ

معلوم کر لے گا کہ یہ کلام الہی ہے!

جب کبھی امن و خوف کی کوئی بات

سننے میں آئے تو اللہ عوام میں نہ بھلاؤ

اولوالامر کے آگے پیش کرو۔

جب کبھی کوئی ایسا سلام دریا

بھیجے تو چاہیے کہ وہ رشتہ زیادہ اچھی

بات جواب میں کہو۔ جسے وہ بات

میں نے کہی ہے۔ یا کم از کم ویسی ہی

بات اس پر لوٹا دو۔

ایسے دیکھو کہ جنگ کی حالت ہو یا امن کی

کی حالت ہو۔ مسلمان ہر ایک موافق ہو یا

نہ ہو۔ ہر ایک موافق ہو یا مخالف

لیکن حسن اخلاق و ان نیت کا مقتضی یہ ہے
کہ جو تم پر سلاقتی بھیجے تم بھی اُسے سلاقتی
جو اب دو اس پر آکا دیں اور دو سو ۳۵۵
مکہ میں بھی غارتگوں کے ایک جماعت
جب جنگ چھڑی تو مسلمانوں میں کھلبلی
ناتین مکہ کے اختلاف رائے ہوا۔ فرمایا اگر وہ مکہ سے
ہجرت کر جائیں اور دشمنوں کے ساتھ نہ رہیں تو
اُنہیں مخالف نہ سمجھو، ورنہ جو کوئی دشمنوں کا
ساتھ دے گا اُس کا حکم کے ساتھ رہنا ہوگا
۳۵۸ دشمن سمجھا جائیگا۔

ایسے لوگوں سے رفاقت و مردگاری
کا رشتہ نہ رکھو کہ ~~اُن کا حکم بھی دشمنوں کا حکم~~
۳۵۹ ~~فریقہ~~ حقیقت دشمنوں کے ساتھی ہیں۔
~~ابن مسعود~~

البتہ دو طرح کے آدمی اس حالت میں
داخل نہیں۔ اولاً جو لوگ کسی ایسے گروہ کے پاس
چلے جائیں جسے ساتھ تمہاری صلح ہے۔ ثانیاً
جو لوگ ~~کچھ~~ نا طرفدار ہو جائیں۔

اصل اس بارے میں یہ ہے کہ جو کوئی ~~تھوڑے~~
خلاف ~~کچھ~~ صلح و تمیم جو تم صرف اُنہی
لوگوں کے خلاف ہتھیار اٹھا سکتے ہو جنہوں نے
تمہارے خلاف ہتھیار اٹھا یا ہو۔ ~~۳۵۹~~
~~۳۶۰ اگر دشمن صلح پر آمادہ ہو تو تمہارے~~
~~بے جا ترس نہ کہ جنگ اگر ایک گروہ جنگ پر مصر نہیں~~
~~نہیں یہ صلح کا خواہشمند ہے تو خدا نے تمہارے~~
~~بے کوئی روئے تمہارے لیے کسی حال میں بھی جائز~~
نہیں کہ اُس پر ہتھیار اٹھاؤ۔ ۳۵۵

سہ نون کے لیے جائز نہیں کہ بغیر
حالت جنگ کے کسی ان کو خود ~~دشمنوں سے~~
خود بغیر ~~دشمنوں سے~~ دیدہ و دانستہ قتل کرے
اگر نادانستہ کوئی ~~دشمنوں سے~~ نادانستہ کسی
یا ~~دشمنوں سے~~ ~~آدمی کو قتل کرے~~
اگر کسی کے ساتھ سے نادانستہ

۳۵۶ یا ~~دشمنوں سے~~ ~~کسی کو قتل ہو جائے~~ تو مقتول
کی تین حالتیں ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ تینوں
حالتوں کا حکم ~~ایک~~ کے احکام بتلائے گئے۔
جو کوئی ~~دشمنوں سے~~ ~~مسلمان جان بوجھ کر~~
۳۵۸ ~~اللہ~~ ~~فہم~~ کو قتل کر دے تو اس کا لیے آخرت
کا دائمی عذاب اور خدا کی لعنت ہے۔
خدا کے حضور تمام بیگمونیوں کے لیے اجر ہے
مگر تمام نیکیاں یک نہیں ہیں۔ جان و مال
سے جہاد کرنے والوں کے درجہ کو وہ لوگ نہیں
پہنچ سکتے جو جی بد نہیں ہیں۔

۳۵۸ ~~۳۵۸~~ ~~یہ~~ ~~اسلام کی ہجرت کے بعد عرب~~
~~کے دشمنوں~~ ~~ہو گئی تھیں~~ دارالہجرۃ
یعنی مدینہ، اور دارالحرب یعنی مکہ۔ فرمایا
باوجود ~~۳۵۹~~ ~~رستہ~~ کے جو مسلمان
دارالحرب سے ہجرت نہ کرے اور دشمنان
اسلام کا ~~۳۶۰~~ ~~جور و ظلم~~ ~~ذلت کے ساتھ~~ ~~ہو رہے ہیں~~
مستحار ~~۳۶۱~~ ~~وہ بڑی ہی معصیت کے~~
مرتکب ہو گئے۔

خدا کی زمین وسیع ہے۔ اگر رہنا
وطن چھوڑ کر نکلو گے تو ~~۳۶۰~~ ~~اللہ~~ ~~نئی~~ ~~نئی~~
رفاعت کا ہیں اور معیشت کے نئے نئے
سامان ملے گا!

۳۶۰ ~~۳۶۰~~ ~~سفر کی حالت میں ناز قصر کرنے~~
کا اور بہ حالت جنگ ~~۳۶۱~~ ~~ہجرت~~ ایک
خاص طریقہ پر ناز کی جائے
کا حکم جسے صلواتہ خوف کہتے ہیں ۳۶۰
نفا صد کی راہ میں مشقتیں ہون
کو بھی پیش آتی ہیں اور کافر کو بھی، لیکن
مومن کے لیے اُن کا جھلنا سہل ہوتا ہے۔ ۳۶۱
جو کوئی ~~۳۶۲~~ ~~وہ~~ ~~کچھ~~ ~~کوئی~~

۳۶۲ ~~۳۶۲~~ ~~مسلم~~ ~~بیان~~ ~~پھر دوسری طرف~~
~~رہے ہیں~~ ~~جہاد سے جنگ کا ذکر~~ ~~جہاد~~
خدا نے رسول کی اہمیت ~~۳۶۳~~ ~~دشمنوں کے~~

پس بر اسلح سے خطبہ کہ خدا نے پہنچا
 سچے قرآن لے اس لیے نازل کیا ہے کہ حق
 وعدل کا قیام ہو پس ان منافقوں لوگوں کی
 پروا نہ کرو جو جانتے ہیں انصاف و حقیقت
 کے خلاف منہم حاصل کریں۔
 اس مسلم میں قضا و عدالت کی
 بعض بنیادی ہمتات۔ یہ قاضی کو کے لیے
 جائز نہیں کہ غیر مسلم کے معاملہ میں مسلم کی بیاریت
 کرے۔

مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ غیر مسلم
 ہونے کی وجہ سے (جس کا اگر نام
 اگرچہ صحابہ میں ملے)

مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ ہر مذہب
 ہونے کی وجہ سے (جس کا نام اگرچہ مسلمان
 مجرم کی حیثیت کریں۔ اس کی حیثیت میں
 جتنا بند کرنا چاہیں وہی ہو۔
 اور زیادہ معصیت ہے۔

جس شخص پر راہ ہدایت واضح ہو جائے
 اور پھر اس سے پھر جائے تو اس نے
 شقاوت کی راہ اختیار کر لی اور خدا کا
 قانون ہے کہ جو شخص جیسی راہ پسند کرتا
 ہے وہی ہے دے دے ہی نتیجہ تک پہنچا
 دیا جاتا ہے۔ جس شخص کی راہ پسند کرنا

مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ
 جو شخص کی ریت بڑھ کر ہو جائے

یہ کہ مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ
 شرکین عرب کے بعض عقائد و اعمال

شیطان کی طرح بڑی دھوکہ دہاری

یہ ہے کہ طرح طرح کی حقیقت و عمل سے
 ہٹا کر باطل آرزوؤں اور جھوٹی امیدوں میں
 ادھر کو لگن کر دیتا ہے!

۳۶۴

پس بر اسلح سے خطبہ کہ خدا نے پہنچا
 سچے قرآن لے اس لیے نازل کیا ہے کہ حق
 وعدل کا قیام ہو پس ان منافقوں لوگوں کی
 پروا نہ کرو جو جانتے ہیں انصاف و حقیقت
 کے خلاف منہم حاصل کریں۔
 اس مسلم میں قضا و عدالت کی
 بعض بنیادی ہمتات۔ یہ قاضی کو کے لیے
 جائز نہیں کہ غیر مسلم کے معاملہ میں مسلم کی بیاریت
 کرے۔

مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ غیر مسلم
 ہونے کی وجہ سے (جس کا اگر نام
 اگرچہ صحابہ میں ملے)

مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ ہر مذہب
 ہونے کی وجہ سے (جس کا نام اگرچہ مسلمان
 مجرم کی حیثیت کریں۔ اس کی حیثیت میں
 جتنا بند کرنا چاہیں وہی ہو۔
 اور زیادہ معصیت ہے۔

جس شخص پر راہ ہدایت واضح ہو جائے
 اور پھر اس سے پھر جائے تو اس نے
 شقاوت کی راہ اختیار کر لی اور خدا کا
 قانون ہے کہ جو شخص جیسی راہ پسند کرتا
 ہے وہی ہے دے دے ہی نتیجہ تک پہنچا
 دیا جاتا ہے۔ جس شخص کی راہ پسند کرنا

مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ
 جو شخص کی ریت بڑھ کر ہو جائے

یہ کہ مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ
 شرکین عرب کے بعض عقائد و اعمال

شیطان کی طرح بڑی دھوکہ دہاری

یہ ہے کہ طرح طرح کی حقیقت و عمل سے
 ہٹا کر باطل آرزوؤں اور جھوٹی امیدوں میں
 ادھر کو لگن کر دیتا ہے!

۳۶۴

۳۶۵

مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ ہر مذہب
 ہونے کی وجہ سے (جس کا نام اگرچہ مسلمان
 مجرم کی حیثیت کریں۔ اس کی حیثیت میں
 جتنا بند کرنا چاہیں وہی ہو۔
 اور زیادہ معصیت ہے۔

جس شخص پر راہ ہدایت واضح ہو جائے
 اور پھر اس سے پھر جائے تو اس نے
 شقاوت کی راہ اختیار کر لی اور خدا کا
 قانون ہے کہ جو شخص جیسی راہ پسند کرتا
 ہے وہی ہے دے دے ہی نتیجہ تک پہنچا
 دیا جاتا ہے۔ جس شخص کی راہ پسند کرنا

مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ
 جو شخص کی ریت بڑھ کر ہو جائے

یہ کہ مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ
 شرکین عرب کے بعض عقائد و اعمال

شیطان کی طرح بڑی دھوکہ دہاری

یہ ہے کہ طرح طرح کی حقیقت و عمل سے
 ہٹا کر باطل آرزوؤں اور جھوٹی امیدوں میں
 ادھر کو لگن کر دیتا ہے!

۳۶۴

نہی

یہ

اپنے سے

یہ بیوی کے مال پر چہرہ قبضہ کرنا نہیں ہے -

مال و دولت کی خواہش ہر انسان میں ہے

~~مرد و عورت کو خرچ کر کے عورت کو چھوڑ دینا~~

~~یہ بدترین صورت ہوگی جس میں مرد~~

کہ مال و وجہ سے باہم ٹھکنا اتفاقی ہو -

~~نیکو دگر دیکھ سے زیادہ بیوی میں تو~~

~~مستحق عمل تو نہیں کرتے یہ تو دل کا میلان~~

~~بھاری ہے بس کا نہیں - پس~~

ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی صورت

میں عدل کی شرط ہو گئی ہے تو اس کا

مطلب یہ ہے کہ جتنی باتیں تمہارے اختیار میں

ہیں ان میں ہر ایک کے ساتھ یکساں سلوک

کرو اور کسی ایک ہی کے طرف ہا بھل نہ

پڑو -

~~نہو پر کے لیے کا کر نہیں کہ بیوی کو~~

~~اس حالت میں چھوڑ دے کہ نہ تو اس کا~~

~~کوتہ~~

بیان احکام کے بعد پھر تذکرہ غلط

کہ اصلی شے عمل و اشتیاق ہے -

~~تم سے پہلے اتنی قومیں~~

مسلمانوں کو چاہیے دو قواموں بالغہ

چھ اور دو شہداء بعد ہوں - یعنی انصاف

بر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے والے اور اللہ

کے لیے گواہی دینے والے - اگر کسی سے شک ہو جائے

خود اپنی ذات کے ~~میں~~ یا مان باپ

کے خلاف ہو جب بھی اس کے اظہار میں

تامل نہ کریں !

گواہی دینے میں نہ تو کسی کی دولت

کا پردا نہ کرو - نہ کسی کی محتاجی سے ترس لگاؤ -

جو بات کہو صاف صاف اور بے لالچ کہو !

~~وہ خاص یہ فضائل جو سب سے~~

~~ہو سکتے ہیں کہ یہی خدا پرستہ دل میں راسخ ہو جاتا~~

ہو سکتے ہیں کہ سچا ایمان دل میں راسخ ہو جا -

~~وہ خاص یہ فضائل~~

ایمان باللہ کی تفصیل -

اب ایمان ایمانی نہیں جس میں اشتیاق نہ ہو - ۳۶۹

~~خاصیت ایمان ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں~~

~~مگر حالت یہ ہے کہ مومنوں کو چھوڑ کر منکرین حق~~

~~کو اپنا رفیق و مددگار بناتے ہیں تاکہ عزت حاصل کریں~~

~~وہ ایک ٹھگ رکن و رکن و رکن و رکن~~

~~دیکھتے ہیں جو فرق کا بیابان لگا ہوا ہے~~

~~کہتے ہیں ہم تو تمہارے ہی ساتھ تھے -~~

منا فوق کے فضائل و اعمال :

(۱) مومنوں کو چھوڑ کر منکرین حق کو

رفیق و مددگار بناتے ہیں تاکہ عزت حاصل کریں

(۲) منکرین حق کی مجلسوں میں

شریک ہو کر خدای آیتیں جھٹلاتے ہیں -

(۳) ایک ٹھگ رکن و رکن و رکن کی

رفقار دیکھتے ہیں - جھگڑا فرق کا بیابان

ہوتا ہے اس سے کہتے ہیں ہم دل سے تمہارے

ساتھ تھے

(۴) نماز پڑھنے کو کلامی کے ساتھ

(۵) انکا ایک قدم نوز میں ہے - ایمان

ایمان میں - لہذا تو یہ سب طرح کو نہیں ہیں

~~نہ سب سب~~

اس حقیقت کی طرف رٹ رہ کہ دنیا

میں اچھوٹ کی طرح جبروں کو بھی پہلے عمل

ملتی ہے - شریر آدمی اس پہلے سے ٹر

ہو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ کچھ نیک

والا نہیں حالانکہ سب کچھ ہو واد ہے

مگر اپنے معزہ وقت پر -

عذاب و ثواب اس لیے نہیں ہے

کہ خدا اعمال ان کی کا قدرتی نتیجہ ہے -

اگر کسی ان میں کوئی بُرائی ہو تو

اسے مشورہ کرنا اور پکارتے پھرنا جائز نہیں -

نہ اگر کوئی نیکو ہو تو ظلم کے خلاف

ادار بلند کر سکتا ہے -

جو لوگ خدا کے بعض رسولوں کو مانتے ہیں
بعض کو نہیں مانتے وہ ایمان و کفر کے درمیان
ستیری راہ نکالنی چاہتے ہیں -

علماء و یہود کا یہ دھڑلہ کہ اگر سفر اسلام
یکے ہیں تو کیوں آسمان سے ایک ٹکڑی ٹھکانے کی
الم پر نازل نہیں ہو جاتی اور قرآن کا جواب -
یہودیوں کی قوت تاریخ کی شہادتوں
یہودیوں کی اللہ تاریخی شہادتوں کی طرف
راہ رہے شہادت ہوتا ہے کہ خدا پرستی کا

بزرگ کے منہ پر شہادت الہی دینی ہر شہادت
یہودیوں کی یہ شہادت کہ حضرت
مریم علیہا السلام پر تہمان لگایا اور کہتے ہیں
الم نے شیخ کو سولی پر چڑھا کر چھ ہلاک کر دیا -

جب کہ جانتے ہیں -

جب کہ جانتے ہیں اتباع حق کی بوجھ
بہترین رہتی تو جانتے ہیں کا اتباع باتوں کا استعمال
جی اس طرح کرتے ہیں کہ برائیوں کا ذریعہ بن جاتی
ہیں - یہودیوں پر اسی لیے بعض جائز باتیں بھی
سدا للذریعہ روک دی گئیں -

وحدت دین کی اصل عظیم اور اس حقیقت کا
اعلان کہ دنیا کی کوئی قوم نہیں جسے خدا کے پیغمبر پیدا
کے جس پر ہدایت الہی نے انجام حجت نہ کر دی ہو
اور پیغمبروں کا ظہور نہ ہوا ہو - قرآن میں بعض
ذکر کیا گیا - بعض کا ذکر نہیں کیا گیا -

۳۷۷

۳۷۸

۳۷۹

۳۸۰

۳۸۱

۳۸۲

۳۷۶

جب کسی گروہ میں اتباع حق کی روح باقی
نہیں رہتی تو وہ جائز و ناجائز باتوں کا استعمال اس طرح بھی
کرتا ہے کہ طرح طرح کے برائیوں کا ذریعہ بن جاتی
ہیں - یہودیوں پر اسی لیے بعض جائز باتیں
سدا للذریعہ روک دی گئیں -

۳۷۷

۳۷۸

۳۷۹

۳۸۰

۳۸۱

۳۸۲

۳۸۳

۳۸۴

۳۸۵

۳۸۶

۳۸۷

۳۸۸

۳۸۹

۳۹۰

۳۹۱

۳۹۲

۳۹۳

۳۹۴

۳۹۵

۳۹۶

۳۹۷

۳۹۸

- ۱۹ -
 سورہ المائدہ
 (۳۸۱)

- ۳۸۵ مسلمانوں! اپنے معاہدے پورے کرو۔
 اپنے احکام الہی کی تعمیل و اطاعت کا عہد پورا کرو!
 (۱) پوشی کا گوشت حلال ہے۔
 بجز ان جانوروں کے جو کھانے کے حرام ہیں۔
- ۳۸۶ (۲) احرام کی حالت میں شکار جائز نہیں۔
 (۳) خدا کے شکاری کی حاکمیت۔
 (۴) ازاں جملہ حرمت کے مہینے ہیں۔
 (۵) ایب نہ ہو کہ قربانی کے جانور اور حاجیوں اور تاجروں کو نقصان پہنچایا جائے۔
- ۳۸۷ (۶) مشرکوں نے تمہیں حج سے روکا تھا۔
 اب تم اس کے بدلے ان جانوروں کو نہ روکو۔
 تمہارا دستور العمل یہ ہونا چاہیے کہ جسکی پیٹھ دو نیک کام میں مدد کرنا۔ برائی میں نہ کرنا۔
- ۳۸۸ قرآن اپنے پیروں کو جہل و گمراہی کی تاریکیوں سے نکالتا ہے اور علم و بصیرت کی روشنی میں لاتا ہے۔
 عیسائیوں کی یہ گمراہی کہ انویسٹمنٹ مسیح کا عقیدہ پیدا کر لیا۔
 یہودیوں اور عیسائیوں کی یہ گمراہی کہ کہتے ہیں ہم خدا کی محبوب امت ہیں۔ ہمارے لیے نجات ہی نجات ہے۔ آخر حالانکہ خدا نے کسی خاص امت کو نجات و سعادت کا پتہ لکھ کر نہیں دیدیا ہے۔
- ۳۸۹ جب ایک قوم عصمت مظلوم کی حالت میں مبتلا رہتی ہے تو اس میں بلند تقاضے کے لیے حد و جدی استعداد باقی نہیں رہتی۔ حضرت موسیٰ کا بنی اسرائیل کو حکم دینا کہ مردانہ وار سر زمین کو غور میں داخل ہو اور ان کی بزدلی و بے ہمتی
- ۳۸۱ دین کی تکمیل کا اعلان۔
 چونکہ دین کامل ہو چکا اس لیے کھانے پینے اور اسی طرح کے معاملات میں بے جا قیدیں اور مہم پرستانہ تنگیوں باقی نہیں رہیں۔
 (۱) اگر سدا سے ہو شکاری کہتے یا پرند کے ذریعہ شکار کیا جائے تو وہ بھی جائز ہے۔
 (۲) اہل کتاب کے ذبح کیے ہوئے جانور کا گوشت بھی حلال ہے۔ نیز انکی عورتوں کے ساتھ نکاح بھی کیا جاسکتا ہے۔
 وضو اور تیمم کا حکم اور اس حقیقت کی توضیح کہ قصود صفا کی اور پاکیزگی ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ خواہ خواہ کی یا بندیان کا درجہ ہیں۔

اسی لیے فرمایا کہ جیسے حکم ہوا کہ جا لیں
 سال تک اس سرزمین سے حرم رہیں گے۔ یہ کوئی
 تابلہ اس عرصہ میں ایک نئی نسل ہو گئے۔ یہ کوئی
 تابلہ اس عرصہ میں ایک نئی نسل ہو گئے۔ یہ کوئی
 تابلہ اس عرصہ میں ایک نئی نسل ہو گئے۔ یہ کوئی

۱۴۰ کا اختلاف ہے جو فرع ہے۔ دین کا
 اختلاف نہیں ہے جو اصل ہے۔

بنی اسرائیل کی یہ ثقافت کہ قتل و خون
 دین میں بے باک ہو گئے تھے؟ یہ اصل اور قانون
 کا کی سرگزشت یہ کہ وہ اس کے خلاف تھے۔

۱۴۱ اختلاف نہیں ہے جو اصل ہے۔
 یہ کہ یہود و نصاریٰ کے درمیان
 سے رفاقت و مددگاری کا رشتہ رکھنے

اور اس کے ساتھ دخل
 جو ملک باغی ہوں، یہ کہ
 باغیوں اور سرزمینوں کے تخریب و جو
 باغیوں اور سرزمینوں کی سزا

۱۴۲ اختلاف نہیں ہے جو اصل ہے۔
 یہ کہ یہود و نصاریٰ کے درمیان
 سے رفاقت و مددگاری کا رشتہ رکھنے

جو روئے کی سزا -
 کسی بات کی ٹوہ میں رضا اور اگر
 کی بات اور دھڑکنا، ایمان و راستی کے خلاف

۱۴۳ اختلاف نہیں ہے جو اصل ہے۔
 یہ کہ یہود و نصاریٰ کے درمیان
 سے رفاقت و مددگاری کا رشتہ رکھنے

مدینہ کے علی و یسوع سے منافقوں کو
 جیتے تھے۔ ٹوہ سے لے کر یہ بھی کرتے تھے۔
 طلب و ہرج و مرج کے لیے تو راستے کے

۱۴۴ اختلاف نہیں ہے جو اصل ہے۔
 یہ کہ یہود و نصاریٰ کے درمیان
 سے رفاقت و مددگاری کا رشتہ رکھنے

نکاح و انصاف احکام میں تفریق کر دیتے ہیں۔
 معاملات و قضایا میں علماء و یسوع
 دین فروشی اور کتاب اللہ کے احکام میں تفریق

۱۴۵ اختلاف نہیں ہے جو اصل ہے۔
 یہ کہ یہود و نصاریٰ کے درمیان
 سے رفاقت و مددگاری کا رشتہ رکھنے

اور جب کسی مجرم کو شریعت کی سزا
 سے بچانا چاہتے تو شرعی حیلے نکالتے تھے۔
 اور یہ معاملہ سب سے اسلام کے ساتھ ہو گیا

۱۴۶ اختلاف نہیں ہے جو اصل ہے۔
 یہ کہ یہود و نصاریٰ کے درمیان
 سے رفاقت و مددگاری کا رشتہ رکھنے

اور کبھی ایسا کرتے کہ معاملہ سب سے اسلام لے مانتے
 ہمیشہ پیش کر دیتے۔ مقصود یہ تھا تو
 کہ حکم کسی طرح حکم شریعت کی تعمیل سے

۱۴۷ اختلاف نہیں ہے جو اصل ہے۔
 یہ کہ یہود و نصاریٰ کے درمیان
 سے رفاقت و مددگاری کا رشتہ رکھنے

یہ جائیں۔ قرآن کا اس پر انکار۔
 قرآن بھلی صداقتوں کا مصدق
 اور ان پر نگہبان ہے۔

۱۴۸ اختلاف نہیں ہے جو اصل ہے۔
 یہ کہ یہود و نصاریٰ کے درمیان
 سے رفاقت و مددگاری کا رشتہ رکھنے

جب پیروانِ قرآن کا طریقہ مانگے گا تو ان کی تصدیق
کا ہے، تو جو تم انکی نہیں مانگے خلاف کیوں کہہ گئے؟

~~کیونکہ یہ سب~~

خدا کے نزدیک ~~بلا~~ بہ اعتبار خیراء کے وہی گروہ
بدتر گروہ جسٹ احکام حق سے ہمیشہ سرکشی کی ہے ۴۰۰

~~اور دینی بڑھائیوں کی بنا پر ملعون ہوا ہے~~

یہودی کہتے تھے کہ تورات کے بعد کوئی کتاب
نہیں آ سکتی اور خدا کے حکم سے ہم نے حضرت

~~موسیٰ سے جو طول و فراز کر کے لینے کی وجہ~~

~~سبب ہم گئے ہیں۔~~

عیسائیوں کی طرح یہودیوں میں بھی فرقہ
بندی نے فرقہ ڈال دیا۔ ہر فرقہ کو دوسرے کا دشمن بنا دیا۔

یہود و نصاریٰ سے فطرتاً کہ جب تک تم

تورات و انجیل بر قائم نہیں ہوئے، تمہارے پاس

دین میں سے کوئی خلیج جو کچھ بھی نہیں ہے۔

محبت و سعادت کا دار و مدار خدا پر ہے

اور تنگ علی پر ہے نہ کہ گروہ بندیوں پر۔

عیسائیوں کو بھی اسی اصل کی تعلیم دی

گئی تھی، لیکن انہوں نے ~~جو کچھ~~ ~~موسیٰ سے~~

تشلیف کا باطل عقیدہ بیدار کر لیا۔

جب کسی گروہ کی ~~حالت~~ ~~مصلحت~~ ہو جائے کہ برائی

میں پڑ کر، اس سے ~~حالت~~ ~~مصلحت~~ باز رہنے کا دلول

پیدا نہ ہو، تو یہ ~~حالت~~ ~~مصلحت~~ شقاوت کی انتہا ہے ۴۰۱

پیغمبر اسلام سے فطرتاً کہ تم یہودیوں

اور شرکین عرب کو ~~حالت~~ ~~مصلحت~~ ملائوں کی نفرت

میں بے زیادہ سخت پاؤ گے، اور عیسائی

بے زیادہ قریب ثابت ہو گئے۔ ۴۰۵

سلسلہ بیان اب پھر اور اونٹنوں

کی طرف پھرتا ہے ~~حالت~~ ~~مصلحت~~ اول مذاہب کی یہ غلطی

کہ انہوں نے ترک دنیا کو تو قرب الہی کا ذریعہ

سمجھ لیا تھا۔ ہے اور اس طرح کہ دشمن

کھا لیتے ہیں کہ فلان لذت اور راحت

الم پر حرام ہو گیا۔ فرمایا، اپ کرنا،

دین میں حد سے گزر جانا ہے۔

(۲) لغو قسموں کا اعتبار نہیں سمجھ

جو جھک کر کھائی ہو ~~حالت~~ ~~مصلحت~~ اور توڑنی پڑے

تو ~~حالت~~ ~~مصلحت~~ کھانا رو دینا چاہیے۔

(۳) شراب، جو آ، معبودانِ باطل کے

ثان ہر حرام ہیں۔ ۴۰۶

(۴) جن لوگوں نے احکامِ حرمت کے نزول

سے پہلے ممنوعہ اشیاء استعمال کی ہو ان

سے مواخذہ نہیں ہوگا۔

(۵) احرام کی حالت میں اگر ~~حالت~~ ~~مصلحت~~ عدا

شا کا مرتکب ہو، تو اس کا بدلہ یا

کفارہ دینا چاہیے۔

(۶) ~~حالت~~ ~~مصلحت~~ احرام میں دریائے شکار

کی ممانعت نہیں کیونکہ بحری نعمتِ غذا

کا بڑا ذریعہ ہے۔

(۷) خدا نے کعبہ کو امن و اتباع

کا مرکز ٹھہرایا ہے، پس اس کے حرمت

کے شاعر قائم رکھو۔ ۴۰۷

(۸) گندی اور فحش چیزیں کتنی ہی

زیادہ ہیں، لیکن ~~حالت~~ ~~مصلحت~~ راغب نہ ہو۔

دانشمند آدمی اشیاء کی کثرت و قلت

نہیں دیکھتا۔ ~~حالت~~ ~~مصلحت~~ نفع و نقصان نظر رکھتا ہے۔

(۹) دین حق یہ نہیں چاہتا کہ تمہارا

ہر عمل کو کسی نہ کسی پابندی سے ضرور ہی باندھ

دے۔ جو کچھ ضروری تھا، بتلادیا گیا،

جو چھوڑ دیا ہے، وہ معاف ہے۔

(۱۰) شرکین عرب بتوں کے نام پر جانور

چھوڑ دیتے اور انہیں مقدس سمجھتے۔

فرمایا، بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، ~~حالت~~ ~~مصلحت~~

اور حام کی کوئی اصلیت نہیں۔

(۱۱) دوسروں کی گمراہی و بد عملی

تمہارے لیے حجت نہیں ہو سکتی۔ ہر ان

دینے نفس کے لیے جوابدہ ہے

نہی پڑے

انہی اپنے گوارہ پیش کریں۔

(۴) جو اٹھا کر لے آئے (۱۰۹) کہ گھر پہنچے سے میں بری ہوں۔ (سورۃ)

(215)

بے درسی عبرت ہے -

یہ ہونا سنت الہی کے خلاف ہے۔

و در این کتاب که در این کتابخانه است

ہو جاتا ہے اور تپان کے فیم و قبول کی استعداد یک علم
معدوم ہو جاتی ہے۔

میکرین محاد کا آخرت کی زندگی سے انکار
اور قرآن کا وجدانی استدلال۔

پیغمبر اسلام سے خطاب کہ معاندوں
کی حق فرافوشیوں پر دل گرفتہ نہ ہوں تمہاری
نیکار کا جواب وہی دے سکتے ہیں جو زندہ
ہیں۔ جو مردہ ہو چکے ہیں، انہیں پکارنا
بے سود ہے!

اگر تم سیرھی لگا کر آسان پر چڑھاؤ

جب بھی یہ سکر ماننے والے نہیں! ۸۲۱

جو لوگ نشانیوں مانگتے ہیں، اگر
فرافوشیت سے بے حق ہیں تو کاخانہ
خلقت کی نشانیوں سے بڑھ کر اور کونسی
نشانی ہو سکتی ہے؟ قرآن معجزاتِ خلقت
پر توجہ دلاتا ہے اور کہتا ہے دنیا کی مخلوق
بجائے خود ایک معجزہ ہے!

جن لوگوں نے عقل و بصیرت مارا کر رکھی
انہی مثال ایسی ہے جیسے ایک بہرا اور گونگا
ہو اور تاریکی میں گم ہو گیا ہو!

ایک قوم ظلم و بد عمل میں مبتلا ہوتی
ہے۔ اس پر بھی خوشحالیان اسے ملتی رہتی
ہیں۔ کیونکہ قانونِ اعمال کے ظلم ہو

ہیں۔ کیونکہ قانونِ اعمال بیانِ کام کر رہا ہے ۸۲۲

پیغمبر اسلام کے منصب و حیثیت کی نسبت
پیغمبر اسلام کے منصب و حیثیت کی
نسبت قرآن کا اعلان ہے اور پیروانِ خدا
کی سیرتِ گرامیہ کا اور ان گرامیوں کا سبب
جو پیروانِ خدا ہیں ان سے اس بار میں پیدا
کردی یقین۔

دعوت و اصلاح امت کے دواہم

اصول۔

دوسرا نقطہ ہے تمہارے ایمان دینے اور

کے آدمیوں کے ساتھ تمہاری مجلس میں نہیں بیٹھ
سکتے۔ قرآن کا اعلان کہ جو لوگ خدا پرست
وکیلِ علی ہیں، انہی کا درجہ اعلیٰ ہے اور

۸۲۰ انہی پر رزقی توجہ و شفقت منبذل رکھو! ۸۲۰

اس اصلِ عظیم کا اعلان کہ وحی و نبوت
کی راہ علم و یقین کی راہ ہے اور جو سکر ہیں
انہی پر اس ظن و شک کے سوا کچھ نہیں۔ پس
چاہیے کہ ہم علم و یقین کی سیرت کی جائے
نہ کہ شک و طعن و شکوک کی۔

استعمالِ بالغذاب کی تشریح۔ ۸۲۱

فطرتِ انسانی کے احوال و واردات

سے استنباط۔ ۸۲۱

قرآن کے نزدیک یہ بھی ایک عذاب ہے
کہ کوئی شخص حدیثِ ایک راہ پر چلے مگر
دفعہ کا حکم فراموش ہو جائے اور
رہے کہ جب تک ایک ایک گروہوں میں بٹ جائے
اور ہر گروہ کو دوسرا گروہ کو اپنی شدت
کا شرہ پہنچائے۔

۸۲۸

جو لوگ جنت جو لوگ سحابی کے سکرموں
اور عذابِ حق کو جبل و نزار کا شغل بنالیں،
بیشک انہی صحبتوں میں شریک

۸۲۹

جو لوگ حقیقت کی روشنی سے محروم ہیں
انہی مثال ایسی ہے جیسے اندھ بیابان میں کوئی
راہ گم ہو جائے!

تخلیقِ باکوق سے استدلال۔ ۸۲۹

قرآن کی اصطلاح میں عالم شہادت

۸۳۰

اور عالم غیب۔ توحیدِ الہی کی حجت جو

۸۳۱ ہر ایمان علیہ السلام پر اتھا کی گئی۔ اسلام

حضرت ابراہیمؑ اور انہی نسل کے

تمام داعیانِ حق اس راہ پر گامزن ہوئے۔ ۸۳۱

اور پیغمبر اسلام

وحی و تنزیل کے سلسلہ کا رد

~~میں~~

علماء یہود کو الزامی جواب -

قرآن کے کتاب الہی ہونے کا ثبوت

اسکی تعلیم کا نتیجہ ہے -

سکرین تنزیل کا حقیقی جواب اور

نظام ربوبیت سے استدلال -

نظام ربوبیت سے توحید پر استدلال -

... - مشرکین عرب کا جنوں اور فرشتوں

کی نسبت مشرکانہ عقیدہ اور اس رد -

دنیا میں اختلاف فکر و عمل ناگزیر

ہے - پس اسکی گد نہ کرو کہ ہر شخص تمہاری بات

ضروری مان لے -

~~بہت پرستون کے بتوں کو برا نہ کہو ورنہ وہ بھی خدا کی بات ہے جس طرح تم کو برا بھلا~~

کہتے - اس راہ میں راودار کی ضرورت ہے -

حق و باطل کے بچے معاملہ میں انہوں

کی کثرت و قلت بعبار نہیں ہو سکتی -

~~سچائی کے مندرجہ اصول ہیں جن پر حقیقت~~

ہے جانوروں کی کھلت و حرمت

کے بارے میں مشرکوں کے اوہام و خرافات

اور جن مخلوق و مخلوقات پر وہ خرافات

اس بارے میں مشرکوں کے

بعض شبہات

کے بارے میں جو اوہام و خرافات

پیدا کر دیے گئے ہیں انکی کچھ پرمانہ رد

اور حلال چیزیں بلا تامل کھاؤ -

... - حلت و حرمت کے بارے میں

جو لوگ جبل و نزاع کرتے ہیں انکی

راہ علم و بصیرت کی راہ نہیں ہے -

ایمان زندگی ہے اور کفر موت ہے -

زنہ اور مردہ وجود برابر نہیں ہو سکتا!

جب کبھی کسی آبادی میں دعوت حق

موزار ہوتی ہے تو وہاں کے سردار و رؤساء

اسکی مخالفت پر آمادہ ہوتا ہے -

صلابت فکر کے رعب و کمال کی ایک مثال

دنیا کی کوئی آبادی نہیں جہاں خدا کے

پیغمبروں کا ظہور نہ ہوا ہو -

ہر فرد اور گروہ کے بہ اعتبار اعمال

۴۳۷ مختلف درجے میں یکساں ہے

خارجی حیثیت

مشرکین عرب سے تمام حجت کہ اگر

۴۳۸ دعوت حق کے مقابلہ سے باز نہ آئے

تو وہ قریب ہے کہ خدا کی طرف سے

پہنچے ہوئے ہیں فیصلہ کر دو

بلا فیصلہ ہوا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ حق

کا بیابان کس کے لیے تھی!

مشرکین عرب کے مشرکانہ اور

۴۳۹ بحرانہ اعمال مثلاً قتل اولاد -

جانوروں کی حلت و حرمت کے بارے

میں اعلان کہ صرف وہی چیزیں حرام ہیں

جسکی تصریح کر دی گئی ہے - رتبہ علاوہ

کئی جانور کا گوشت جو تمام جانوروں کا

گوشت جو عام طور پر کھائے جاتے ہیں

۴۴۰ حلال ہیں

مشرکین عرب کہتے تھے اگر مارا

طریقہ گمراہی کا طریقہ ہے تو کیوں خدا نے

۴۴۱ ان گمراہ ہونے دیا؟

اس اصل غلطی کا اعلان کہ

۴۴۲ خدا پرستی کی راہ یہ نہیں ہے کہ

کھانے پینے میں روک ٹوک کرو اور بہت

سی چیزیں حرام ٹھہرائیں

کہ راہ یہ ہے کہ ان حرام چیزوں

اور برائیوں سے اجتناب کرو اور حقیقت

۴۴۳ نیکی و عدالت کے خلاف ہیں -

91 -

سچائی کی راہ ایک زیادہ نہیں ہو سکتی
پس جنت سی راہوں میں متفرق نہ ہو جاؤ۔ (۵۲)
(محل کتاب
میرزا غلام احمد کی سب سے بڑی گمراہی)
یہ ہے کہ خدا کے ایک ہر دین میں تفرقہ ڈال
کر انگ انگ ۵ گروہ بندیاں کر لیں
۵۵ انہی گمراہوں سے راہ حق کو کوئی
واسطہ نہیں۔

سورت کا خاتمہ اور اس حقیقت
کی طرف اشارہ کہ جس طرح قوموں کے
بے شمار انقلابات ہو چکے ہیں، آپ ہی ایک
انقلاب اب بھی درپیش ہے اور
قریب ہے کہ پروانِ قرآن تبدیلِ قوموں
کے جائیں ہوں۔

ہونے غرضتہا و شدت تفصیل باقر ہے ترجمان القرآن کے اصول تفسیر نوادین نے مقدمہ

کا اٹھارہ رکنا چاہیے جو ترجمان القرآن کے بعد اس سلسلہ کی دوسری کتاب ہے اور کچھ قدیم
سوڈ رت کی تہذیب و تریب میں آج کل معمول ہوں۔

تلف اسباب سے جنکی تشریح کا یہ محل نہیں صدیوں سے ~~کچھ~~
اس طرح کے اسباب و موثرات نشوونما پاتے
رہے ہیں جنکی وجہ سے یہ تدریج 'قرآن کی حقیقت' کا ہوں
سے مستور ہوتا گئی اور رفتہ رفتہ اس کے معنی و فہم کا ایک نہایت پست معیار قائم ہو گیا۔
یہ بستی صرف معانی و معانی ہی میں نہیں ہوئی بلکہ ہر چیز میں ~~پہنچے~~ ہوئی۔ حتیٰ کہ اس
کا زمانہ اس کے الفاظ، اس کی ترکیب، اس کی بلاغت کے لیے نظر و فہم کی
کوہ بلند جگہ باقر نہیں رہی!

ہر عہد کا مصنف اپنے عہد کی ذہنی و آب و ہوا کی پیداوار ہوتا ہے اور
اس کا عہد سے صرف وہی دماغ مستثنیٰ ہوتا ہے جس میں مجتہدانہ ذوق و نظر کی قدرتی
نفس نشی نے صف عام سے الگ کر دیا ہو۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام کی ابتدائی
صدیوں سے پیکر قرون اخیرہ تک 'حقد و فہم' پیدا ہوئے، ان کا طریق تفسیر
ایک رو بہ تنزل معیار فکر کی مسلسل زنجیر ہے جس کی ہر پھلی کڑی پہلی سے
بست تر اور ہر سببی لاشی سے بلند تر واضح ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں حقد
اور ہر طرف بڑھتے جاتے ہیں، حقد، زیادہ واضح، زیادہ بلند اور اپنی
قدرتی شکل میں نمایاں ہوتی جاتی ہے اور حقد نیچے اترتے آتے ہیں
حالت برعکس ہوتی جاتی ہے!

یہ صورت حال 'فراقیت' سائنسوں کے عام دماغی تنزل کا قدرتی نتیجہ تھی۔
انہوں نے جب دیکھا کہ قرآن کی بلند یوں کا ساتھ نہیں دے سکتے تو کوشش کی
کہ قرآن کو اس کی بلندیوں سے گرا کر ~~اپنی بلندیوں کی سطح~~ سے اس قدر نیچے اتار لیں
کہ ان کی بلندیوں کی سطح پر ~~اس کا ساتھ~~ دے سکیں!
اب اگر ہم چاہتے ہیں کہ قرآن کو اس کی حقیقی شکل و نوعیت میں دیکھیں
تو ضرور ہے کہ پہلے وہ تمام پردے ہٹائیں جو مختلف عہدوں اور مختلف گوشوں
کے خارجی موثرات نے اس کے چہرے پر ڈال دیے ہیں۔ پھر آگے بڑھیں
اور قرآن کی حقیقت خود قرآن ہی کے صفوں میں تلاش کریں۔

یہ مخالف اثرات جو ایک بعد دیگرے جمع ہو رہے
دوچار نہیں بے شمار ہیں اور ہر گوشے میں پھیلے ہوئے
ہیں۔ لیکن نہیں کہ اختصار کے ساتھ بیان میں آسکیں۔

چنانچہ لیکن میں نے مقدمہ تفسیر میں کوشش کی ہے کہ انہیں چند اصول و انوار
کے ماتحت سمیٹ ~~لیجئے~~۔ اس سلسلہ میں حسب ذیل دھات قابل غور ہیں:
(۱) قرآن حکیم اپنی وضع اپنے اسلوب اپنے انداز بیان اپنے طریق خطاب

اپنے طریق استدلال؛ غرضکہ اپنی (قرآن مجید) میں دنیا کے وضعی اور صناعتی طریقوں کا پابند نہیں ہے اور نہ اُس سے پابند ہونا چاہیے۔ وہ اپنی ہر بات میں اپنی حکمتوں اور بے مثل فطری طریقہ رکھتا ہے اور یہی وہ بنیاد و امتیاز ہے جو انبیاء کرام (علیہم السلام) کے طریق و حکمت ہدایت کو علم و حکمت کے وضعی طریقوں سے ممتاز کر دیتا ہے۔ پس وضعیت کا رد و
مختار ہر حکمت و حکمت

قرآن جب نازل ہوا تو اُس کے حکمتوں کا پہلا گروہ بھی اسی ہی تھا کہ تمدن کے وضعی اور صناعتی سانچوں میں ابھی اُس کا دماغ نہیں ڈھلا تھا اور فطرت کے سیدھی ساری فکر و حالت برقرار تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن اپنی شکل و معنی میں جیسا کہ واقع ہوا تھا، ٹھیک ٹھیک ویسا ہی تھا کہ اُس کے دونوں میں بس کیا اور یہی قرآن کے فہم و معرفت میں بھی کسی طرح کی دشواری محسوس نہیں ہوئی۔ جیسا کہ کرام پہلی مرتبہ قرآن کی کوئی آیت یا سورت سنتے تھے اور بہ مجرّد سماع اُس کی حقیقت پاتے تھے۔

لیکن صدر اول کا دور ابھی دورِ ابتدائی نہیں ہوا تھا کہ روم و ایران کے تمدن سے پہلے آتشا ہوا اور پھر ہندوستان کے تمدن سے پہلے آتشا ہوا اور پھر روم و ہندوستان کے آتش نے دشت کے تو غیر فطری طور پر تباہی مچا دی۔ دشت اور بغداد کی تہذیب و تمدن کے لیے دورِ شروع ہو گیا۔ تہذیب و تمدن کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ علوم و فنون وضعیہ کا ذوق بڑھے۔ علمائے روم و ایران و ہندوستان میں علوم و فنون وضعیہ کا دور شروع ہو گیا اور یہ تہذیب و تمدن کے نشیمن و ظهور کا قدرتی نتیجہ تھا۔ لیکن اس کا یہ نتیجہ بھی نکلا کہ جو جو جو وضعیہ اور فطری وضعیت کا نفقہ بڑھتا گیا، قرآن کے خطرے علمائے روم و ایران و ہندوستان کے تمدن سے چھٹ کر گئی۔ لیکن اگر علوم و فنون وضعیہ کا دور شروع ہو گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جو جو جو وضعیت کا ذوق بڑھتا گیا، فطرت اور اُس کے اسلوبوں سے جدا ہوتا گیا اور قرآن کے خطرے کے طوفان سے طہقین نا آتشا ہوا اور اس کا دور شروع ہوا۔ کا ذوق بڑھتا گیا، قرآن کے فطری اسلوبوں سے طہقین نا آتشا ہوتی گئیں۔ رفتہ رفتہ وہ وقت آ گیا کہ قرآن کی ہر بات وضعی اور صناعتی طریقوں کے سانچوں میں ڈھال جانے لگی۔ جو کہ سانچوں میں وہ ڈھال نہیں سکتی تھی۔ یہ نتیجہ یہ نکلا کہ اُس کا پیدا ہونے لگا، طہقین سے کچھ ہو گیا اور جو جو جو اور پھر تمدن و تہذیبیں سلجھنے لگیں اور زیادہ اُلجھاؤ بڑھنے لگیں۔ فطرت سے جب بعد ہو جاتا ہے اور وضعیت کا دستغراق طاری ہو جاتا ہے تو وضعیتیں اس پر راضی نہیں ہوتیں کہ کسی بات کو اُس کی قدرتی رنگ میں دیکھیں۔ وہ سادگی کے ساتھ حسن و عظمت کا تصور کر رہی ہیں۔ وہ جب کسی بات کو بلند اور عظیم دیکھتا ہے چاہیے تو کوشش کرتی ہیں کہ زیادہ سے زیادہ

مگر پارے کے لیے اس قدر دشوار کیوں ہو رہا ہے؟ اسی لیے کہ وضاحت ~~کے لیے~~ خود ساختہ سانچوں کے ساتھ اس کی کمی نہیں ہے۔ خود ساختہ ترانوہارے کے قہ میں ہے اور ہم ~~ہیں~~ اس سے قرآن کی بلاغت بھی متاثر ہوتے ہیں۔ وزن کریں!

قرآن کا طریقہ استدلال کیوں سمجھیں؟ نمایاں نہیں ہوتا؟ اسی لیے کہ وضاحت کے استغرائی نے منطق ~~کے طریقے~~ کا سبب بنی ہیں دیدیا ہے اور جاتے ہیں قرآن کے دلائل و براہین بھی اسی میں ڈھالے جائیں!

غرض کہ جس گوشے میں جاؤ گے، اس اصل کو سامنے لاؤ گے!

(۲) ~~ہر کتاب کا مطلب~~ قدرتی طور پر وہی ہوگا بہتر سمجھنے والے ہوتے ہیں جن سے خود صاحب کتاب سے مطلب سمجھنے کا موقع ملتا ہے

(۲) ہر جب کسی کتاب کی نسبت یہ سوال پیدا ہو کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ تو قدرتی طور پر ان لوگوں کے فہم کو ترجیح دی جائیگی جنہوں نے خود صاحب کتاب سے مطلب سمجھا ہوا۔ قرآن میں برس کے اندر بہ تدریج نازل ہوا۔ جب وہ جبرئیل نازل ہوتا تھا صحابہ کرام سنتے تھے، یاد کرتے تھے، نازدوں میں گہراتے تھے اور جو کچھ پوچھتا ہوتا تھا خود پیغمبر اسلام (صلعم) سے پوچھ لیتے تھے۔ ان میں بعض افراد کم فہم ~~ہیں~~ قرآن سے ممتاز ہوئے خصوصیت کے ساتھ فہم قرآن میں ممتاز ہوئے اور پیغمبر اسلام (صلعم) نے اسکی شہادت دی۔ ~~قد~~ مذہبی خوش اعتقادی کی بنا پر نہیں بلکہ قدرتی طور پر ان کے فہم کو دیکھوں بعد کے لوگوں کے فہم ~~کو ترجیح دینا ضروری نہیں سمجھا~~ اور اپنے اپنے علم کے لحاظ سے ~~مفہمات کے مانتے~~ انہی کا دشمن کرتے رہے۔ نتیجہ

اب نہیں سمجھایا۔ بعد کے لوگوں نے اپنے اپنے علم کے لحاظ سے ~~مفہمات کے مانتے~~ نئی نئی کاوشیں شروع کر دیں اور ~~مفہمات کے مانتے~~ صرف کر تفسیر کے خلاف ہر گوشے میں قدم اٹھا دیا۔ کہتے ہیں کہ "سلف و زبان میں توڑ ہیں" لیکن علم میں خلف کا حریف ہے نتیجہ یہ نکلا کہ روز بروز حقیقت متور ہوتی گئی اور اکثر گوشوں میں ایک صاف بات اٹھتے اٹھتے باطل ناقابل حل بن گئی۔

آفت پر آفت یہ ہوئی کہ پہلا ایک کمزور پہلو اختیار کیا گیا، پھر ~~بہتر~~ پھر ٹرچے اٹھتے دور تک نظر گئے، پھر جب سطحوں کو دیکھ کر دوچار ہوئے تو نئی نئی بحثوں اور کاوشوں کی ہماریں ~~پہلو~~۔ نئے شروع، حورشی اور ~~مفہمات~~ منہیات و تعلیقات کا یہ بھی طریقہ چلا۔ ~~مگر جب سے صورتوں میں ظلمات نے~~ بعض فوق بعض کا

اس نے آواز زیادہ اٹھاؤ میں اٹھاؤ ڈالے اور بعض صورتوں میں پردوں کی آئینہ نہیں دے ہو گئے کہ ایک کے بعد ایک اٹھاتے چلے جاؤ ظلمات بعض فوق بعض کا عالم رکھائی ~~ہو~~ دیکھا!

اس بات کا اندازہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ قرآن کا کوئی ایک عام پہلو ہے۔ پہلے اس کی تفسیر صحابہ و تابعین کی ~~روایات~~ میں ڈھونڈو۔ پھر بعد کے تفسیر

۱۔ اگر چہ شاہین دیگر جگہ پر طوالت میں پڑنا نہیں چاہتے لیکن یہاں اس مطلب
 کے لیے ایک دو شاہین شکر مرہیں لے آئے یکم سے یکم بنا دیا اور پھر اُلجھاؤ سدا ہو
 شلاً سورہ بقرہ کے ابتدائی آیتوں کی نسبت حضرت عبداللہ ابن عباس اور ابن مسعود
 رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مہلکینہ یو الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ الخ سے مقصود
 عرب کے اہل ایمان ہیں اور والذین یومنون بانزل الیک الخ سے اہل کتاب کے اہل ایمان۔
 امام ابن جریر نے بھی یہی تفسیر اختیار کی ہے۔ لیکن بعد کے فہرستیں اس پر تانیہ نہیں ہو
 اور عجیب عجیب دور از کار جنہیں پیدا کر دیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سب سے پہلے حدیٰ للمتقین کے
 نسبت دینی حکم قائم نہیں ہو سکتا۔ پھر اس کے مطلب کی نسبت بگڑی۔ پھر قرآن نے تین گروہوں کے
 کو تقسیم کیا تھی۔ اور سوز و غم ہو گئی!

کہ تغیر میں حضرت ابن عباسؓ سے صاف مروی ہے "علم فیزال اللہ اللہ" اور ربیع بن انس سے
 مروی ہے "ما انزل اللہ علیہما السلام" امام ابن جریر کہتے ہیں "فتاویل اللہ علی خذاب وادنیہما
 ما ستوا الشیاطین علی ملک سلیمان من اللہ" واما کور سلیمان "ولا انزل اللہ السور علی الملکین" لیکن
 مدنی طین کوروا "یعلمون انما من اللہ" واما ربیعؓ "ما انزل اللہ السور علی الملکین" لیکن
 مدنی بے رس تغیر بر نہیں پڑتی بلکہ خود خرافات ہے یہودیوں میں مشہور ہے کہ جب
 یہ حکام کثوں میں آگئے اور یہودیوں کے قصص و خرافات سے متاثر ہو گئے ہیں۔

حق کہ حدیثیں نے یقین دلا دیا ہے کہ ان غنا صبر کے لئے خفیہ اثرات ہیں جو کہ
فصلی صرف دل نظر ہی میں کر کے یہ اثرات پیدا کرتے ہیں۔

(۴) ایک طرف قصص بہ و کشف کی روایات سے ۱۱ توافقی مواء دوسری طرف

(۵) اس صورت حال کا بے زیادہ زخوس نامک نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن مجید میں اس قدر کمال

۱۳۰۳ قمری جامع الیاسی و شمس المصطفیٰ جلد اول صفحہ ۱۳۰

کا طریقہ استدلال دور از کارِ دقیقہ ہے۔ منجیوں میں گم ہو گیا۔ یہ ظاہر ہے کہ اُس کے تمام بیانات کا محور و مرکز، اُس کا طریقہ استدلال ہی تھا۔ اس کی اشادات و بعائرت اُس کے قصص و احوال اُس کے مواظف و حکم، اُس کے قواعد و مہات؛ اسی چیز سے ~~اُس کی اور اُس کی~~ ~~اُس کی اور اُس کی~~ ایک چیز کی گم ہوئی تو اُس کا سب کچھ ہی گم ہو گیا : کھلتے اور اُچھرتے تھے۔ یہ

پہن درن کہ سید گشت، مدعا درن حاجت!

ہیں ورنہ کہ سیدہ سیدہ کے ہاں جو کچھ ہے وہی وہی ہے۔
 انبیاء و کرام کا طریق استدلال یہ نہیں ہوتا کہ منطقی طریقہ پر جو کچھ نظریہ عقائدات تشریف
 دیں۔ پھر ان کی بحثوں میں ~~و~~ مخاطب کو آجھائیں۔ وہ براہ راست تلقین ~~کے~~ اور
 داد عان کا خطری طریقہ اختیار کرتے ہیں جسے ہر دماغ و جدائی طور پر بالمشافہ اور
 ہر دل قدرت طور پر قبول کر لیتا ہے۔ لیکن فلسفہ و منطق کے انتہائی ہمارے مغشبین
 منطقین کو فلسفہ و منطق کے انتہاک نے اس قابل ہی نہ رکھا کہ کسی حقیقت کو اس کی سیدھی
 ساری شکل میں دیکھیں اور قبول کر لیں۔ انہوں نے انبیاء و کرام کے یہ بڑی فضیلت ~~کے~~
 اس میں سمجھی کہ انہیں منطقی مبادی اور قرآن کی عظمت اس میں نظر آئی کہ اس کی ہر
 بات و سطوح کی منطقی کے سانچے میں ڈھل ہوئی نظر۔ اس سانچے میں وہ ڈھل
 نہیں سکتی تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن کے دلائل و براہین کی ساری خوب روئی اور دلنشینی نظروں کے
 رکھنا ~~کے~~ حقیقت کو کم ہو ہی چکی تھی لیکن وہ بات بھی نہ بنی جو یہ لوگ بنانی
 چاہتے تھے۔ شکوک و ایرادات کے بے شمار دروازے کھل گئے جن کے کھولنے
 میں تو امام رازی کا کچھ بہت تیز نگاہ لیکن بند کرنے میں کچھ نرسری نہ دکھلا سکے!
 (۶) ~~یہ~~ صرف طریق استدلال ہی میں پیش نہیں آئی بلکہ تمام گوشوں میں پہنچ

جس کا اثر پڑا۔ منطقی و فلسفہ کے مباحث نے طرز طرز کی نئی مصطلحات پیدا کر دی
تھیں اور عربی لغت کے الفاظ ان مصطلح معانی میں متعمل ہونے لگے تھے۔ ~~یہاں~~ یہاں پر ہم کہ
قرآن کا موضوع ~~و موضوع~~ فلسفہ یونانی نہیں ہے اور نہ نزول قرآن کے وقت
عربی زبان ان مصطلحات سے آشنا ہوئی تھی۔ ~~مگر~~ ^{لیکن} جہاں کہیں قرآن
میں وہ الفاظ آئے ہیں ان کے معانی وہ نہیں ہو سکتے جو وضع مصطلحات کے بعد قرار پائے ہیں
لیکن اگر رب ان کے وہی معنی ~~ہوئے~~ ^{ہوئے} اور اس کی بنا پر طرز طرز کی دراز کار
جس میں پیدا کر دی گئیں قدم، حدوث، خلود، احدیت ^{ثبوت} وغیرہم نے وہ
معانی پیدا کر لیے ~~تھے~~ جن کا صدر اول میں کسی جامع قرآن کو دہم و ثمان معنی ہوا ہوگا۔

۱۷ (۷) اسی تخم کو یہ بھی برگ و بار ہیں کہ سمجھا گیا "قرآن کو وقت کی تقصیر سے رخصت کر دینا چاہیے۔ چنانچہ کوشش کی گئی کہ ~~کچھ~~ بطلیموس کا ترہان ثابت کیا جائے۔ اس پر ~~کچھ~~ جس طرح ہجرت کوشش کا آج کل کے دانش ور کوشش فروشوں کا ~~بڑا~~ بڑا طریقہ تفسیر ہے کہ موجودہ علم ہیئت سے قرآن کی رعایت رکھائی جائے۔

(۸) ہر کتاب اور معلم نے کچھ مرکزی نفا صد ہوتے ہیں اور اس کی تمام تفصیلات انہی سے گرد گردش کرتی ہیں۔ ~~فہرست~~ جب تک یہ مراکز سمجھ میں نہ آئے ^{ہوئے} دائرہ کی کوئی کتاب سمجھ میں نہیں آسکتی۔ قرآن کا بھی یہی حال ہے۔ ~~یہ~~ کچھ اُس کے بھی چند مرکزی نفا صد و مقامات

کسی نے اسکی ضرورت محسوس نہیں کی کہ ~~فحک~~ چند محکوم کے لیے تعلیم سے انکے ہر کار تحقیق کرے کہ
 عالم کی اصلیت کیا ہے۔ رفتہ رفتہ تفسیر نویسی کی بہتیں دستبردست ہو گئیں کہ کہ تداول
 تفسیر پر حاشیہ چڑھانے سے آگے نہ بڑھ سکیں۔ بیضاوی اور جلالین کے ~~تفسیر~~
~~تفسیر~~ کس طرح قوت تصنیف راگیاں گئی ہیں۔

(۱۲) زمانہ کی بد ذوقی نے بھی ہر بد مذاقی کو سہارا دیا۔ ~~ہر اسکی طرف مفسر~~

~~مفسر~~۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرون اخیرہ میں ~~تفسیر~~ درجہ تداول کے لیے
 وہی تفسیریں مقبول ہوئیں جو قدامد کے محاسن سے یک ظلم خالی تھیں۔ اہم وقت کا یہ
 سود انتخاب ہر علم و فن میں جاری رہا ہے جو زمانہ جرحاً ہی برکتاً کی کو اور سکا کی پر
 تغار زاری کو ترجیح دیتا تھا، یقیناً اس کے دربار سے جلالین ہی کو من قبول کی
 سند مل سکتی تھی!

(۱۳) تداول تفسیر کو اٹھا کر دیکھو۔ جس مقام کی تفسیر میں متعدد اقوال

وجود ہو گئے، ~~مفسر~~ اکثر اسی قول کو ترجیح دینگے جو سب زیادہ کمزور
 اور بے عمل ہوگا۔ جو اقوال نقل کر گئے، ان میں بہترین قول موجود ہوگا، لیکن اسے نظر انداز کر دیا!

(۱۴) اشغال و سوانح کا بڑا دروازہ تفسیر بالرائے سے کھل گیا جس ~~تفسیر~~

~~تفسیر~~ کے اندیشہ سے ~~تفسیر~~ کے اندیشہ سے ~~تفسیر~~ کے اندیشہ سے ~~تفسیر~~ کے اندیشہ سے ~~تفسیر~~ کے اندیشہ سے

تفسیر بالرائے کا مطلب سمجھنے میں لوگوں کو ~~تفسیر~~ کو ~~تفسیر~~ مغزشیں ہو رہی ہیں۔ تفسیر

بالرائے کی ممانعت سے مقصود یہ ہے کہ قرآن کے مطلب میں عقل و بصیرت سے کام نہ

لیا جائے، یا اسکی تفسیر کرنے میں عقل و درایت کو دخل نہ دیا جائے۔ کیونکہ اگر یہ مطلب ہو تو

پھر قرآن کا درس و تعلیم ہی بے سود ہو جائے۔ ~~تفسیر~~ خود قرآن کا یہ حال ہے کہ اول سے ہر آخر

تک متعل و متعل کی دعوت ہے اور ہر جگہ یہ کہتا ہے کہ افلا یتدبرون القرآن؟ اور علی

راہل قلب اذ قالہا؟ (۲۷: ۲۷) تفسیر بالرائے میں ”رائے“ بمعنی لغوی نہیں بلکہ ہے

بلکہ ”رائے“ اصطلاحی کثرارع ہے اور اس مقصود ایسی تفسیر ہے جو اس لیے نہ کی جائے کہ خود

قرآن کی کتب سے بلکہ اس کے جائے کہ ہر کوئی ٹھرائی ہوئے رائے سے ~~تفسیر~~ کیا جاتی ہے اور کس طرح

خون کو کھینچ کر قرآن کو کھینچ جان کر اس کے مہذب و کھادیا جائے ~~تفسیر~~ کیا جاتا ہے۔ کر دیا جاتا ہے۔

مثلاً ایک گروہ تعلقین مذاہب کا ہے جو ابن کے پیشہ اور

~~مثلاً ایک گروہ مذاہب کلاسیک کے مختلف گروہ مذاہب~~

مثلاً جب باب عقائد میں رد و کد شروع ہوا، تو مختلف مذاہب کلاسیک پیدا ہو گئے۔

ہر مذہب کے مفسرین نے چاہے ~~تفسیر~~ اپنے مذہب پر مخصوص قرآنیم کوڑھائیں۔

~~تفسیر~~ ہر وہ اسکی جستجو میں نہ تھے کہ قرآن کیا کہتا ہے بلکہ اس کی کاوش تھی

کہ کس طرح اس نے مذہب کا موید و کھلا دین۔ ~~تفسیر~~ اس طرح کی تفسیر تفسیر بالرائے تھی!

یا مثلاً مذاہب فقہ کے تعلقین میں جب ~~تفسیر~~ تحزب و تشیع کے جذبات

تیز ہوئے، تو اپنے اپنے محل کی کچھ میں آیات قرآنیم کو کھینچ تالے لگے۔ اس کی

کئی ایک گوشے میں قدم بڑھانے والوں میں قدم بڑھانے والوں کی ایک گوشے سے خبردار ہو
 حقیقت یہ ہے کہ صدیق پھر کا دس کسی ایک گوشے ہی میں آگے نہیں جاتے ہیں اور شکلات کسی ایک
 دروازے ہی سے نہیں آئی ہیں۔ یہ ایک وقت ہر واروں کی پائش اور گوشے میں نظر کاوش
 ہونے کا ہے کہ تب کہیں جا کر حقیقت لگ گئی کہ سرائے میں مل سکتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ
 اور حقیقت یہ ہے کہ بغیر اس کے کہ توفیق دے۔ وذلک فضل اللہ یونہی من یشاء واللہ
 ذوالفضل العظیم!

ماہذنی تہذیبہ فی تفسیر القرآن

تفسیر القرآن کے بارے میں

قرآن کے درس دینے والے کی تین مختلف ضرورتیں ہیں، اور میں انہیں تین

ترجمان القرآن کا
مقصد و نوعیت

کے ہونے میں منقسم کر دیا ہے۔ ترجمان القرآن کے تفسیر البیان اور

مقدمہ تفسیر۔ مقدمہ تفسیر، تفسیر البیان، اور ترجمان القرآن۔

مقدمہ تفسیر قرآن کے مقاصد و مہمات پر اصولی مباحث کا مجموعہ ہے، اور گوشے کی گئی ہے کہ ہر گوشے پر
 (مقدمہ تفسیر قرآن کے مقاصد و مہمات پر اصولی مباحث کا مجموعہ ہے، اور گوشے کی گئی ہے کہ ہر گوشے پر)

اور ترجمان القرآن، قرآن کی بائبل تعلیم و اشاعت کے لیے جو حقیقتیں بیان کرتی ہیں

مفہم تفسیر ہے، اور گوشے کی گئی ہے کہ ہر گوشے پر مقدمہ تفسیر کی ضرورت ہے اور

آخر کی بے بے شائستگی کی جاتی ہے، کیونکہ اپنے مقصد و نوعیت میں بے زیادہ

اہم اور ضروری ہے، مفہم تفسیر اور مقدمہ کی بھی اصل بنیاد ہے، اور حقیقت تفسیر و مقدمہ

کے لیے بھی اصل بنیاد ہیں۔

ترجمان القرآن میں جب پہلے اس کی گوشے کی گئی ہے کہ قرآن کا ترجمہ اردو میں اس طرح ہے

یہ ہے

اس کی ترتیب سے تصدیق یہ ہے کہ ہر باب قرآن کے فہم و تدبر کے لیے ایک ایسی کتاب

طیار ہو جائے، جس میں تفسیر کی تفصیلات تو نہ ہوں، لیکن وہ سب کچھ ہو، جو قرآن

کو مکمل سمجھ لینے کے لیے ضروری ہے۔ اس میں غرض سے جو اسلوب اختیار کیے گئے ہیں

یہ ہے کہ ہر ایک نظر اس کی موزونیت حاصل ہو، ہر لفظ ہر لفظ کی

ایسا ہے کہ اپنی نظر اس کی موزونیت ہر ایک نظر کو کر لے۔ پہلے گوشے کی ہے کہ قرآن کا ترجمہ اردو

میں اس طرح مرتب ہو جائے کہ اپنی وضاحت میں کسی دوسری چیز کا محتاج نہ ہو اور

وہی تشریحات خود اپنے ساتھ رکھے ہو۔ ہر لفظ ہر لفظ کا اضافہ کیا ہے، جو

مقدمہ تفسیر کی تفسیر کرنے والے کو تفصیل میں لائے، مقاصد و وجوہ کو واضح کرے

دلائل و شواہد پر روشنی ڈالے، اور زیادہ سے زیادہ فقہی نظموں میں زیادہ سے زیادہ

مقدمہ تفسیر کی تفسیر کرنے والے کو تفصیل میں لائے، مقاصد و وجوہ کو واضح کرے

برابر ملے جاتے ہیں، اور جہاں کہیں ضرورت دیکھتے ہیں، مزید رہنمائی کے لیے نمودار ہو جاتے ہیں۔ یہ مقدمہ

ہر باب کی تفسیر کرنے والے کو تفصیل میں لائے، مقاصد و وجوہ کو واضح کرے

میں پرکھ لگاتے ہیں، دلائل و شواہد کو روشنی میں لگاتے ہیں، احکام و نواہی کو ضبط و ترتیب میں

مرتب و منضبط کرتے ہیں،

تفسیر سورہ فاتحہ

ہر جلد کے ابتدا میں سورہ فاتحہ کی تفسیر کا مخلصانہ ذکر کیا گیا ہے۔
 یہ سورہ فاتحہ کی تفسیر ترجمہ قرآن کے یہ اسکا قدرتی مقدمہ ہے اور ضرور تھا کہ کم از کم یہ مقدمہ تلاوت ترجمہ سے پہلے زمین نشین ہو جائے۔
 البتہ یہ تفسیر سورہ فاتحہ کا خلاصہ ہے۔ یہ بات کے پھل و سبب دے والا ہے تفصیل کو باجا مختصر کر دیا ہے۔ - ہمہنید و توطئہ کے قسم کے گنجین کے لئے ہے۔
~~ایک کر رہی ہیں لیکن جن میں نفس بھابہ کی حالت ہے اور جن میں جلم نام ہے صرف صفات الہی کے تصور کی روشنی میں اور قرآن تصور کی بحث کا وہ حصہ ہے جس میں کمال و کمال کمال رہی ہیں لیکن نفس بھابہ میں بحر ایک مقام کے کوئی کمی نہیں ہے۔ یہ تمام صفات الہی کے تصور کے تحت ہے۔ اس میں ایک بڑا حصہ صفات الہی کے ان جہات کا تھا جن میں فلسفہ و کلام کی بحثوں کو بھی سلیجے ہو گیا ہے۔ بات کا ہم جن کا تعلق زیادہ فلسفہ و کلام کے قدیم مذاہب و تلامذہ سے ہے۔ نیز فرداً فرداً ان تمام صفات پر نظر ڈالیں گے جو قرآن حکیم میں آئے ہیں جو کہ یہ حصہ عام بھانہ دور کسی کے کان نہ تھا۔ ایسے زبان انوران میں اسکی موجودگی ضرورت سے زیادہ محسوس ہوئے اور اسے اٹھ کر لیا۔~~
 اصل تفسیر کی صفات اس خلاصہ سے ریورسی سمجھنی چاہیے۔ - اس سے تفسیر البیان کے میں وہ سورہ فاتحہ کا دیا چہ ہوگی اور اسے تفصیلی شکل میں آجائے گی۔
~~آخر میں بھی چند الفاظ ہیں جو اس سلسلہ کے تفسیر کے لئے ہیں۔~~

۱۷ نومبر ۱۹۳۰ء

ڈسٹرکٹ جیل میرٹھ

ابوالکلام

وہ مسیح و ہونستہ اللہ کے نام سے جھوٹ لوتے ہیں اور جانتے

یہ کہ جھوٹ بول رہے ہیں !

کسی دن کو یہ قہر منیجات سزاوارتیں کہ وعدہ

~~وہی ہے جس نے ان کو پیدا کیا اور ان کو مرانا چاہتا ہے~~

اللہ کا دین اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اس کے شرارت
 اسے تو انہی فطرت کی اعلیٰ حالت کا نتیجہ ہے اور آسمان و زمین
 میں جتنے مخلوق ہیں سب تو انہی اللہ کی اعلیٰ حالت کا
 کورہ ہے۔ پھر اگر ہمیں اللہ کے قانون فطرت سے انکار
 ہے تو اللہ کے قانون کے سوا کائنات ہستی میں اور کون
 سا قانون ہو سکتا ہے؟ کیا کہیں اس راہ پر چلنے سے
 انکار ہے جس پر تمام مہارتاں ہستی چل رہی ہیں؟
 یہی دین، نوع انسانی کے لیے ہدایت کی عالمگیر راہ ہے۔
 لیکن لوگوں نے اسے چھوڑ کر اپنی الگ الگ گروہ بندیوں میں اور
 ہر گروہ دوسرے گروہ کو جھٹلانے لگا۔ قرآن اپنے آیتوں سے
 کہ اس گمراہی سے دنیا کو نجات دلا دے۔ وہ کہتا ہے سناؤ
 کہ راہ یہ ہے کہ تمام رحلتا مان عالم کی یک نوا طور پر تصدیق
 کرو اور سب کی شفعہ اور مشترکہ تعلیم کو دستور العمل بناؤ!

پھر کیا یہ لوگ چاہتے ہیں اللہ کا دین چھوڑ کر کوئی
 دوسری راہ ڈھونڈ لیں؟ حالانکہ آسمان و زمین میں
 جو کوئی بھی موجود ہے خوشی سے ہوا یا ناخوشی سے، کرب
 اسی کے حکم کے فرمان بردار ہیں۔ اور بلاخریب اسی کی
 طرف لوٹنے والے ہیں۔ (جو کوئی نہیں جو اس کے حکم و قانون
 کی اعلیٰ حالت سے باہر ہو) اور بلاخریب کوٹھنا اسی کی طرف ہے
 اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں!

(اے پیغمبر!) تم کہو، (اے ہمارے راہ تو یہ ہے کہ)
 ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں، اور جو کچھ ابراہیم، اسماعیل، اسحاق،
 یعقوب، اور یعقوب کی اولاد پر نازل ہوا ہے، اس پر ایمان
 رکھتے ہیں۔ نیز جو کچھ موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور خدا کے

تمام نبیوں کو خدا کی طرف سے ملا ہے، اس سب پر بھی ہمارا ایمان ہے۔ ہم ان رسولوں میں سے کسی ایک کو بھی دوسروں
 سے جدا نہیں کرتے (کہ کسی کو مانیں۔ کسی کو نہ مانیں) اور ہر اعتبار سے وحدت و نبوت کے ایک ہی اصول پر قائم ہیں۔
 ہم خدا کے فرمان بردار ہیں (اُسکی سچائی جان کہیں بھی اور جس کسی کی زبانی بھی آئی ہو) سچائی ہے اور
 ہم اُسکی اعلیٰ حالت کرنے والے ہیں!

اور (دیکھو) جو کوئی اس سہم کے سوا (جو تمام رحلتا مان حق) کا شفعہ نہیں ہے، کسی دوسرے
 دین کا خود ہمنام ہوگا تو وہ کہیں (خدا کے مفور) قبول نہیں کیا جائیگا اور آخرت کے دن تباہ و برباد ہوگا
 پلٹے واپس آئے گا۔ اسکی جگہ آں لوگوں میں ہوگا جو شاہ و نامراد ہو گئے!

یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ ایک ایسے گروہ پر
 (فلاح و کامیابی کی) راہ کھول دے، جسے ایمان کے
 بعد پھر کفر کی راہ اختیار کر لی؟ اور حالانکہ اللہ نے
 گوری دی تھی کہ اللہ کا رسول برحق ہے اور (حقیقت کی)
 روشن دلیل اس کے سامنے واضح ہو گئی تھیں؟
 اللہ کا قانون تو یہ ہے کہ وہ ظلم کرنے والے گروہ پر
 (فلاح و سعادت کی) راہ کھولے، نہیں کھولتا!

(بلکہ اللہ نے جو لوگ ہیں ان لوگوں کو دیکھو اور ان کی حالت پر)

ان لوگوں کو (جو ظلم و شرارت کا) جو بدلہ ملنے والا ہے
 وہ تو یہ ہے کہ ان پر اللہ کی فرستوں کے ان نون کی سبکی
 لعنت میں رہے۔ اس حالت میں ہیشہ رہے
 گرفتار رہیں۔ نہ تو ان کا کچھ عذاب کبھی کم ہوگا اور
 نہ کبھی بہت بڑھے!

ہاں، جن لوگوں نے اس حالت کے بعد بھی توبہ

کر لی اور اپنے گناہوں کو سوار کیا، تو بلاشبہ اللہ رحمت والا

اور (اپنی رحمت بے حساب سے) بخشش کرنے والا ہے!

(لیکن) جن لوگوں کا حال یہ ہے کہ انہوں نے چھوڑا

جن لوگوں کا یہ حال ہے کہ دین حقیقی کی ہدایت پاکر
 پھر دیدہ و دانستہ منحرف ہو گئے ہیں اور سچائی کی
 کوہِ عقل اور حقیقت کی کوہِ ثبات بھی ان کے لیے بے عزت
 و بصیرت کا موجب نہ ہو سکی، تو ہر جگہ اور جو
 آج بھی جگہ محض خد اور شرارت سے دعوت حق
 کا مماندانہ مقابلہ کر رہے ہیں، تو ہر جگہ کہ ایسے
 لوگوں کے اصلاح و ہدایت کی کوہِ امید باقر نہیں
 رہی ہے۔ بلکہ نہ خود اپنے لیے نہ دوسروں کے لیے
 دوسرے کے لیے نہ خود اپنے لیے نہ دوسروں کے لیے
 رسول کی اور آخرت میں دائمی عذاب کی راہ انہوں
 نے اپنے لیے پسند کر لی ہے!

جنا اور سزا قانون کائنات سے کا
 لازم نتیجہ ہے۔ اپنے برائے ایک ایسی حالت ہے جہاں
 نتیجہ برائے ہے۔ اچھائی ایک ایسی حالت ہے جہاں نتیجہ
 اچھا ہے۔ پس یہ نہ سمجھو کہ آخرت کی سزائیں بھی
 دنیا کی سزائوں کی طرح ہیں جہاں جتنا ظلم ہوگا
 دوزخ میں کرے گا۔ نہیں جانتا ہے۔ نہیں، خدا کی
 عدالت میں گناہ کا کوئی بدلہ اور فدیہ قبول نہیں
 ہو سکتا۔ اگر ایک جھوٹے سے جھوٹے گناہ کے بدلے
 تم پورا گروہ ارضی ہونے سے بھر کر بھیجیں دیدہ
 جب بھی اسکی پاداش سے اپنے کو آپ کو نہیں

کے بعد کفر کی راہ اختیار کی اور پھر اپنے کفر (کے سرکشوں اور شرارتوں) میں بڑھتے ہی گئے، تو ایسے لوگوں کی بڑھتی ہوئی قبول ہوئے والی نہیں (کیونکہ سچی توبہ انہیں نصیب نہیں ہوگی) اور یہ لوگ ہیں جو راہ ~~پر~~ سے بھٹ گئے ہیں!

جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی اور مرتے دم تک کفر پر رہے، تو (یاد رکھو) کفر اور بد عملی کے بدلے

کوئی عذاب اور عذاب کا کام نہیں دے سکتا) اگر ان میں سے کوئی آدمی پورا کفر اور کفر ارضی مرنے سے پھر کر دے، جب بھی اس کے قدم میں قبول ہوگا (اور بد عملی سے نہیں بچے سکتا) (اور اسے اپنے اعمال پر کاغذ بھگتا بڑھایا) یہ لوگ ہیں کہ اس کے لیے (بادشاہی عمل میں) عذاب دردناک ہے اور کوئی نہ مٹا جو ~~اس~~ (اس عذاب سے بچانے میں) دنا ہوگا رہو!

(یاد رکھو) تم نیکی کا درجہ کبھی حاصل نہیں کر سکتے جب تک تم میں یہ بات پیدا نہ ہو جائے کہ

(مال و دولت میں سے) جو کچھ محبوب رکھتے ہو، اسے (راہ حق میں) خرچ کرو اور جو کچھ تم خرچ کرنا چاہتے

بچا سکو گے!
 ۱) توبہ و انابت کی حالت ایک ایسی حالت ہے جو تمام گنہگاروں کو جو کر دیتی ہے۔ بشرطیکہ سچی توبہ ہو اور مال و دولت بد عملیوں کے قدم میں مقبول نہیں ہو سکتی۔ مال و دولت کا رشک کی راہ میں خرچ کرنا بہت بڑی گنہگار ہے۔ تم نیکی کی راہ میں مال و دولت نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہی محبوب چیزیں رشک کی راہ میں خرچ کر دینے کے لیے طیار نہ ہو جائیں!

کھانے کی تمام چیزیں (جو حلال عام طور پر کھائی جاتی ہیں) (بھی اسرائیل کے لیے بھی حلال تھیں،

اور لوگ انہیں بے شک تامل کھاتے تھے) ان، وہ چیزیں جو بنی اسرائیل نے خود اپنے اوپر حرام ٹھہرائی تھیں، نہیں

کھائی جاتی تھیں (مگر انہیں کچھ خدا نے حرام نہیں کر دیا تھا۔ اے پیغمبر! اگر اس بار میں یہود تم سے جھگڑ رہے ہیں،

تو تم ان سے) کہدو، اگر تم لوگ اپنے دلوں میں خیال میں ہے ہو، تو تورات لاؤ اور اسے کھول کر پڑھو

(اس میں کیا لکھا ہے کہ یہ چیزیں اصلاً حرام ہیں؟) پھر جو کوئی اس (اعلان) کے بعد بھی (غفلت بنا کر

باز نہ آئے اور) اللہ پر جھوٹ بٹھائے باندھے، تو (یاد رکھو) اسے ہی لوگ ہیں جو راہ حق سے منحرف ہو گئے ہیں!

(اے پیغمبر! ان لوگوں سے) کہو، اللہ نے تم

میں سے ہر گز ~~بے~~ اگر تمہارے دلوں میں کچھ بھی سچائی کا پس ہے، تو جا چھو کہ) ابراہیم کے طریقہ کی

پیروی کرو (جبکہ طرف میں دعوت دے رہا تھا) ہوں، اور) جو ہر طرف سے ہٹ کر صرف اللہ ہی

کا پورنہا ہے، اور یقیناً ابراہیم شرک کرنے والوں میں سے نہ تھا (اگرچہ اسکی نسل عرب میں مبتلا ہے

شرک ہو گئی) بلاشبہ، چلے گھر جو ان کیلئے (خدا پرستی

یہودیوں کے طرف سے دو اعتراض خصوصیت کے ساتھ کیے گئے تھے:

(۱) اگر خدا کا حق قرآن کی دعوت بھی وہی ہے جو حضرت ابراہیم اور انبیاء بنی اسرائیل کی دعوت تھی، تو کیوں قرآن نے بھی ان تمام چیزوں کو حرام نہیں کر دیا جو یہودیوں کے بیان حرام سمجھ جاتی تھیں؟

(۲) اگر قرآن کی راہ حضرت ابراہیم اور انکی اولاد کی راہ سے مختلف نہیں ہے، تو کیوں بیت المقدس کی جگہ خانہ کعبہ قبلہ قرار دیا گیا ہے حالانکہ تمام انبیاء بنی اسرائیل بیت المقدس ہی کو قبلہ تسلیم کرتے رہے تھے؟

تین ان دونوں باتوں کا جواب دیا گیا ہے۔ پہلے شبہ کے جواب میں کہا گیا کہ تورات نازل ہوئے سے پہلے کھانے کی تمام اچھی چیزیں بنی اسرائیل کے لیے جائز تھیں اور حضرت ابراہیم سے نیچر حضرت موسیٰ تک تمام انبیاء نے انہیں حلال سمجھا تھا۔ پھر جب تورات نازل ہوئی، تو بعض چیزوں کا استعمال روک دیا گیا۔ ایسے نہیں کہ اصلاً حرام تھیں، بلکہ ایسے کہ یہودیوں کی بے گام طبیعتوں کی اصلاح کے لیے ضروری تھا کہ وہ کچھ شے

منہ سے باقی رہے۔ باقی رہی وہ چیزیں جسکی نسبت تم سمجھتے ہو کہ نازل تورات سے پہلے بھی منوع تھیں، تو انہیں

اللہ خدا کی شریعت نے منوع نہیں ٹھہرایا تھا۔ خود تمہاری طبیعت سے انہیں منہ سے باقی کر دیا تھا۔ خانہ تورات کے رشتہ اس حقیقت کی شہادت دے رہے ہیں

دوسرے شبہ کے جواب میں کہا گیا کہ خدا کی پہلی عبادت جو حضرت ابراہیم کے تھے وہ بیت المقدس نہیں بلکہ خانہ کعبہ ہے۔ میں اس کا قبلہ ہونا یہودیوں ابراہیم کے لیے کیوں موجب اعتراض ہو؟

ماجد و مرکز) بنایا گیا ہے ' وہ یہی (عبادت گاہ) ہے جو مکہ میں ہے۔ برکت والا گھر اور تمام دنیا
 ان دنوں کے لیے سرشمہ ہدایت ہے اس میں (دین حق کی) روشنی نکلتی ہے۔ زراخلم تمام ابراہیم
 کے لیے ہے ابراہیم کے گھر سے ہو کر عبادت کرنے کی جگہ جو اس وقت سے پھر آج تک بغیر کسی شک
 و شبہ کے مشہور و یقین رہی ہے جو کوئی اس میں داخل ہو (کے حدود) میں داخل ہوگا
 یہی امن و حفاظت میں آگیا اور یہی ہے۔ اور زراخلم یہ بات ہے کہ (جو کوئی اس کے حدود
 میں داخل ہو) وہ امن و حفاظت میں آگیا اور (زراخلم یہ کہ) جس نے اس میں داخل ہوا
 جس شخص کو اللہ کے طرف سے لوگوں کیلئے یہ بات ضروری ہوگئی کہ اگر اس تک پہنچنے کی
 استطاعت پائیں تو اس گھر کا حج کریں۔ باہر میں یہ 'جو کوئی' (اس حقیقت سے) انکار کرے
 (اور اس مقام کی بڑی فضیلت کا اعتراف نہ کرے) تو یاد رکھو اللہ کی ذات تمام دنیا سے
 بے نیاز ہے (وہ اپنے کاموں کے لیے کسی کو اور فرد اور قوم کا محتاج نہیں ہے)

(اے پیغمبر! ان سے) کہو۔ اے اہل کتاب! یہ کیا ہے کہ تم (دیر و درشتی) اللہ کی آیتوں
 سے انکار کرتے ہو حالانکہ (تم جانتے ہو کہ) تم جو کچھ کہتے ہو اللہ کا شاہد حال ہے؟
 اے اہل کتاب! یہ کیا ہے کہ جو کوئی اسدیر رمان لانا چاہتا ہے تم اسے اللہ کی راہ
 سے روکتے ہو اور اس کے رویے میں تبدل کرنا جانتے ہو، حالانکہ تم حقیقت حال جانتے ہو کہ
 یہ خبریں سچ ہیں اور یہ حال یاد رکھو اللہ اور اللہ کے رسول کا میں سے داخل نہیں ہے
 سے بے خبر نہیں ہو؟ بہر حال یاد رکھو جو کچھ تم کہتے ہو اللہ اسے داخل نہیں ہے!

اے پیروان دعوت ایمانی! اگر تم اہل کتاب میں
 ایک گروہ کی باتوں پر کاربند ہو گئے تو یاد رکھو کہ
 تمہیں راہ ایمان سے ٹھکانا کہ تمہیں اس کا یہ ٹھکانا کہ تم
 سے بھرا دیگا اور ایمان کے بعد تم کو فریضہ میں مبتلا ہو جاؤ گے
 اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم (اب پیغمبر) کو
 اللہ کی راہ اختیار کرو؟ ~~اللہ کی راہ~~ جبکہ تمہارا حال
 یہ ہے کہ اللہ کی آیتیں تمہیں سنائی جا رہی ہیں اور
 اس کا رسول (تعلیم و رہنمائی کے لیے) تم میں سے ہے
 موجود ہے؟ اور یاد رکھو جس نے جو کوئی بطوطی
 کے ساتھ اللہ کا ہورے تو بلاشبہ اس پر سیدھی
 راہ کھل گئی (نہ تو اس کے لیے لغزش کا ڈر ہے نہ
 گمراہی کا اندیشہ)!

اے پیروان دعوت ایمانی! اللہ کے درو
 آپ ڈرنا جو حق پرانہ حقیقت ڈرنا ہے۔ اور
 دیکھو دنیا سے نہ باؤ مگر اس حالت میں کہ اسلام

اہل کتاب کی عہدوں کے ذکر کے بعد پیروان دعوت
 سے خطاب و موعظت اور بعض اصولی مہات
 کی تلقین:
 (۱) پیور اور نصاریٰ کی گراموں میں تمہارے
 لیے دریں عبرت ہے۔ ضروری ہے کہ ~~اپنی~~ اپنے طور پر
 سے اپنے دل و دماغ کی حفاظت کرو۔ اگر
 تم نے اس کی گمراہی نہ خواہتوں کی بروہ کی تو نتیجہ
 یہ نکلتا ہے کہ راہ ہدایت پاک پھر گمراہی میں
 مبتلا ہو جاؤ گے
 (۲) ایمان کی برکتوں کے حصول کے لیے صرف
 یہ کافی نہیں ہے کہ ایمان کا اقرار کرو بلکہ اصل
 چیز استقامت ہے!
 (۳) ~~جانتے ہو کہ~~ جانتے ہو کہ جو کچھ
 ایک ہو جاؤ گے اور خدا کی راہ بطوطی ~~کرو~~
 تمہیں اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے کہ تم
 ایک دوڑ کے مشن ہو رہے ہو، اس لیے تمہیں ~~اللہ~~
 ایک دوڑ کے جہان ہے اس لیے تم جس کو تمہیں خود
 دیا ہے وہ دنیا ہے کہ ایمان کے بعد پھر توفیق
 اور اللہ کے بعد پھر ایمان و فیض و نفاذ میں مبتلا ہو جاؤ گے

پر ثابت قدم ہو!

اور دیکھو! سب مکر و رشک کی رسی
 مضبوطی سے مضبوط کمر کو دور جدا جدا نہ
 ہو جاؤ۔ رشک نے تمہیں جو نعمت عطا فرمائی ہے
 اس کی باری سے غافل نہ ہو۔ تمہارا یہ حال تھا کہ
 آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو رہے تھے، لیکن ان کے
 فضل و کرم سے آپس میں وہاں کہ بھائی بھائی بن گئے!
 تمہارا حال تبھی تھا کہ آگ سے بھلا ہو

ایک گھر بھری ہوئی خندہ ہے اور اسے کنارے
 کھڑے ہو (ذرا باتوں بھلا اور شعلوں میں
 جا کرے) لیکن یہ رشہ نے تھیں اس حالت
 میں خیال کیا (اور زندگی کا سرائی کے میدانوں
 میں پیدا دیا) رشہ اس طرح رہی کا فرماؤں کی
 نشانیاں واضح کر دیتا ہے تاکہ تم (منزل مقصود)
 راہ پاؤ !

کامیابی حاصل کرنے والے ہیں !

وہ (آنے والا) دن 'کہ گئے ہی چہرے اُس دن رخصت چہرے' اور گئے ہی چہرے
سیاہ بڑ جائینگے 'لو بیٹے گئے ہی لکھ خوش نصیب ہو گئے جتنے یہ کامیابی کی خوشحالی ہوگی' اور گئے ہی
بد نصیب ہو گئے جتنے یہ حسرت و نامرادی کی سیاہ حالی ہوگی! (سوجن لوگوں کے چہرے (حسرت
و نامرادی سے) سیاہ بڑ جائینگے' اُن سے اُس دن کہا جائیگا - تم نے ایمان کے بعد پھر کفر کیا ہے
~~اختیار کیا ہے~~ تو جیسے انکار حق کی راہ اختیار کر لی تھی - تو جیسی حکیم تمہاری فکر نہ روشن تھی اب
انکے پاؤں میں غدا اب کا فرہ چلے لو! اور جن لوگوں کے چہرے (کامیابی کی خوش حالیوں سے)
چمک رہے ہو گئے' سو وہ اللہ کی رحمت کے سائے میں ہو گئے - ہمیشہ رحمت الہی میں رہنے والے!
(اے سفر!) یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تمہیں ~~خبر دے رہی ہیں~~ حقائق سنارہے ہیں'

دور یہ نہیں ہو سکتا کہ خدا نام دنیا پر غلبہ اور دنیا نام دنیا کے یہ ظلم کا
دور یہ نہیں ہو سکتا کہ خدا نام دنیا پر ظلم کرنا چاہے ~~خدا نام دنیا پر ظلم کرنا چاہے~~ و ثواب ~~خدا نام دنیا پر ظلم کرنا چاہے~~ جو یہ ظلم کا
محرک ہے تو (نیچے یہ بیش آنے والا عذاب و ثواب ظلم نہیں ہے جس کا نفع کھینچا گیا ہے) ظلم نہیں
ہے بلکہ یہ محبت و عدالت کا لازمہ نتیجہ ہے

لیکن یہ تو وہ کبھی نہیں کرتا کہ جو لوگ بیمار ہو جائیں، ان سے ڈرنے اور نفرت کرنے لگے، یا لوگوں سے کہے کہ درد اور نفرت کرو؟ اتنا ہی نہیں، بلکہ اُس کی توبہ اور شفقت کا مرکز بیمار ~~بیمار~~ ہی کا وجود ہوتا ہے۔ حوائج جتنا زیادہ بیمار ہوگا، اتنا ہی زیادہ اُس کی توبہ اور شفقت حاصل کرے گا۔ ~~کسی~~ کا سستی ہو جائیگا!

یہ جس طرح جسم کا طبیب بیمار ہونے کی نفرت لیکن ہمارے شفقت و ہمدردی کی تلقین کرتا ہے، ٹھیک اسی طرح روح و دل کے طبیب بھی گنہ گار ہونے کی نفرت لیکن گنہ گاروں کیسے سرتا یا رحمت و شفقت کا بیج بونے ہیں۔ یقیناً وہ چاہتے ہیں کہ گنہ گار ہوں سے (جو روح و دل کی بیماریاں ہیں) ~~بہشت و نفرت~~ ^{بیدار دیں} ہم میں رہت و نفرت پیدا کر دیں، لیکن گنہ گار ہوں سے، گنہ گار رانہ نون سے نہیں، اور یہی وہ نازک مقام ہے جہاں ہمیشہ بیرونِ مذاہب نے ٹھوکر کھائی ہے۔ مذاہب نے جاکے تھا کہ اُنہیں برائی سے نفرت کرنا ~~سہل~~ لیکن ~~کھانسی~~ ^{انہوں نے} برائی سے نفرت کرنے کی حکمت ان ان نون سے نفرت کرنا سیکھ لیا جنہیں وہ اپنے خیال میں برائی کا مجرم تصور کرتے ہیں!

حضرت مسیح کی تعلیم سرتا سراسر اسی حقیقت کی دعوت تھی۔ گنہ گار ہوں سے نفرت کرو مگر ان ان نون سے نفرت نہ کرو جو گنہ گار ہوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اگر ایک ان نون گنہ گار ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے روح و دل کی تندرستی باقشہ نہ رہی۔ لیکن اگر اسے بدبختی نہ رہی تندرستی حاصل ہے تو تم اُس سے نفرت کیوں کرو؟ وہ تو تندرستی کھو کر اور زیادہ تمہارے رحم و شفقت کا مستحق ہو گیا ہے۔ تم اپنے بیمار بھائی کی تیمارداری کرو گے، یا اسے جلادے خوا لے کر دو گے؟ ~~بچتے ہوئے~~ ^{تندرستی} ہمارے؟ وہ موقع بیمارِ دردِ جلی تفصیل میں نیٹ لوتا تازہ پانے کے

اسرفوا علی انفسکم (۵۷: ۳۹) اُنتم اضللتُم عبادی (۱۸: ۲۵) وقیل من عبادی الشکور (۱۲: ۳۷)

~~حضرت امام جعفر صادق (علیہ السلام) واجدادہ الصلوٰۃ والسلام نے سورہ زمر کی آیہ رحمت (نفعی)~~

~~یا عباد اللہ (۱) اسرفوا علی انفسکم (۲) کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس کی مثال بالکل ایسی ہے~~

جیسے ایک باب ~~میں~~ رحمت ~~میں~~ اپنے بٹے کو بٹا رہا ہے تو خصوصیت کے ساتھ

اپنے رشتہ پوری برزور دیتا ہے "اے میرے بٹے اے میرے فرزند اے" رحمت امام جعفر صادق (علیہ

سلام) آیہ واجدادہ الصلوٰۃ والسلام نے سورہ زمر کی آیہ رحمت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا

ہے "اگر تم اپنی اولاد کے ساتھ ~~جو کہ~~ کو اپنی طرف نسبت دیکر غائب کرتے ہو تو وہ بے خوف و خطر
آ کر اس طرف دوڑنے لگے ہیں" ~~یوں کہ~~ ~~اگر غصہ ہو تو اس طرح نہ~~
~~یاد رہے۔~~

~~تو ان میں خدائے کبھی سے زیادہ موقعوں پر ہیں عبادی ہمارے طرف~~
~~نسبت دے رہے ہیں اور سخت سے سخت گناہگاروں کو بھی یا عبادی کہنا و جہاں~~
~~کہا اس بڑھکر بھی کسی رحمت و آمرزش کا کوئی پیام ہو سکتا ہے؟~~
~~پھر کون کون ہے کہ اس رحمت کی جگہ دس کے قہر و غضب کا تصور اپنے دل میں لائیں؟~~

صحیح مسلم کہ حدیث صحیح مسلم کہ حدیث کا مطلب کن طرح واضح ہو جاتا ہے جب

۴۹) ہم اس روشنی میں اس کا مطالعہ کرتے ہیں :

والدی نفس بیدہ "لوم تذنبوا" لذیب اللہ
بکم ولما یقوم کفر یدنبون فیستغفرون لہ
(مسلم بن ابی حریزہ رضی اللہ عنہ)
اس ذات کی قسم جس نے تم میں سے ہر جان ہے اگر تم کفر کو توں سے
گناہ بالکل سرزد نہ ہو تو خدا تمہیں زمین سے ہٹا دے
اور تمہارا جگہ ایک دوسری قوم بیدار کرے جس کا شوق
ہے کہ گناہوں میں مبتلا ہوں اور خدا کے آگے طلب مغفرت
کا سر جھکائیں !

لہ وایضاً عن انس قال قال صلعم والذی نفس بیدہ "لوم تذنبوا" یا کم ما من السماء والارض ثم استغفرکم اللہ
یفقرکم - والذی نفس بیدہ "لوم تذنبون" لجاہ اللہ یقوم یخطون ثم یتغفرون فیستغفرون لہ - اخرجه احمد وابو یعلیٰ وابیہ
رحالہ ثقات - ومن ابن عمر مرفوعاً "لوم تذنبوا" یخلق اللہ خلقاً یدنبون ثم یغفرکم - اخرجه احمد واسرار ورجالہ ثقات
واخرجه البزار من حدیث ابی سعید نحو حدیث ابی حریزہ فی الصحیح وفی اسنادہ یحییٰ بن بکر وہیضعیف -

فدائے شہوہ رحمت کہ در بایں بیار

بغیر خواہی رندانِ مادہ نوشِ آمرا

پس فراغتِ حق سب (علیہ السلام) کی تعلیم میں اور قرآن کی تعلیم میں اصلاً کوئی اختلاف

نہیں ہے۔ - دونوں کا معیارِ احکام ایک ہی ہے۔ فرق صرف (تفصیل) عملِ بیان اور سیرۃِ بیان کا ہے

حق سب نے صرف اخلاق اور تزکیۃ قلب پر زور دیا، کیونکہ شریعتِ موسیٰ موجود تھی اور وہ

اس کا ایک نقطہ بھی بدنہ نہیں جانتے تھے۔ لیکن قرآن کو اخلاق اور قانون، دونوں کے احکام

بہ یک وقت بیان کرنے آئے، اے قدرتِ حورِ پرور! سیرۃِ بیان اب اختیار کیا جو مجازات

و مشابہات کی جگہ احکام و قوانین لکھا، صاف صاف حیا تملک سیرۃِ بیان تھا۔ اس نے

اس جوہرِ نیر اور سزا دینے کا اعجاز ~~اور اس تعلیم میں سب سے~~ غفور و درگزر پر زور دیا، اور اسے کمال

و فضیلت کی اصل قرار دیا۔ ~~یہ سب~~ ساتھ ہی بدلم نے اور سزائے کا دروازہ بھی کھلا رکھا۔
کہ ناگزیر حالتوں میں اس کے غیر جارہ ~~نہیں~~۔ لیکن ثباتِ قطعی اور واضح لفظوں میں بار بار
~~کیجئے ثباتِ قطعی اور کلمے لفظوں میں~~ بدلم دیا کہ اس میں کسی طرح کی بھی زیادتی نہیں ہے۔

~~یہ~~ کہہ دیا کہ بدلم اور سزا میں کسی طرح کی نا انصافی اور زیادتی نہیں ہونی چاہیے۔ یقیناً

دنیا کے تمام نبیوں اور شریعتوں کے احکام کا ماحول یہی ہے تین اصول ہیں:

و جزاء سستہ سستہ تملکاً تمنن فقا واصلح	اور (دیکھو) برائی کیلئے بدلم - تعلیم واپس
قاجرہ علی رشد زہد و عیب انکشافین - و لمن	اور آئنا ہی، جیسے کچھ برائی کی گئی ہو - لیکن جو
زہد بعد ظلم فادبک ما یعلم من سبیل - زنا	جو کوئی بشت اور بگاڑنے کی جگہ سوار ہے تو
السبیل علی الذی یظلمون و ان س و یغفون	(یعنی کرو) اس کا احراشہ کا فہم ہے، یہ
فی الارض بغیر انکس - اولک کم غدا ہر اسم و لمن	تعلیم کا جواب رشد کے طور پر احکام بلا شبہ
کبیر و غفر ان ذلک لمن عزم الایور و	رشد ان لوگوں کو دوست نہیں رکھنا جو زیادتی کرنے

وارے ہیں۔ - اور جس کسی کا طرزِ عمل اب ہو کہ اس پر ظلم ہو گیا ہو، اور وہ ظلم کے بعد اس کا بدلم کے طرف سے نہ ہو تو اس کے لیے کوئی الزام نہیں۔ الزام ان لوگوں کیلئے ہے جو ان تین ~~تعلیم~~ کے بعد ~~یہ~~ کے نا انصافی و نا انصافی

ہوتے ہیں۔ یقیناً ہی لوگ ہیں جو عذاب الیم کے مستحق ہیں۔
~~لیکن یہ لوگ جو کہ اس میں جو کوئی بدلہ نہیں~~
 کی جگہ سے براہ برداشت کر جائے اور بخیریت
 تو یقیناً یہ رُہ ہی دونوں عرصوں کی بات ہے !

~~حضرت مسیح (علیہ السلام) نے عار و رکبہ ہے کہ میں تورات ملعونہ کرنے نہیں بلکہ اسے~~

~~جورا کرنے آیا ہوں۔ اس پر پورا کرنے کا مطلب کیا تھا ؟ یہ تھا کہ قانون کا ہر~~

~~دھار کی گزرنا کرتا ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ گزرنے کے بعد وہ نہیں ہو سکتا اور اس کا نتیجہ~~

~~کہ گزرنے کے بعد وہ نہیں ہو سکتا اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کوئی خوب یا بر نہیں رہ سکتا لیکن~~

حرف شریف کے تونین

آداب بیان پر غور کرو، اگرچہ ابتدا میں صاف صاف کہہ دیا تھا کہ ”فمن

عفا واصحح فاحرہ علی اللہ“ اور پھر غفور و درگزر رکھیے دینا کہہ دیا کا فرق تھا لیکن آخر میں پھر

دوبارہ اس پر زور دیا ﴿وَمَنْ جَبَرَ وَغَفَرَ﴾ ان ذلک لمن عازم اللہ اور یہ تکرار اس لئے ہے
 یہ تکرار اس لئے ہے کہ غفور و درگزر کی رحمت واضح ہو جائے اور یہ حقیقت اچھی طرح آشکارا ہو جائے کہ اگرچہ
 کا صاف مطلب یہ ہے کہ غفور و درگزر کی رحمت واضح ہو جائے اور یہ حقیقت اچھی طرح آشکارا ہو جائے کہ اگرچہ

بدلے اور سزا کا دروازہ کھلا رکھا گیا ہے لیکن یہ حال میں بھی جو پہلی وضاحت کی تھی

~~غفور و درگزر کا یہ ہے کہ صاف مطلب یہ ہے کہ غفور و درگزر کی رحمت واضح ہو جائے اور یہ حقیقت اچھی طرح آشکارا ہو جائے کہ اگرچہ~~

کی راہ غفور و درگزر ہی کا راہ ہے !

بیت مکن ہے بعض طبعیتس بیان ایک خدشہ محسوس کریں۔ اگر فراموشیت قرآن

کے احکام کے تمام تعلیم کا اصل اصول رحمت ہے تو پھر اس کے اپنے قانون کی نسبت (بعض مقامات پر)

زجر و توبیخ کا سخت پیرایہ کیوں اختیار کیا ؟ اس کا تفصیل جواب تو اپنے محل میں آگیا لیکن

نہیں بحث کیے فروغ ہے کہ بیان مختصراً اشارہ کر دیا جائے۔ بلاشبہ قرآن میں ایسے مقامات موجود ہیں

جہاں اس نے خافین کیے شدت و غفلت کا اظہار کیا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کن خافین کیے؟ ان خافین کیے

جسکی خافت محض اختلافِ فکر و اعتقاد کی خافت تھی؟ یا جسکی خافت جو معاندانہ اور جارحانہ نوعیت رکھتی تھی؟

نہیں! یہیں اس نے قطعاً اظہار کیا ہے۔ ہم یورپ و شرق کے ساتھ ~~بھٹہ بھٹہ~~ ہمہ گیر ہیں کہ تمام قرآن میں یہی ہے۔

بھٹہ شدت و غفلت کا ایک لفظ بھی ~~ہیں~~ ہیں ملتا جو اس طرح کے خافین کیے استعمال کیا ہو۔ اس نے

جہاں نہیں بھی نہیں کے ساتھ خافین کا ذکر کیا ہے خافین کا ذکر کرتے ہوئے کسی کا اظہار کیا ہے، اس کا

تمام تر تعلق ان خافین سے ہے جسکی خافت محض ~~خافت~~ اختلاف کا تھا نہ کہ

~~خافت~~ نہ تھی بلکہ بغض و عناد اور ظلم و شرارت کی جارحانہ معاندت تھی اور ظاہر ہے کہ اصلاح و تہذیب

کی کوئی تعلیم ہی اس صورت حال سے گریز نہیں کر سکتی۔ ~~مخبر~~ میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح بھی ایسے مخالفین

کو جانب کے پتو اور ڈالوؤں کا جھکا کے بغیر نہ دیکھ سکے۔ اگر ایسے خافین کے ساتھ نہ ہو تو شفقت

صرار کے قرآن نے "کفر" کا لفظ اظہار کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اظہار دو طرح کا ہوتا ہے۔

اظہار بھی اور اظہار جارحانہ۔ دوسری قسم کو ظہور میں لے کر خود سے بے خبر کیا ہے۔

(ملاحظہ فرمائیے کہ یہ غلط فہمی ہے کہ قرآن نے ان نیت کیے نہیں ہوگا۔ ظلم و شرارت کیے ہوگا، بلکہ یہ رحمت کا علو ہوگا، مگر ان نیت کیے نہیں ہوگا۔ ظلم و شرارت کیے ہوگا، تو یہ غلط فہمی ہے کہ یہ نیت کیے رحمت ہوگا، یہ ان نیت کیے رحمت نہیں ہوگا۔)

ظلم و فساد کیے رحمت ہوگا اور یقیناً رحمت کا معیار یہ نہیں ہونا چاہیے کہ وہ ظلم و فساد کی بددلیلوں کے بعد تھیں معلوم ہوتا کہ قرآن نے صفات الہی میں رحمت کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ رحمت کی پرورش کرے۔ اگر تم دیکھو کہ ایک ظالم کی عوارض ظلم کی گردن پر ہے تو پھر یہ رحمت کی دل کا

یہ کہ ظلم کے ساتھ نرمی و شفقت کا تہاؤ کرو، یا ظلم کے ساتھ بے عدالت کو بھی اسکی جگہ دی ہے،

اور سورہ فاتحہ میں ربوبیت اور رحمت کے بعد عدالت بھی صفت جلوہ گر ہوئی ہے۔ یہ اکیلا

ہے کہ وہ رحمت سے عدالت کو الگ کر دیا ہے۔ رحمت کو الگ نہیں کرتا، بلکہ اسے رحمت عین رحمت کا متضاد قرار دیتا ہے۔

وہ تمام تم ان نیت کے ساتھ رحم و رحمت کا برتاؤ کرنا چاہیے اگر ظلم و شرارت کیے تم میں نہیں ہیں۔

انجیل میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح بھی اپنے مخالفوں کو سائب کے بجوے اور ڈاکوؤں کا مجمع کئے پر مجبور کیا۔

قرآن نے "کفر" کا لفظ انکار کے معنی میں استعمال کیا ہے اور انکار دو طرح کا ہوتا ہے۔
ایک یہ کہ انکار محض ہو، ایک یہ کہ جارحانہ ہو۔

~~انکار محض اور جارحانہ۔~~ انکار محض سے مقصود یہ ہے کہ ایک شخص تمہاری تعلیم قبول نہیں کرتا۔

ایسے کہ اسکی سمجھ میں نہیں آتی یا ایسے کہ اس میں طلبِ حادق نہیں ہے یا ایسے کہ وہ جوارہ وہ

جیل رہے گا اسی پر قانع ہے۔ ~~یہ سب ایسے کہ اپنے کو بہر حال کچھ کوی وجہ ہو، لیکن وہ تم سے~~

تفوق نہیں ہے۔ لیکن ~~یہ سب جارحانہ~~ ^{انکار} مقصود وہ حالت ہے جو صرف اتنے ہی یرقاعت

نہیں کرتی، بلکہ اس میں تمہارے خلاف ایک طرح کی کد اور ضد پیدا ہو جاتی ہے اور پھر یہ ضد بڑھتے

بڑھتے بغض و عناد اور ظلم و شرارت کی سخت سے سخت صورتیں اختیار کرتی ہے۔ اس طرح کا

مخالف صرف یہ نہیں رہتا کہ تم سے اختلاف رکھتا ہے، بلکہ اس کی اندر تمہارے لیے بغض و عناد کا ایک

غیر محدود جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ ~~یہ سب~~ وہ ^{اور زندگی کی} اپنی زندگی کی ساری قوتوں کے ساتھ تمہاری بربادی کے

وہلاکت کے درپے ہو جاتا ہے۔ ~~یہ سب~~ تم کسی ہی اچھی بات کہو، وہ تمہیں جھٹلایا۔ تم کتنی ہی

اچھا سلوک کرو، وہ تمہیں اذیت پہنچاتا۔ تم اگر کہو، رشتہ تارکی سے بہتر ہے، تو وہ کہے

تارکی سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ تم اگر کہو، کڑواہٹ سے مٹھاس اچھی ہے، تو وہ کہے

~~جینے والے کڑواہٹ ہی میں دنیا کی سب سے بڑی لذت ہے۔ یہ سب قرآن سے~~

کہے، نہیں، کڑواہٹ ہی میں دنیا کی سب سے بڑی لذت ہے۔ ~~قرآن~~ اسی حالت کو نفی
ہی حالت ہے جسے قرآن ان کی فطرت و بصیرت کے مطلقاً نے بغیر رکھا ہے، اور اسی نوعیت کے مخالفین ہیں
وہ انسانی نفس کی فطرت و بصیرت کے یہ وہ دنیا کی حالت ہے جس میں قرآن نے

ہیں ~~یہ سب~~ جتنے لیے اس کے تمام زواجر و قوارع ~~یہ سب~~ ظہور میں آئے ہیں:

لحمِ طلب ~~یہ سب~~ با ^{نفعی} ولحمِ رین ^{نفعی} یا ^{نفعی} سببوں کا۔ اُن کے پس دل ^{نفعی} ہیں مگر نفعی نہیں، اُن کے پس

وَلَمْ أَذَنْ لَكُمْ بِأَن تَتَوَكَّلُوا عَلَى الْغُلَامِ بَلْ لَمْ
 أَفْعَلْ - اَوَّلُكُمْ الْخَافِلُونَ ! (۱۷۸ : ۱۷۹)
 آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں - آنکھیں ہیں کان ہیں
 مگر سنتے نہیں - اُنکی حالت ایسی ہے کہ
 جسے چارپائے ہوئے ہیں - نہیں بلکہ چارپایوں
 سے بھی زیادہ گھومے ہوئے - بلاشبہ میں لوگ
 ہیں جو غفلت میں ڈوب گئے ہیں !

مفسرین اسی دوسری حالت کو "کفر جہود" سے تعبیر کرتے ہیں ۔

دنیا میں جب کبھی سچائی کی کوئی دعوت نکلتی ہے تو کچھ لوگوں نے اسے قبول کر لیا ہے، کچھ
 نے انکار کر لیا ہے، لیکن کچھ لوگ ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے اسے خلاف طغیان و مجرور و ظلم و شرارت کی جہا
 سندہ کر لیا ہے۔ قرآن کا جب ظہور ہوا تو اس نے بھی یہ تینوں جماعتیں اپنے سامنے پائیں۔ اس نے
 پہلی جماعت کو اپنی آغوشِ تربیت میں لے لیا، دوسری کو دعوت و تذکیر کا مخاطب بنایا، مگر

تیسری کے ظلم و طغیان پر اسے حسبِ حالت و ضرورت زجر و توبیخ کی۔ اگر ایسے گروہ کیسے بھی اس کے

لب و لہجہ کی نشانی "رحمت" کے خلاف ہے تو بلاشبہ اس معنی میں قرآن رحمت کا معرّف

نہیں اور یقیناً اس ترازو سے اسکی رحمت تول ^{نہیں} جا سکتی۔ ^{تم بار بار سن چکے ہو کہ} پوہ دین حق کے معنوی قوانین کو

کائناتِ فطرت کے عام قوانین سے الگ ^{نہیں} قرار دیتا، بلکہ اسی کا ایک گوشہ قرار دیتا

ہے۔ فطرتِ کائنات کا اپنے فعل و ظہور کے ہر گوشے میں ^{میں} ~~وہ سرتا سر رحمت ہے~~

کیا حال ہے؟ یہ حال ہے کہ وہ اگرچہ سرتا سر رحمت ہے، لیکن رحمت کی بخشش کے ساتھ عدالت کی خزاؤں ^{اور نافع و غیر نافع کا امتیاز بھی رکھتی ہے}

لیکن رحمت کے ساتھ عدالت اور بخشش کے ساتھ خزاؤں کا قانون بھی رکھتی ہے۔ پس قرآن کیا ہے؟

میں فطرت سے زیادہ کچھ ہیں دے سکتا۔ ^{تمہاری} مگر جس فرعونہ رحمت سے فطرت کا خزانہ خالی ہے

یقیناً تمہیں میرے آستین و دان میں نہیں مل سکتی !

خاتمِ جبکہ ^{خاتم} فطرتِ اللہ اتنی فطرت اس ^{اللہ کی فطرت جس پر اللہ نے ان ن}

علیہا لا تبدل خلق اللہ ، ذالک الدین القیم
 کو سید کیا ہے ۔ اللہ کی بناوٹ میں کبھی تبدیلی
 نہیں ہو سکتی ۔ یہی (اللہ کی ٹہرائی) فطرت (یعنی)
 سچا اور ٹھیک ٹھیک دین ہے ، لیکن ~~یہ جو~~
 اکثر ان ن ایسے ہیں جو اس حقیقت سے بے خبر ہیں !

ولکن اکثر الناس لا یعلمون (۲۹: ۳۰)

قرآن کے تمام تفاسیر ~~جو اس غلط فہمی کے ساتھ ذکر کی گئی ہیں~~ برائے نظر ڈالنا

جاننا کہ اس سنی کے ساتھ غلط فہمی کا ذکر کیا ہے ~~اور یہ اصل میں غلط فہمی کا~~ تو بہ یک نظر حقیقت

واضح ہو جائیگی ۔ سورہ انفال کے مقدمہ میں ہم قرآن کے احکام جنگ پر نظر ڈالیں گے ۔ ~~لہذا ہمیں ان~~

~~تفاسیر پر بھی مزید طور اس بحث کے مقدمہ کے~~ ~~یہیں پر بھی نظر ڈالنا چاہیے~~ ~~جو اس غلط فہمی کا~~

اور اس سلسلہ میں جیٹ کے اس سلسلے پر بھی مزید روشنی پڑ جائیگی ۔

(۵) مالک یوم الدین

— x —

ربوبیت اور رحمت کے بعد جس صفت کا ذکر کیا گیا ہے، وہ عدالت ہے، اور اس کیلئے "مالک

یوم الدین" کی تعبیر اختیار کی گئی ہے۔

"دین" کے معنی عرب میں بدلہ اور مکافات کے ہیں۔ خورہ اچھائی کا بدلہ ہو

الدین

خورہ برائی کا

ستعلم بلی ای دین تداست

ورکی غریم فی التقاضی غریمھا

یہ "مالک یوم الدین" کے معنی ہوں، وہ جو خزاؤ سزا کے دن کا مالک حکمران ہے۔ یعنی روز قیامت کا۔

اس سلسلہ میں کئی مانتیں قابل غور ہیں :

اولاً "قرآن نے نہ صرف اس موقع پر بلکہ ^{عام طور پر} ~~مختلف مقامات پر~~ خزاؤ سزا کیلئے "الدین"

کا لفظ اختیار کیا ہے، اور اسی لیے وہ قیامت کو عموماً یوم الدین کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ یہ تعبیر

ایسے اختیار کی گئی کہ خزاؤ سزا کے بارے میں جو اعتقاد پیدا کرنا چاہتا تھا، اُس نے اسے ہی

تعبیر سے زیادہ موزوں ~~تعبیر~~ اور واقعی تعبیر ~~تعبیر~~ مانتی تھی۔ وہ ~~مالک~~ خزاؤ سزا کو اعمال کی

~~مکافات~~ کا قدرتی نتیجہ اور مکافات قرار دیتا ہے۔

نزول قرآن کے وقت ~~تمام~~ ^{تمام} ہر دور میں مذہب کا عالمگیر اعتقاد یہ تھا کہ خزاؤ سزا محض

خدا کی خوشنودی اور اُس کے قہر و غضب کا نتیجہ ~~ہی~~ ہے۔ ۱۔ اعمال کے نتائج کو اس میں کوئی دخل نہیں۔

الوہیت اور شائیت کا تعلق، تمام مذہبی تصورات کی طرح، اس معاملہ میں بھی گمراہی فکر کا موجب ہوا تھا۔

لوگ دیکھتے تھے کہ ~~ایک~~ ایک ملحق انسان یا دشمن ~~کبھی~~ کبھی خوش ہو کر انعام و اکرام دینے لگتا ہے، کبھی گمراہ

سزائیں دینے لگتا ہے، ایسے خیال کرتے تھے کہ خدا کا بھی ایسا حال ہے۔ وہ کبھی ہم سے خوش ہوتا ہے۔ کبھی کبھی غصہ و غضب میں آ جاتا ہے۔ طرح طرح کی قربانیوں اور چڑھاؤں کی رسم ایسا اعتقاد ہے۔ لوگ دیوتاؤں کا خوش غضب ٹھنڈا کرنے کیلئے قربانیاں کرتے، اور انکی نظراتِ انتقام حاصل کرنے کیلئے مزیں چڑھاتے۔

یہودیوں اور عیسائیوں کا عام تصور بلاشبہ دیوبانی تصورات سے ~~بہت~~ بلند ہو گیا تھا، لیکن یہاں تک کہ اس کا معاملہ کا تعلق ہے، اس کے تصور نے بھی کوئی وسیع تر قرینہ کی تھی۔ یہودی مت سے دیوتاؤں کے کلمہ خاندانِ اسرائیل کے ایک خدا کو مانتے تھے، لیکن چرانے دیوتاؤں کی طرح یہ خدا بھی شاہی اور مطلق العنانی کا خدا تھا۔ وہ کبھی خوش ہو کر آپس میں اپنی جہتی قوم بنالیا۔ کبھی جوشِ انتقام میں آکر برابری و ملائکت کے حوالہ کر دیتا۔ عیسائیوں کا اعتقاد تھا کہ آدم کے گناہ کی وجہ سے اسکی پوری نسل غضوب ہو گئی۔ اور جب تک خدا نے اپنی صفتِ اہمیت کو بشکلِ مسیح قربان نہیں کر دیا، اس کے نکل گناہ اور ~~کافوریت~~ غضوبیت کا کفارہ نہ ہو سکا!

لیکن قرآن نے حزاؤ سزا کا اعتقاد ایک دوسری ہی شکل و نوعیت میں پیش کیا ہے۔ وہ اسے خدا کا کوئی ایسا فعل نہیں قرار دیتا جو کائناتِ خلقت کے عام قوانین و نظام سے الگ ہو، بلکہ اُسی کا ایک ~~مفسر~~ قدری گوشہ قرار دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے، کائناتِ ہستی کا عالمِ قانون یہ ہے کہ ہر حالت کا کوئی نہ کوئی اثر رکھتی ہے، اور ہر چیز کا کوئی نہ کوئی خاصہ ہے۔ لیکن نہیں، یہاں کوئی شے اپنا وجود رکھتی ہو اور اثرات و نتائج کے سلسلہ سے باہر ہو۔ یہی ص طرح خدا نے اجسام و مواد میں خواص و نتائج رکھے ہیں، اُسی طرح اعمال ^{انہیں} بھی خواص و نتائج ہیں، اور ^{قدرتی} جس طرح جسم ان کی کے انفعالات ہیں، اُسی طرح روح ان کی کے بھی قدرتی انفعالات ہیں۔

جسمانی موثرات جسم پر مرتب ہوتے ہیں، معنوی موثرات سے روح متاثر ہوتی ہے۔ یہ اعمال کے یہی

اللہ قوری خواص و شائع میں جنہیں خزانہ و سزا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اچھے عمل کا نتیجہ اچھائی ہے اور

یہ ثواب ہے۔ برے عمل کا نتیجہ بُرائی ہے اور یہ عذاب ہے۔ ثواب اور عذاب کے ان

اثرات کی نوعیت کیا ہوگی؟ وحی الہی نے ہمارے فہم و استعداد کے مطابق اس کا نقشہ کھینچا ہے۔

وہ اس نقشہ میں ایک مرقع بہشت کا ہے۔ ایک دوزخ کا۔ بہشت کے ناعلم اُن کیسے ہیں جنکے

اعمال بہشتی ہو گئے۔ دوزخ کے عقوبتیں اُنکے لیے ہیں جنکے اعمال دوزخی ہو گئے۔

~~اصحاب النار و اصحاب الجنة، اصحاب الجنة هم الفائزون! (۵۹: ۲۱)~~

~~وہ نجات پائے، تم دیکھتے ہو~~

لا یتوی اصحاب النار و اصحاب الجنة،

ارباب جنت اور ارباب دوزخ کا حکم ایک

ہے (انہی اعمال و شائع میں) یک ن ہیں

ہو سکتے۔ کامیاب ان ن وہی ہیں جو

ارباب جنت ہیں!

اصحاب الجنة هم الفائزون! (۵۹: ۲۱)

وہ نجات پائے، تم دیکھتے ہو کہ فطرت ہر گوشہ وجود میں اپنا قانونِ مکافات رکھتی ہے۔ مکن نہیں

کہ اس میں تغیر یا نا اہل ہو۔ فطرت نے آگ میں یہ خاصہ رکھ دیا ہے کہ جلے۔

اب سوزش و پیش فطرت کی وہ مکافات ہو گئی جو ہر اس ان ن کیسے ہے جو آگ کے شعلوں میں

گم تھ ڈال دیا۔ مکن نہیں کہ تم آگ میں کودو اور اس فعل کے مکافات سے بچ جاؤ۔

پانی کا خاصہ ٹھنڈک اور رطوبت ہے۔ بے ٹھنڈک اور رطوبت وہ مکافات ہے

جو فطرت نے پانی میں درجیت کر دی ہے۔ اب مکن نہیں کہ تم دریا میں اترو،

اور اس مکافات سے بچ جاؤ۔ پھر جو فطرت کائناتِ ہستی کی ہر چیز اور ہر حالت میں مکافات

رکھتی ہے، کیونکر مکن ہے کہ ان کے اعمال کی مکافات نہ رکھے؟ یہی مکافات خزانہ و سزا ہے

حکلی وحی الہی خبر دیتی ہے۔

آگ جلاتی ہے، پانی ٹھنڈک پیدا کرتا ہے، سنگھیا کھانے سے موت، دودھ سے طاقت،

اور کونین ~~بہار کوھوک دیتا ہے~~ سے بخار مرک جاتا ہے۔ جب اشیاء کے ان تمام مکافات پر تمہیں تعجب نہیں ہوتا کیونکہ یہ تمہاری روزانہ زندگی کی یقینیات ہیں، تو پھر تمہیں اعمال کے مکافات پر کیوں تعجب ہوتا ہے؟ افسوس تم پر تم اپنے فیصلوں میں کیسے ناہموار ہو!

تم گیسوں بولتے ہو، اور تمہارے دل میں کبھی یہ خدشہ نہیں گزرتا کہ گیسوں بیدا نہیں ہوتا۔ اگر قوی تم سے کہے، ممکن ہے کہ گیسوں کا ٹکڑا جوار پیدا ہو جائے تو تم اسے باطل سمجھو گے۔ کیوں؟ اس لیے کہ فطرت کے قانونِ مکافات کا یقین تمہاری طبیعت میں ~~موجود~~ راسخ ہو گیا ہے کہ۔ تمہارے دماغ و جان میں یہ نظر نہیں گزر سکتا کہ فطرت گیسوں کیلئے اس کے بدلے میں جوار دیدہ گی۔ اتنا ہی نہیں، بلکہ تم یہ بھی نہیں مان سکتے کہ اچھے قسم کا گیسوں بلکہ بُرے قسم کا گیسوں دیدہ گی۔ تم جانتے ہو کہ کہ وہ بدلے دینے (قطعی اور شد و شبہ سے بالاتر ہے)۔ پھر مثلاً د، جو فطرت گیسوں کے بدلے گیسوں (جوار) کے بدلے جوار دے رہی ہے، کیونکر ممکن ہے کہ اچھے عمل کے بدلے اچھا ~~پہلے~~ اور اور بُرے عمل کے بدلے بُرا پیچھے نہ ~~پہلے~~ رکھتی ہو؟

ام حب الذین اخرجوا السیات، ان یحکم
کالذین اسوا وعلوا الصالحات؟ سورہ حیاء
وہا تم؟ ساء ما یحکمون! وخلق اللہ سورۃ
والارض مائتین، ولتبری کل نفس بما کسبت
وہم لا ینظلمون (۲۵ : ۲۰)

جو لوگ سرائیاں کرتے ہیں، کیا وہ سمجھتے ہیں کہ انہیں
ان لوگوں جیسا کر دیئے جو ایمان رکھتے ہیں اور کھنڈ
اعمال اچھے ہیں؟ دونوں برابر ہو جائیں۔ زندگی
میں بھی اور موت میں بھی؟ (اگر ان لوگوں کی فہم
ورائش کا یہی فیصلہ ہے، تو) افسوس انہی فیصلہ بر!
اور (اب کیونکر ہو سکتا ہے، جبکہ) اللہ نے آسمان
وزمین بیکار و عیش نہیں بنایا، بلکہ حکمت و حکمت
کے ساتھ بنایا ہے ~~اور~~ اور اس لیے بنایا ہے کہ ہر
جان کو اس کی کمائی کے مطابق مکافات ملے (اور کوہ
جہیز ~~میں~~ بغیر بدلے اور پیچھے کے نہ رہے) اور
ہر مکافات کو (یا درکھو) یہ مکافات
مکافات عمل کے مطابق ~~ہو~~۔ ~~میں~~ رب نہیں
یکتا کہ کہہ کر ساتھ کہہ، طرد کر، ہی نہ ہو۔

ضابطہ قرآن نے جابجا جزاء سزا کی اس قصص کی وجہ ہے کہ قرآن نے جزاء و سزا کیلئے الدین

کا لفظ اختیار کیا، کیونکہ مکافاتِ عمل کا مفہوم ادا کرنے کیلئے سے زیادہ موزوں لفظ ہے۔

اور پھر یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں، رُسُخ اچھے بُرے کام کرنے کو جابجا ”کب“

کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ ~~مگر اور یہ تعبیر بھی اللہ تعالیٰ کی طرح اس حقیقت کے مطابق ہے کہ قرآن میں~~

”کب“ کے عربی معنی عرب میں ٹھٹھ بٹھ وہی ہیں جو اردو میں کائی کے ہیں۔ یعنی اب کام

جس کے نتیجے سے تم کو فائدہ حاصل کرنا چاہو، اگرچہ فائدہ کی جگہ نقصان بھی ہو جائے۔

مطلب یہ ہوا کہ رن ن ~~کب~~ کبھی کبھی جزاء اور سزا خود ان ہی کی کائی ہے۔ جیسی

کسی کی کائی ہوگی، وہی ہی نتیجہ ~~کب~~ پیش آئے گا۔ اگر ایک رن ن نے ~~کب~~ حاصل

~~کب~~ اچھے کام کر کے اچھی کائی کر لی ہے، تو اس کے لیے ~~کب~~ اچھا ہے۔ اگر کسی نے بُرائی کر کے

بُرائی کائی ہے، تو اس کے لیے بُرائی ہے : ۵

کل امریٰ بآکبتِ رہین (۲۱: ۵۲) ہر رن ن رُسِ بقیہ کے ساتھ جو اس کی کائی ہے
مومن ہے بدھا ہوا ہے !

سورۃ بقرہ میں ~~کب~~ جزاء و سزا کا لفظ قاعدہ کلیہ بتلادیا :

لھا ما کبت، و علیہا ما التبت (۲۸۶: ۲) ہر رن ن کیلئے وہی ہے، جیسی کبھی اُس کی کائی ہوگی۔
جو کبھی اُسے پانا ہے، وہ بھی اُس کی کائی سے ہے،
اور جس کے لیے اُسے جواب دہ ہونا ہے، وہ بھی اُس کی
کائی ہی سے ہے۔

اسی طرح قوموں اور جماعتوں کی نسبت بھی ایک قاعدہ بتلادیا :

تک امة قد ظلت، یا، ما کبت، و لکم
یہ ایک امت تھی جو ناز و رکی۔ اُس کے لیے وہ نتیجہ تھا جو
اُس نے کمایا، اور تمہارے لیے وہ نتیجہ ہے جو تم
ما کبت، و لکم ائمتوں کا نواہیوں (۱۳۵: ۲) کا دئے۔

علاوہ بریں صاف صاف نظروں میں جا بی یہ حقیقت واضح کر رہی کہ اگر دین ربی اللہ صلی علیہ وسلم

کی ترغیب دیتا ہے، بعد عملی ~~کھٹا~~ ^ط ~~درانا~~ ہے، سے روکا ہے، تو یہ صرف ایسے ہے کہ ان ن

نقصان و ہلاکت ہے اور نجات و سعادت حاصل کرے۔ یہ بات نہیں ہے کہ خدا کا غضب و قہر ہے۔

عذاب دنیا جانتے ہو اور اس سے بچنے کیسے ہمارے رابضوں اور عبادتوں کی ضرورت ہو :

من عمل صالحاً فلنفسه ومن اساء فعليه
 جس کسی نے نیک کام کیا، تو میرے لیے اور

~~جس کے لئے جو اس کی خواہش ہے اس کے لئے~~

و ما ربك بظالم للعبيد (۴۷ : ۴۸)

ایک دور (پارکد) تمہارا پروردگار اپنے بندوں
کیسے عالم میں ہے (کہ انہیں اپنے تہر و غضب کا نشانہ بنا

ایک مشہور حدیثِ قدسی میں یہ **حقیقت** ~~ہے کہ اس عطر اور دھنیں میرا رب میں جان کی لگی ہے~~ کہ طرف اشارہ کیا گیا ہے :

یا عبادہ، اورن ادکم و آخرکم وانکم و ختمکم کانوا
 اے میرے بندو! اگر تم اس میں سے وہ سب

پہلے گزر چکے اور وہ سب جو بعد کو پیدا ہوئے اور نام

انس اور تمام جن انس شخص کی طرح ہے کب ہوگا

جوئم میں سے زیادہ متقی ہے **محمود** یاد رکھو اس سے

میرے خداداد نرے میں کچھ بھی اضافہ نہ ہو سکتا۔ اے

میرے بندو! اگر وہ بے ہوش شخص کا گھر ملے

جو سے گزر گیا اور وہ سب جو بعد کو سدا ہوئے، وہ ان

جو بیچے نریچا اور وہ سب جو بعد نو پیدا ہوئے اور نام سے
دو تار، جن پر ریشہ، کہ ماہ ۲ سہ کار و سہ ۶ و ۱۰ میں سے

اور عام جن، اس شخص کی طرف بدکار ہوگا جو میں نے

زیادہ بدکار ہے تو اس کی خدائی میں کچھ بھی بھلا

نہ ہوتا۔ اے میرے بندو! اگر وہ سب جو پہلے گزر چکے اور وہ

سب جو بند کو پتیا ہو گئے، ایک شام پر جمع ہو کر جمعیت

سوال کرتے ہیں اور میں ہر ایک کو اسکی منہ مانگی مراد

بُخْدِیَا' تو میری رحمت و بخشش کے خزانہ میں اس کے

و بارہ کی ~~جس~~ نہ ہو جس کی ~~جس~~

میں نے سوئے کے ناکے قضا بائی / یہ کھیل جسے - ۱۷ میں بند

باد رکھو یہ تمہارے اعمال ہی میں خفیہ سے تمہارے

یاد رکھو یہ تمہارے اعمال ہی ہیں جن سے تمہاری زندگی کا رنگ بدلتا ہے۔

کھانہ میں کھانے کے لیے جیسے میں کھانے کے لیے اور کھانے کے لیے

رہا ہوں اور میرا بیٹا کے ساتھ بغیر کسی کمی بیشی کے گھس

دیدنیامیں۔ جو کہ جو کہ تم میں اچھائی پائے، چاہے

اللہ کی حمد و ثناء کرے، اور جس کسی کو بُرائی پیش آئے، تو

کہ خود اپنے پیشوا کو آدمی کو ملائی نہ کرے !

یا عبادہ، تون ادکم و آخرکم وانکم و ختم کانوا

علی تقویٰ قلب رجل واحد منکم، ما زاد فرملگی شایا۔ یا

عبارت: ہون اؤکم و آخرکم وانکم و جلم کانوا علی الفجر

قلب رجل واحد مسلم، ما نقص ذاك من ملكي شيئا۔

يا عباده لو ان ادلكم وآخركم واسلم وخلصتم تاموا

فی صعد واحد فأنزلنا فاعطيت كل ان من مسئلة

ما نقص ذاك ما عنده الا كما ينقص المحيط اذا اُدخل

البور - یا عبادی، انا عر اعالم اخصا کلم، ثم

اَوْفِيكُمْ رَايَا هَا، فَمِنْ وَجْدِ خَيْرٍ فَلَاحِدٌ، وَمِنْ وَجْدِ

يَعْرِضُ ذَاكَ فَلَا يَوْمُنَ إِلَّا نَفْسُ (مسلم عن أبي ذرؓ)

ہاں یہ خدمت کسی کے دل میں واقع نہ ہو کہ خود قرآن نے ہی توجہ با خدا کی خوشنودی اور نافرمانی

کا ذکر کیا ہے ؟ بلاشبہ کیا ہے ۔ ورنہ ہی نہیں بلکہ وہ کہتا ہے ان کی نیک عملی ~~وہ~~ کا اعلیٰ درجہ یہی قرار دیتا ہے

ہے کہ جو کلمہ کہے ' صرف اللہ کی خوشنودی ~~کے~~ کیلئے کہے کہے ۔ ~~بلکہ ہوا کوئی قصد دینے کا نہیں ہے~~۔

لیکن خدا کے جس رضا و غضب کا اثبات کرتا ہے ' وہ خراؤ سزاؤ کی علت نہیں ہے بلکہ خراؤ سزا کا

قدرتی نتیجہ ہے ۔ یعنی وہ یہ نہیں کہتا کہ خراؤ سزا محض خدا کی خوشنودی اور نافرمانی ~~کے~~ کا نتیجہ ہے ۔

بلکہ سبب و بد اعمال کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ وہ کہتا ہے ' خراؤ سزا تمام تر ان کے ~~کے~~ بد اعمال کا نتیجہ ہے

اور خدا سبب عمل سے خوشنود ہوتا ہے ۔ بد عملی ناپسند کرتا ہے ۔ جو ان کی نیک عملی ہوگا ۔

خدا کی خوشنودی ~~بہرحال~~ حاصل ہوگی جو بد عمل ہوگا ' وہ ملاحظہ ہے کہ یہ تعلیم قدیم اعتقاد سے نہ صرف مختلف ہے

بلکہ یکسر متضاد ہے ۔

بہر حال ' خراؤ سزاؤ کی اس حقیقت کیلئے " الدین " کا لفظ نہایت موزوں لفظ ہے ' اور

ان تمام گمراہیوں کی راہ سد کر دیتا ہے جو اس بارے میں بھیل ہوئی تھیں ۔ سورہ فاتحہ میں مجرد اس لفظ کے

استعمال نے خراؤ سزاؤ کی اصل حقیقت آشکارا کر دی ۔

ثانیاً ' یہی وجہ ہے کہ مذہب اور قانون کیلئے بھی الدین کا لفظ استعمال کیا گیا ۔ کیونکہ مذہب

کا بنیادی اعتقاد ~~خراؤ سزاؤ کا اعتقاد~~ ^{کافات عمل} کا اعتقاد ہے ' اور قانون کی بنیاد ^{بھی} اتوار و تہ ہے ۔

سورہ یوسف میں جان یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت یوسف (علیہ السلام) نے اپنے چھوٹے بھائی کو اپنے پاس

روک لیا تھا ورنہ فرمایا : ما کان لیاخذ اخاه فی دین الملک الا ان یشاء اللہ (۱۲ : ۷۶) یاں بادشاہ مصر

کے دین سے مقصود اس کا قانون ہے ۔

~~ناتوا اور رحمت کے بعد صورت کی صفات بیان کرتے تھے ۔ لفظ ہر تقضاً و کلام یہ ہے~~

ثالثاً: بیان ربوبیت دور رحمت کے بعد صفات قہر و جلال میں سے کسی صفت کا ذکر نہیں کیا گیا۔

بلکہ مالک یوم الدین کی صفت بیان کی گئی ہے جسے عدالت الہی کا تصور ہمارے ذہن میں پیدا ہوتا ہے

اسکے معلوم ہوا کہ قرآن نے خدا کی صفات کا جو تصور قائم کیا ہے، اس میں تہر و غضب کی کوئی جگہ نہیں ہے۔

کوی حکم نہیں ہے۔ البتہ عدالت ضرور ہے اور صفات سلمہ و قہر یہ **۴۱** مقدر مبین کی لکھی ہوئی ہیں۔

دراصل اسی کے لفظ ہیں۔ اگر مالک یوم الدین کی جگہ ~~(تجلیات صفات)~~ صفت نمودار ہوتی تو صفات ملت قمر

یرد لالت کرتی، تو نے ہرے کہ
 (تو نے ہرے کہ) واقع نہ ہوئی، اور
 حقیقت (تو نے ہرے کہ) تو نے ہرے کہ
 حقیقت (تو نے ہرے کہ) تو نے ہرے کہ

طہا فراکفیت صفت ایسی کے تصور کا یہی تمام ہے جان کرانی نے ہمیشہ ٹھوکر کھائی ہے

یہ ظاہر ہے کہ فطرتِ کائنات، ربوبیت و رحمت لے ساتھ، ایسے مجازات بھی رکھتی ہے، اور جس میں ہوش

کھٹن ہے، وہاں نواحدہ دکانیں ~~اگر ایک طرف اس میں پردوش و کھٹن ہے~~ تو دوسری طرف نواخذہ و

مکافات بھی ہے۔ - فکرائی کیسے فیصلہ طلب سوال یہ تھا کہ فطرت کے ۴۴ مجازات اکٹھے قہر و غضب

کا نتیجہ میں آیا عمل و قسط کے؟ اس کو تو یہی فکر عمل و قسط کے حقیقت معلوم نہ کر سکا اور
 اس نے فطرت اس کا فکر نہ کیا عمل و قسط کے حقیقت (معلوم نہ کر سکا) اس نے
 اس کا ادراک نہ کر سکا اور حجابِ حجاب کو

فہر و غضب پر محمول کرنا اور بسنے سے حداک صفات میں خوف و دہشت کا تصور پیدا کرنا

حالانکہ اگر وہ فطرتِ مائنت کو زیادہ قریب بخوردیکھ سکتا تو معلوم کرتا کہ ~~خیر~~ ~~خیر~~ ~~خیر~~

جن خطہ ہر کو قہر و غضب پر محمول کر رہا ہے، وہ قہر و غضب کا بیج نہیں ہیں بلکہ عین تقضائے رحمت ہیں۔

اگر فطرتِ کائنات میں کائنات کا مواخذہ نہ ہوتا، تو یا تو عمر کی تحسین و تکمیل کے لیے تخریب ہوئی

تو میزانِ عدل قائم نہ رہتا اور تمام نظمِ ہستی درہم برہم ہو جاتا۔

رابعاً، جس طرح کا خانہ حلقہ اپنے وجود و بقا کیلئے ربوبیت اور رحمت کا محتاج ہے،

اُسی طرح عدالت کا بھی محتاج ہے۔ یہی تین معنوی عنصر ہیں جن سے ~~ہر~~ حقیقت وستی کا تمام ظہور
 میں آیا ہے۔ ربوبیت پرورش کرتی ہے، رحمت اِفادہ و فیضان کا سرچشمہ ہے، اور عدالت سے بناؤ
 اور خلیہ ~~و~~ ظہور میں آتی ~~جو~~ اور نقصان و فساد سے محفوظ رہتی ہے۔

تم نے ابھی ربوبیت اور رحمت کے تقاضات کا شاہدہ لیا ہے۔ اگر ایک قدم آگے بڑھو
 تو تم دیکھو گے کہ تو اسی طرح عدالت کا تمام بھی نمودار ہو جائے گا۔ ~~تم دیکھو گے کہ~~ (اس کا رخا نہ ہستی میں بناؤ،
 سلجھاؤ، تولی، اور حلال ہیں سے جو کچھ بھی ~~ہو~~ ہے، وہ اسے سوا کچھ نہیں ہے کہ عدل و توازن
 کی حقیقت کا ظہور ہے۔ اگر ایک عادل ہستی کا رخا نہ ہو، تو ممکن نہ تھا کہ رجا۔ و تعمیر کو تمام انکی
 بے شمار شیطوں میں دیکھتے ہو، اور ایسے بے شمار ناموں سے پکار رہے ہو، لیکن اگر ~~اللہ~~ حقیقت کا
 سراغ لگاؤ، تو دیکھ لو کہ رجا ہی حقیقت بیان صرف ایک ہی ہے، اور وہ عدل و عدال ہے!

عدل کے معنی ~~یہ ہیں کہ~~ برابر ہونا، کم زیادہ نہ ہونا۔ ~~و~~
 اسی بے معاملات اور قصایا میں فیصلہ ~~کرتے~~ کو عدالت کہتے ہیں کہ حاکم دو فریقوں کی ~~مابین~~ باہر
 زیادتیاں دور کر دیتا ہے۔ ترازو کی تول کو بھی عادلہ کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ دونوں تیلوں کا
 وزن برابر کر دیتا ہے۔ یہی عدالت جب اشیاء میں نمودار ہوتی ہے تو انکی کمیت اور کیفیت
 میں ~~تساوب~~ پیدا ~~کرتی~~ ہے۔ ~~(اعداد کے تناسب کی عظیم مثال عدالت~~
~~پر ریاضی اور حساب کے علم حقائق کا دار و مدار ہے ایک جز کا دوسرے جز سے کمیت~~
~~و کمیتوں~~
 یا کیفیت میں ~~تساوب~~ ہونا عدالت ہے۔

اب خود کرو، کا رخا نہ ہستی میں ~~تو~~ بناؤ اور خولی ~~میں~~ کے بقدر بھی نظر رہیں، کس طرح
 اسی حقیقت ~~میں~~ سے ظہور میں آئے ہیں؟ وجود کیا ہے؟ حکیم ~~تلا~~ ہے کہ غاصر ~~تلا~~

کے ترکیب کا اعتدال ہے۔ اگر اس اعتدالی حالت میں ذرا بھی تغیر واقع ہوگا وجود کی نمود معدوم ہو جائے گی۔

جسم کیا ہے؟ ~~بجز اجسام کا اعتدال کے ساتھ~~ جسم کیا ہے؟ جہاں مواد کا ایک خاص اعتدالی حالت ہے۔ اگر اس کا کوئی ایک جز بھی غیر اعتدال ہو جائے گا جسم کی حیثیت ~~ترکیبی~~ ^{بگڑ جائے گی}۔ صحت و تندرستی

کیا ہے؟ اخلاط کا اعتدال ہے۔ جہاں اس کا قوام بگڑا، صحت میں رنج و خرابی پیدا ہو جائے گی۔
حسن و جمال کیا ہے؟ ~~بعض اور اخلاط کا تناسب~~ و اعتدال ہے۔ ان نکتوں میں ہے

توفیق بصورت ان نکتوں ہے۔ نباتات میں ہے تو خوشنما پھول ہے۔ عمارت میں ہے تو تاج محل ہے۔

ان نعم کی جلالت کیا ہے؟ سروں کی ترکیب کا تناسب و اعتدال ہے۔ اگر ایک سرو بھی بے میل ہو جائے
نعم بے کیف ہو جائے گی۔ نعم کی کیفیت ^{جانی رہی!} ~~فہم نہ رہی!~~

خداوند آشیاء کو اجام ہی پر موقوف نہیں ہے۔ کارخانہ ہستی کا تمام نظام ہی عدل و توازن پر قائم ہے۔ اگر ایک لمحہ کیلئے یہ حقیقت غیر موجود ہو جائے گی تو تمام نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا۔

یہ کیا حرکات ہے کہ نظام شمسی کا ہر کڑا اپنی اپنی جگہ معلق ہے، اپنے اپنے دائروں میں
حرکت کرتا رہتا ہے، اور ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ذرا بھی انحراف و میلان واقع ہو جائے؟

یہی ~~عدل~~ عدالت کا قانون ہے جسے سب کو ایک خاص نظم کے ساتھ جکڑ کر رکھا ہے۔
(تمام کڑے اپنی اپنی کتشن رکھتے ہیں،
کڑے اپنی کتشن رکھتے ہیں اور ان کے مجموعی جذب و انجذاب کے تعادل کے تحت ہر کڑا اپنے جگہ پر قائم رہتا ہے۔)

توازن سے ایسی حالت پیدا ہو گئی ہے کہ ہر کڑا اپنی جگہ قائم و معلق ہے۔ تمام کڑے اپنے اپنے دائروں میں گردش کرتے ہیں۔
اگر کوئی اس قانونِ عدالت سے باہر ہو جائے، تو سب کڑے متحرک ہو جائیں گے اور سب کڑے اپنے جگہ سے ہٹ جائیں گے۔

اور تمام نظام شمسی نچل ہو جائے گا۔
اعداد کے تناسب کی عظیم ان صفاقت جس پر ریاضی اور حساب کے تمام قوانین کا دار و مدار ہے کیا ہے؟
یہی عدل و تعادل جتنا کہ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔
جس دن یہ حقیقت لوحِ ذہن ان پر کھلی گئی تھی، علوم و معارف کے تمام دروازے کھل گئے تھے۔

جانیے جب قرآن نے اس حقیقت کی طرف اشارت کیے ہیں :

والسواء رفعها ودفع الميزان،
(اور آسان کوریکھو، جس سے اسے بلند کر دیا اور اور (دیکھو) آسان)


وَن تَطْعُوْا فَر الْمَمْرُوْن (۶:۵۵) (اجرام سادہ رقیام کیے قانون عدالت کا) ۶۵

1. 6. 6.

یہ "المیزان" کیسے ہے؟ یعنی ترازو کیا ہے؟ تعادل و توازن کا قانون ہے، جو تمام اجرام

سادہ کو انکی گھٹن پر رکھ کر رکھ دیا ہے اور کبھی ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس کے توازن پر کابلہ
کس ایک طرف جھک پڑے۔ اجرام سادہ کو کسی کا یہی وہ غیر مرکب ستون ہے جسکی نسبت سورہ

رعد میں فرمایا : ~~اللہ~~

اللہ النبی رفع السادات بغیر عبد
 اللہ جس نے آسمانوں کو (پیغمبرِ اجرامِ سادیہ کو) 
 بند کر دیا ہے۔ ~~بغیر~~ بغیر کسی ستون کے بلند کر دیا ہے،
 اور تم (اسکی یہ حکمت) دیکھ رہے ہو!

اور سورہ لقمان میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے :

خلق السموات بغير عمد ترونها۔
(اسو: ۹)

ہم سوچ رہے ہیں کہ ضروری نہیں کہ تعادل ^{عدل و} توازن کی حقیقت سمجھ کر کہے مینراں سے

ترازو سے پتھر کو عام فہم اور واضح تعبیر نہیں ہو سکتی ہے۔

اسی طرح سورہ آل عمران کی شہور آیت شہادت میں قاضاً بالقط (س: ۱۶) کی کراہی

۱۰۔ ضمیمہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ نیچے مائنات خلقت میں ذکر کیا تمام کلام عدالت کو سامنے قائم ہے۔
درجہ کیا گیا ہے قانون ٹھہرا دیا ہے۔

قرآن کہتا ہے، 'جب عدالت کا یہ قانون کائنات خلقت کے ہر گوشہ میں نافذ ہے، تو کوئی

مکن ہے کہ ان کے انکار و اعمال کیے بے اثر ہو جائے؟ اس گوشہ میں بھی وہی فکر اور عمل ~~میں~~ مشغول ہوتا ہے جو افراط و تفریط اور ~~میں~~ میل و انحراف کی جگہ فطرت کے عدل و قسط پر مبنی ہوتا ہے۔ اور اسی کو وحی الہی ~~میں~~ اور عمل قول ثابت اور عمل صالح کے نام سے تعبیر کرتی ہے۔ اگر ~~میں~~ تعبیر و جمال کے سیکڑوں ناموں سے تمہیں ~~میں~~ مغالطہ نہیں ~~میں~~ اور یہ ^{ہو جاتا} ~~میں~~ بات ~~میں~~ یا لیتے ہو کہ ان سب میں اصل حقیقت ایک ہی ہے اور وہ عدالت ہے، تو اس گوشہ میں ایمان و عمل کی اصطلاح ~~میں~~ سے تمہیں کیوں توجش ہو؟ اور کیوں ~~میں~~ بے تماشہ انکار کر رہے بیٹھو؟

افخیر دین اللہ پیغون؟ ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً وکرہاً و الیہ یرجعون! (۳: ۷۹)

کی یہ لوگ جانتے ہیں کہ اللہ کا ٹہرایا ہوا دین چھوڑ کر کوئی دوسرا دین عدالت کرے؟ حالانکہ ~~میں~~ جتنی میں اللہ کے قانون کے برابر ہوں اور کون سا قانون آسمان اور زمین میں جو ~~میں~~ ہے، سب اسی کے حکم کی اطاعت کر رہے ہیں۔ خوشی سے ہو یا ناخوشی سے (مگر سب کیسے جلتا اسی کے ٹہرائے ہو قانون پر) اور بالآخر سب اسی کے طرف موٹنے والے ہیں!

یہ وہ ہے کہ قرآن نے بد عملی ~~میں~~ اور برائی کیلئے جتنی تعبیرات اختیار کی ہیں، سب ایسی ہیں کہ

اگر ان کے معانی پر غور کیا جائے تو عدل و توازن کے ضد و مخالف ثابت ہو گئی۔ گویا قرآن کے نزدیک ~~میں~~ حقیقت کے سوا کچھ نہیں ہے کہ عدل ^{حقیقت} سے انحراف ہو۔ ~~میں~~ ~~میں~~

ظلم، طغیان، اسراف، تبذیر، افاد، اعتدا، عدوان، و غیر ذلک۔

ظلم کے معنی وضع اشئی فی غیر موضعہ ~~میں~~ ہیں۔ یعنی جو بات جس جگہ ہونی چاہیے، اگر

وہاں نہ ہو، بے محل ہو، تو ~~میں~~ لغت میں اس حالت کو ظلم کہتے ہیں۔ اسی لیے قرآن نے شرک

کو ظلم عظیم کہا ہے، کیونکہ اس پر زیادہ کوئی بے محل بات نہیں ہو سکتی، اور یہ ظلم ہرے کو کسی

چیز کا اپنی صحیح جگہ میں نہ ہونا ایک ایسی حالت ہے جو حقیقت عدل کے عین شافری ہے۔

طغیان کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کا اپنی حد سے گزر جانا۔ دریا کا پانی اپنی حد سے بلند ہو جانا،

نوکتے میں طغی الا و = ظاہر ہے کہ حد سے تجاوز عین عدالت کی ضد ہے۔

اسراف "سرف" سے ہے۔ سرف کے معنی ہیں کہ جو چیز جتنی مقدار میں خرچ کرنا چاہیے،

اس سے زیادہ خرچ کر دی جائے۔

تبذیر کے معنی کسی چیز کو ایسی جگہ خرچ کرنا ہے جہاں خرچ نہیں کرنا چاہیے۔ اسراف

اور تبذیر میں مقدار اور محل کا فرق ہے۔ کھانے میں خرچ کرنا، خرچ کا صحیح محل ہے، لیکن اگر

ضرورت سے زیادہ خرچ کیا جائے تو یہ اسراف ہوگا۔ دریا میں روپہ بھٹک دینا روپہ

خرچ کر کے کا صحیح محل نہیں ہے۔ اگر تم روپہ پانی میں بھٹک دے گا وہ تبذیر ہوگا۔ (دونوں صورتیں)

عدالت کے متافریض ہیں۔ کیونکہ حقیقت عدل، مقدار اور محل، دونوں میں تناسب جاتی ہے۔

فاد کے معنی ہیں خروج الشئ عن الاعتدال الیٰ ہاں۔ یعنی کسی چیز کا حالت اعتدال

سے باہر ہو جانا۔

اعتداء اور عدوان ایک ہی مادہ سے ہیں، اور دونوں کے معنی حد سے گزر جانا۔

قرآن اور صفات الہی کا تصور

قرآن نے خدا کی صفات کا جو تصور قائم کیا ہے، سورہ فاتحہ اس کی سب سے پہلی روٹائی ہے۔ ہم اس موقع

میں وہ شبہ دیکھ لے سکتے ہیں جو قرآن نے نوع انسانی کے سامنے پیش کی ہے۔ یہ ربوبیت، رحمت، اور

عدالت ^{کی شبہ} کا مجموعہ ہے۔ اپنی تین صفات کے تفکر سے ہم اُس کے تصور الہی کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں۔

خدا کا تصور ہمیشہ ان کی روحانی و اخلاقی زندگی کا ~~مور~~ ^{مور} رہا ہے۔ یہ بات کہ

ایک مذہب کا معنوی و نفسیاتی نراج کیا ہے، اور وہ اپنے پیروں کیسے کس طرح کے اثرات رکھتا ہے؟

اس حرف یہ بات دیکھ کر معلوم ^{کر لی جاسکتی ہے} کہ اُس کے تصور الہی کی نوعیت کیا ہے؟ پس وجہ ہے کہ علم الاجتماع

کے نظریں ~~اجتماع و جمالیات کی ذہنی حالت~~ ^{واظافی} کی سطح پر زور دیتے ہیں۔ وہ

کہتے ہیں، کسی حالت کی ذہنی ارتقا و ترقر معلوم کرنے کے لیے سب سے پہلے اس بات کا سراغ لگاؤ کہ اُس نے یہ خدا

کو کس شکل و شباہت میں دیکھا تھا؟ اسی شکل و شباہت میں تمہیں اُس حالت کے دین و اخلاق کی صورت

نظر آجائیگی!

جب ہم نوع انسانی کے تصورات الوہیت کا دیکھ مختلف عہدوں میں مطالعہ کرتے ہیں، تو

ہم دیکھتے ہیں کہ ~~اس تصور~~ ^{اُن کے} تغیرات کی کچھ عجیب رفتار رہی ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے، گویا ان

کے مادی تصورات کی طرح اُس کے خدا پرستانہ تصور ~~میں~~ ^{میں} بھی ایک طرح کے تدریجی ارتقاء

~~کا~~ ^{کا} سلسلہ جاری رہا، اور ~~کچھ~~ ^{کچھ} بعد دیگرے، اُن سے اعلیٰ اور پستی سے بلندی کی طرف

بہ تدریج اُن سے اعلیٰ اور پستی سے بلندی کی طرف ترقی ہوتی رہی ہے۔ بلاشبہ یہ شکل ہے کہ

ہم کہ ہم اس سلسلہ کی کست و تبدائی کڑیاں ^{تھیں} متعین کر سکیں، کیونکہ ^{ہم} ~~ہم~~ ^{ہم} ماضی کی طرف ~~ہم~~ ^{ہم}

بڑھتے ہیں، تاریخ کی روشنی دھندلی پڑتی جاتی ہے، اور وحی و نبوت کی زبانیں بھی تفصیلات

~~محدود ہے۔ رنگ باہر قدم نہیں بڑھا سکتی ہے۔~~

عقل انسانی کا ادراک محسوسات کے دائرہ میں محدود ہے۔ اس لیے اُس کا ~~تکملہ~~ تصور

آن دیکھی اور غور محسوس

اس دائرہ سے باہر قدم نہیں نکال سکتا۔ وہ جب کسی چیز کا تصور کرے گی تو ناگزیر ہے کہ ~~اللہ~~ تصور میں

وہی بظہر صفات آئیں جنہیں وہ دیکھتی ~~اور~~ اور سستی ہے، جیسے ~~بظہر~~ اور حواس کا ساتھ ذوق

ولس کی دس سے باہر نہیں ہیں۔

~~وہ اگر کسی آن دیکھی چیز کا اور اگر وہ پورا کے ذہن و فکر کی جیسی~~

ہی رہائی ہے، نہ یک دفعہ ظہور میں نہیں آئی ہے، بلکہ ایک طول وایل عرصہ کے نشو و ارتقا کا

نتیجہ ہے۔ ابتدا میں اُس کا ذہن عہد طفولیت میں تھا۔ اس لیے اس کے تصورات بھی اس نوعیت کے

ہوتے تھے۔ پھر جون جون ٹپپوں کی ترقی و تزکیہ کے ساتھ ساتھ تصورات میں بھی ~~تکملہ~~ تکلیف دہ

تھی اُس میں اور اس کے ماحول میں ترقی ہوئی گئی، اُس کا ذہن بھی ترقی کرتا گیا اور ذہن کی

شائستگی اور مہندی آتی گئی۔

ترقی و تزکیہ کے ساتھ اس کے تصورات میں بھی ~~تکملہ~~ اور بلند ہو گئے۔

اس صورت حال کا عنصر قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ انسانی ذہن نے خود ہمیشہ خدا کی

بنائی،

خود اُس نے اور اُس کے ماحول نے پیدا کر لی تھی۔ ویسی ہی صورت ~~آرا~~ جیسی صورت ~~دھونڈی~~ خود کی ~~تکملہ~~ ~~تکملہ~~ ~~تکملہ~~

ماحول کی استعداد پیدا کر سکتی تھی۔ پھر جون جون اُس کا معیار مکرر بدلتا گیا، وہ اپنے معبود

کی شکل و ثبابت بھی بدلتا گیا۔ اُسے اپنے آئینہ فکر میں ایک صورت نظر آتی تھی۔ وہ سمجھتا

تھا، یہ اُس کے معبود کی صورت ہے۔ حالانکہ یہ وہ اُس کے معبود کی صورت نہ تھی، خود

تھا۔ اُسی کے ذہن و صفات کا عکس تھا!

فکر انسانی کا بے پایاں رومانہ ہے، جو ~~اللہ~~ اس راہ میں پیش آئی!

مقیماں دُقرے راہی پرتند!

کہ یاران دیگرے راہی پرتند!

حرم جویان درے راہی پرتند

براگن پردہ تا معلوم گردد

بہر حال ان کے تمام تصورات کی طرح صفاتِ الہی کا تصور بھی اس کے ذہنی و معنوی ترنر کے تھے۔

ساتھ ترقی کرنا ہے - انبیاء و کرام (علیہم السلام) کی دعوت کی ایک بنیادی اصل یہ رہی ہے کہ

انہوں نے ہمیشہ خدا پرستی کی تعلیم ویسی پرشکل و آسلوب میں دی، جیسی شکل و آسلوب کے فہم و تحمل

کے استعدادِ خالصین میں پیدا ہو گئی تھی۔ وہ جمیع انسانی کے معلم و مربی تھے۔ معلم کا فرض

ہے کہ معلمین میں جس درجہ کی استعداد پائی جائے، اسی درجہ کا اچھا سبق دیے۔ پس بنیاد کو ا

’مے بھی وقتاً فوقتاً خدا کی صفات کہے جو پیرائے تعلیم اختیار کی ‘ وہ اس سلم ارتقاء سے بچ رہا تھا۔

بارہ نکاحا۔ بلکہ ~~تین~~ اسی کی مختلف طرہاں ہیں۔ یہاں ~~کئی~~ کرتا ہے۔

اگر وہ تمام تصورات کے
 اس سلسلہ ارتقاء کی سب سے تمام شرطوں پر نظر ڈالتے ہیں اور ان کے فکری عناصر کی تحلیل

رکتے ہیں، تو یہیں معلوم ہوتا ہے کہ میں نے اس شخص کو بے شمار نوعیتیں قرار دی جاسکتی ہیں، لیکن

۱۱۱ ارتقائی نکلے ہمیشہ تین ہیں۔ پہلی اور دوسری اس سلسلہ کی ہدایت و نہایت معلوم کی جاتی ہے:

(۱) تجسم سے تنزیہ کی طرف -

(۲) اکثر تعدد و اشتراک کے توحید کی طرف

(۳) صفاتِ 'قہر' و 'جلال' سے صفاتِ 'رحمت' و 'جمال' کی طرف ۔

یعنی تجسم اور صفات قہریم اس کا انداز درجہ ہے اور تنزہ اور صفات رحمت و ہال

ۛ اَصْفِ اَعْلٰی و کمال درجہ - جو تصور جس پر قدرتِ شدائی اور کم ترقی یافتہ ہے، اُسنا ہی

تجسم اور صفاتِ قہر یہ کا عنصر اس میں زیادہ ہے۔ جو تصورِ حق پر زیادہ تر قریب ہے

اُنسا ہی زیادہ عزیز اور صفات رحمت و جمال سے مضاف ہوگا۔

ان کا تصور **تجسم** اور صفاتِ قہریہ و جبریمہ **تخیل** سے کیوں شروع ہوا؟ اسکی علت

~~بکمل واضح ہے - جب کہ ایک خالق اُسی میں ایک بلا ترسیخ کے تصور پیش کیا گیا ہو~~

۱۰۔ تجسم سے مقصود یہ ہے کہ خدا کی نسبت اس تصور قائم کرنا کہ وہ مخلوقات کی طرح جسم و صورت رکھتا ہے یا مخلوقات
اس کے صفاتوں کی طرح کسی بھی اسکی صفات بھی ویسی ہیں جیسی مخلوقات کی ہیں۔ نیز یہ ہے کہ ان تمام

~~پوش میں آیا تو قدرتی طور پر خدایک صفات کا وہی نقشہ جس کے ذہن نے حیران کن خطا طور پر وہاں~~

جہاں میں تم کو کر کے تھا۔ نظریاتِ کائنات کے اس سال میں بناؤ اور بگاڑ دونوں میں اور کچھ بناؤ

اللہ کے خوف و حلال پہنچاؤ گاؤں کے شباب میں پوشیدہ ہے واضح ہے - فطرتِ مائیںات میں بنائو

۱۰۰ کی تعمیر و ترمیم کے لیے بجلی کے تقاب میں پوسٹید ہے۔ - انسانی فوجی فکر کی طاقت

تعمیر کا حسن نہ دیکھ سکی۔ گاہِ تخریب کی ہونہاریوں سے ہسم لگی۔ تعمیر کا حسن و جمال دیکھنے کیلئے

مقل کی دور رس نگاہ مطلوب تھی اور وہ بھی ~~میں نے نہیں کی تھی۔~~ اس کی آنکھوں نے

سیا نہیں کی گئی -

دنیا میں ہر چیز کے لئے ہر فعل کی نوعیت ہی ایسا مزاج رکھتی ہے۔ ~~الغرض اگر کوئی شخص~~

اسلم ہو جائیگا کہ بناؤ ایک ایسی ~~کھلی~~ حالت ہے جکا مزاج سرتا سر مکون اور خاموشی ہے
ایک ایسی حالت ہے کہ اس
اور
میں بگاڑ کا مزاج سرتا سر شورش اور ہونا کی ہے - بناؤ، ریجا ب ہے، نظم ہے، جموع و تربیت ہے

بگاڑ، سلب ہے، برہمی ہے، تفرقہ و انحلال ہے۔ جمع و نظم کی حالت ہی سکون کی حالت ہے۔

ہے اور تفرقہ و برہمی کی حالت ہی نورش و انوار کی حالت ہے ۔ دیوار جب بنتی ہے

نوٹھیں کوئی شوڑں کوس نہیں ہوئی، لیکن جب گڑی ہے تو دھماکا ہوتا ہے، جیسا کہ چوٹیاں

~~میں نے اپنے دوستوں کو بتایا تھا کہ میں یہ نہیں کہوں گا کہ تم میری دوستی سے محروم رہو اور تم بے اختیار چونک اٹھے ہو~~

~~دنیا کا ہر خیز و پستی اور بڑھتی رہتی ہے اور اس کے گہر گہر محسوس نہیں ہوتا۔ لیکن جب آتش فشاں~~

بلکہ جو کچھ ہستی و نمود در آئین زمین کی جوانی مل جاتی ہیں۔ اس صورتِ حال کا قورنی

نتیجہ یہ ہے کہ حیوانی طبیعت ~~میں~~ ^{میں} ~~میں~~ ^{میں} افعال سے فوراً متاثر ہوتا ہے کیونکہ اس میں

کی نمود میں شورش اور ہونہاری ہے، لیکن ^{ایکای} ~~نہیں~~ ^{بہت} ~~بہت~~ احوال ہے تاثر بڑے میں ہے ^{درگاہی ہے}

اُن کے ابتدا ہر گز صفات قہر و سلب کے تصور سے ~~محروم~~ ہوتی ہے، اور پھر آہستہ آہستہ صفات

رحمت و جمال کی طرف قدم اٹھا ہے۔ آخری کڑیاں ~~میں~~ وہ نفراؤنگی جن میں صفات قہر و تلب

کے ساتھ رحمت و جلال کا تصور بھی سامانہ حیثیت سے قائم ہو گیا ہے۔ مثلاً تہذیب و

کے دیوتاؤں اور قوتوں کے ساتھ زندگی، دولت و رزق اور حسن و علم کے یہ دیوتاؤں کی
ابھی پرستش شروع ہو گئی ہے۔
تخللات میں اپنی خاص جگہ

یونان کا علم الاضلاع اپنے رشتہ خیل کے لحاظ سے تمام اضلاع میں پہلا ہے۔

میت رکھتا ہے، لیکن اس کی پریشانی کے بھی قدیم ^{عبود} ~~الہ~~ ^{عبود} وہی ہے جو قہر و سلط کی خوفناک

اور بے رحم قوتیں سمجھ جاتی تھیں۔

نظم یک کلام در مدح و برابری کاتب قدیم و نویسنده معاصر
ای طرح هیتوس

آگے جکر چشم کی دادرگلی کی بار بار دیکھو اور دیکھ کر ہنس کر کہیں کہیں

~~پیش کا کلاں کے ساتھ ساتھ اور ان کے بعد - یہاں تک کہ یہ اس درجہ پر رہے تو~~

~~تھی کہ آئیں اگلے سال جانے کی اور اس کا مکمل جاننے کی وہ کبھی حرات نہ کرے~~

کہ کہیں تو نے اس کا پہل جاننا ہو تو زبان پر عافیٰ نہ آئے ہو سمجھا تھا۔ وہ خلی

~~کتابخانه کائنات کی عمارت اور فرماں بلی اسے خوشنور بن کر گئی۔ بابل مصر اور~~

~~ہندوستان کا بھی یہی حال ہے۔ ہندوستان میں اس وقت گت زندگی اور خوشی کے دیوتاؤں~~

ۛ ڪيئي زياره ڪلاڪت ڪي روناؤن ڪي ڀرتش ڪي ۛ

بہر حال یہی غور کرنا چاہیے کہ ~~ظہور~~ قرآن کے وقت خدا کے تصور کی عام نوعیت کی تھی۔

اور قرآن نے جو تصویر پیش کیا ﴿۱﴾ اس کی حقیقت یہ ہے :

نزول قرآن کے وقت چار مذہبی تصور طرآن بن پر حکمران (الاسلام) تھے: ہندوستانی،

نوسی، بیوری، اور سبھی -

ہندوستانی تصور میں بت بیلے اونیشدوں کا فلسفہ ایسی نمایاں ہوتا ہے - اونیشدوں کے

مطلب کی نوعیت کے بارے میں ~~شکاروں اور~~ زمانہ حال کے شارحوں اور تفسیروں کی رائیں متفق نہیں

ہیں۔ تاہم ایک بات بالکل واضح ہے - یعنی اونیشد مسئلہ وحدۃ الوجود کا بت قدیم سرچشمہ میں اور

گیتا کا زمانہ تصنیف کچھ ہی کیوں ہو لیکن وہ بھی اونیشد ہی کی بازگشت ہے - سلم وحدۃ الوجود

نوعیت کچھ عجیب طرح کی واقعہ ہوتی ہے -
خدا کی ہستی و صفات کا جو تصور پیدا کرتا ہے، اُس کا کچھ عجیب نوعیت ہے - ایک طرف وہ ہر وجود

کو خدا قرار دیتا ہے، کیونکہ وجود حقیقی کے علاوہ اور کوئی وجود موجود نہیں - دوسری طرف خدا کی

کوئی محدود اور تقید تکمیل ہی قائم نہیں کرتا - بہر حال جو کچھ بھی ہو، یہ تصور بھی ایسی نوعیت میں اس درجہ

فلسفیانہ قسم کا تھا کہ کسی عہد تک اور ملک میں بھی عامۃً اس کا عقیدہ نہ بن سکا - خود ہندوستان

سے زیادہ نہیں سمجھی گئی تھی -

میں ہی اس کی حثیت اللہ فلسفۃ الالہیات کے ایک مذہب (اسکول) کے رہنے والے اور خدا

نہیں تھا اور اس کا تعلق ہے کسی اور فلسفہ کے ساتھ اور یہی سمجھا گیا کہ عوام کے لیے نہیں وفلاح

ہندویشدوں کے ماننے والوں نے تسلیم کر لیا کہ عوام کے لیے تو جیسا کہ اس کی تسکین و امن ہے -

بہترین تفسیر خواہ صورت حال کی کی گئی ہے کہ یہ ہے کہ عوام کے اصنام پرستی قرار دی گئی اور خواص کے لیے وحدۃ الوجود کا عقیدہ تھا -

اونیشدوں کے بعد بدھ مذہب کی تعلیم نمایاں ہوئی ہے اور ظہور قرآن کے وقت

ہندوستان کا عام مذہب یہی تھا - بدھ مذہب کے بھی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں - مشرقین

کا ایک گروہ اسے اونیشدوں کی تعلیم ہی کی ایک علی شکل قرار دیتا ہے اور گیتا ہے "نروان" میں جذب و انفعال

کا عقیدہ پوشیدہ ہے - یعنی بس سرچشمہ الوہیت سے ہستی ان کی شکل ہے، پھر اسی میں وصل ہوتا ہے جانا نروان ہے

اور ان کے عقائد کے متعلق ہماری صفحہ معلومات میں ہے کہ تمام تر عقائد مشرقین

یورپ کی تحقیقات سے ماخوذ ہیں - سٹرگف کے بارے میں اونیشد روحانیت سے خالی ہیں، لیکن پال ڈیولر سن

ٹیکس ملر اور ٹائٹ آئیں روحانیت کا سرچشمہ قرار دیتے ہیں - مشہور جرمن حکیم شوپن ہارٹورس درجہ

مترف ہوا کہ اُس کا یہ جملہ مشہور ہو گیا ہے "اونیشد زندگی بھر مری تشفی کرنے رہے، اور دم آخر بھی مجھے

اسی سے تشفی ملیگی!"

یہیں دو گروہ ہیں انکار کرتا ہے۔ اس گروہ کی رائے میں برہم مذہب خدا کی ہستی کا کوئی تصور ہی نہیں

رکھتا۔ یہ دنیا کا تپا مذہب ہے جسے فلسفیانہ ^(عقائد) تصور کو مذہب ^(جس کا جامہ پہنا دیا) قرار دیتے ہیں۔ ~~یہ مذہب~~

دکھائی دیتا ہے کہ اس طرح کی مذہبی عبادت ہے نہ مذہبی رسوم و عادات۔ یہ صرف پیرا کرتی ہستی

مادہ ^{ازلی} کا ذکر کرتا ہے جسے طبیعت و در نفس حرکت میں ^{تک} ہیں۔ "مزدروان" سے مقصود یہ ہے

کہ ہستی کی رانیت فنا ہو جائے اور ^{زندگی} عذاب سے چھٹا رہ جائے۔ ہم جب ان تصرفات

کا مطالعہ کرتے ہیں جو براہ راست گوتم برہم کی طرف منسوب ہیں، تو ہمیں دوسری تفسیر زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔

جہاں تک فطرت کائنات کی صفات کا تعلق ہے، گوتم برہم کائنات سے دور وادیت

کہ ^{دنیا میں} ~~فطرت~~ درو وادیت کے سوا اور کچھ نہیں ^{دیکھتا}۔ زندگی اس کے نزدیک سرتا سر عذاب ہے۔

وہ کہتا ہے کہ ^{زندگی} بڑی اذیتیں چار ہیں: پیدائش، بڑھاپا، بیماری، موت اور نجات کی راہ

پہلے ایشٹانگ مارگ ہے۔ پھر آٹھ راہوں کا سفر۔ ان آٹھ عملوں سے مقصود علم صحیح حاصل کرنا

رحم و شفقت اور فریاد کا حصول اختیار کرنا ہواؤ ہوں کا خاتمہ ہے ~~اور ہونا~~ آزادی،

اور رانیت ^{فنا کر دینا} ~~فنا کر دینا~~ ہے۔

گوتم برہم نے جو چیزیں برہمہ عمل نقطہ خیال سے برہم مذہب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے

جزاؤ سزا کا جگہ ~~سہ سرتا سر~~ ^{انم د} ~~برہمہ~~ ^{برہمہ} پر زور دیا۔ "کسی جاندار کو دکھ نہ پہنچاؤ"

اس کی کھلی بنیادی تعلیم ہے۔

موسیٰ تصور کے بنیاد ثنویت پر ہے۔ پھر ~~چند~~ ^{چند} جزو وشرک دو انگ انگ ~~تین~~ ^{تین} قوتیں تسلیم

کی ہیں۔

لے ڈیوڈز آرل برہم ازم

کھانسی کی لگی ہیں۔ یزدان نور اور خیر کا خدا ہے۔ اہرمین تاریکی و بدی کا۔ عبادت کی بنیاد
 آتش پرستی اور آفتاب پرستی پر رکھ گئی کہ روشنی یزدانی صفت کی بت ٹری نظر ہے۔ کہا جاتا
 ہے کہ ایران نے خیر و شر کی وجہ کشمکش کی گئی یوں لکھائی کہ اروہیت کی قوت و متقابل
 خداؤں میں تقسیم کر دی۔

یہودیوں کا تصور تجسم اور تنزہ کے بین بین تھا اور صفات الہی میں غالب عنصر
 قہر و غضب کا تھا۔ خدا کا گاہ گاہ متکفل ہو کر نمودار ہونا، مخاطبات الٰہیہ کا سرتا سر
 ان کی صفات و خدایات پر مبنی ہونا، قہر و انتقام سے بھرپور ہونا اور عموماً ~~مطلوبہ~~ بیان
 و تخیل کا وسیع دائرہ کا یہودیوں کی تخیل کی شدت، اور اردنی درجہ کا تخیل
 (یہودیوں کی کثرت، تورات کے صفات کا عام تصور ہے۔)

مسیحی تصور رحم و محبت کا پیام تھا، اور خدا کیلئے باپ کی محبت و شفقت
 کا تصور پیدا کرنا چاہتا تھا۔ تجسم و تنزہ کے گاہ سے اس کی کوئی قدم آگے نہیں بڑھایا۔
 گویا اس کی سطح ~~میں تک رہی~~ جہاں تک تورات کا تصور پہنچ چکا تھا۔ لیکن حضرت مسیح
 کے بعد جب مسیحی عقائد اور احصائیاں پرستی کے تخیلات سے استخراج ہوئے تو اتنا نیم ثلاثہ، کفارہ
 اور مریم پرستی کے عقائد پیدا ہو گئے۔ حضرت نزول قرآن کے وقت یہ حیثیت مجموعی مسیحی
 تصور رحم و محبت کے ساتھ کفارہ، تجسم، اور مریم پرستی کا مخلوط تصور تھا۔

اس وقت دنیا کے عام مطلق تصورات یہی تھے لیکن ہیں ایک اور تصور بھی
 پیش نظر رکھ لیا جائے جو اگرچہ اس کی شکل میں رکھا تھا لیکن اس کی نوعیت کا بہت
 یونانی علم و حکمت کے اوراق پارینہ میں مدفون تھا لیکن یزدان قرآن کی علمی جستجو کی بدولت، بہت جلد

اڈمنٹس : یہ درست ہے ۔

سقراط : اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو وجود صالح ہوگا، اس سے کوئی بات مفید صادر نہیں ہو سکتی،

اور جو ہستی غیر مفید ہوگا وہ کبھی شر کی علت نہ بنے۔ صانع نہیں ہو سکتی ۔ اسی طرح یہ بات بھی ظاہر ہے کہ

جو ~~ہو~~ ذات صالح ہوگی ضروری ہے کہ نافع بھی ہو ۔ پس معلوم ہوا کہ خدا ^{صرف} ~~ال~~ خیر کی علت ہے نہ ~~شر~~۔

شر کی علت نہیں ہو سکتا ۔

اڈمنٹس : درست ہے ۔

سقراط : اور جب میں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ خدا کا تمام ^{حوادث افعال} ~~وجود~~ ^{کے} علت ~~ہونا~~ ممکن نہیں

حساب کہ عام طور پر مشہور ہے، بلکہ وہ انسانی حالات کے سبب ہی ~~ہو~~ ہوئے حصہ کی علت ہے ۔ کیونکہ

ہم دیکھتے ہیں کہ ~~کچھ~~ ہمارے برائیاں ~~مخلوقوں~~ سے کہیں زیادہ ہیں ^{اور برائیوں کی علت خدا کی صالح}

حسب و نافع ہستی نہیں ہو سکتی ^{پس چاہیے کہ} ~~صرف~~ اچھائی پر کو اس کی طرف نسبت دیں اور برائی

کی علت کسی دوسری جگہ ڈھونڈیں ۔

اڈمنٹس : میں محسوس کرتا ہوں کہ یہ امر مکمل واضح ہے ۔

سقراط : تو اب ضروری ہوا کہ ہم شعراء کے ایسے خیالات سے متفق نہ ہوں ^{جیسے خیالات ہومر کے حسب ذیل} ~~جس کا ہونا~~ ^{شعار میں}

^{دو مشتری} ~~بعض~~ کی ڈیوٹیوں میں دو پیالے رکھے ہیں ۔ ایک خیر کا ہے، ایک شر کا ہے اور وہی ان کی ~~جگہ~~

۱۔ مشتری (Jupiter) یونان کے اصنام عقائد میں رب الارباب یعنی سب سے بڑا دیوتا تھا ۔
ہومر نے ایڈس میں دیوتاؤں کی جو مجلس آراستہ کی ہے، ~~اس کی ریاست~~ ^{اس میں} تحت نشین ہستی مشتری ہی
کے ہے ۔ اس کی بیوی Juno ہوا کی مثلہ اور ازدواج کی دیوی تھی ۔ اپالون Apollo روشنی
کا دیوتا تھا ۔ ایتھنا یا منرودا Minerva حکمت کی دیوی تھی ۔ مریخ Mars جنگ کا دیوتا تھا ۔ زہرہ
Venus حسن و غرام کی دیوی تھی ۔ ہیڈس Hades تاریکی اور موت کا دیوتا تھا اور
جہنم کا پاسبان یقین کیا جاتا تھا ۔ عطارد یا ہرمیس Hermes کی نسبت خیال کیا جاتا تھا کہ وہ دیوتاؤں
کا پیغامبر ہے ۔

دائرہ تصرف سے باہر ہے کیونکہ دنیا میں غلبہ شر کو ہے۔ نہ کہ خیر کو، اور خدا کو شر کا صانع نہیں ہونا چاہیے!

بہر حال چھٹی صدی مسیحی میں دنیا کی خدا پرستانہ زندگی کے تصورات اس حد تک نیچے تھے کہ قرآن...

کا نزول ہوا۔

پس قرآن نے خدا کا جو تصور قائم کیا، وہ تصور الہی کے تمام عناصر میں ان تصورات سے ایک

ایک اور بلند تر حکم رکھتا ہے

اب غور کرو کہ قرآن کے تصور الہی کا کیا حال ہے؟ قرآن کے تصور کا جب ہم مطالعہ کرتے

ہیں تو یہ جب ہم ان تمام تصورات کے معلوم کے بعد قرآن کے تصور پر نظر ڈالتے ہیں تو

ہوش کر کے صاف نظر آ جاتا ہے کہ تصور الہی کے تمام عناصر میں اسکی جگہ سب سے الگ اور سب سے بلند

ہے

اس سلسلہ میں جب ذیل امور قابل غور ہیں:

اولاً، تسمیہ و تزیین کے لحاظ سے قرآن کا تصور تزیین کی ایسی تکمیل ہے جسکی کوئی نمود اس وقت دنیا میں

موجود نہیں تھی۔ قرآن سے پہلے تزیین کا طریقہ تزیین جو ہر علم میں آتا ہے، یہ تھا کہ

ہر جگہ تصور و اجسام کی پرورش کی جاتی ہے کہ تصور و اجسام کی پرورش کی جگہ جس کا نام دین ان کی قوت کا تھا

یہ تھا کہ (تصور و اجسام کی پرورش کی جگہ ایک) ان دیکھے خدا کی پرورش کی جائے، لیکن جہان تک

صفات الہی کا تعلق ہے، ان کی اوصاف و جذبات کے تشبیہ کی ثابت اور جسم و حیثیت کے تشبیہ

سے کوئی تصور بھی خالی نہ تھا۔ یہودی تصور جسے اصنام پرستی کی کوئی شکل بھر جائز نہیں رکھتی، اس طرح

کے تشبیہ و تمثیل سے دنیا بھر آلودہ ہے۔ خدا کا حضرت یعقوب سے کتنی گڑنا (مصر سے حرم)

کے وقت بدل اور آگ کا ستون بن کر رہنمائی کرنا، کوہ طور پر شعلوں کے رند نمودار ہونا، حضرت

موسیٰ کا خدا کو سمجھے دیکھنا، خدا کا ایک کام جوش غضب میں آکر (کوئی کام کر سٹھا اور پھر بچھٹانا،

حضرت ابراہیم کا خدا کو عمر کے بنو طون میں دیکھا،

ہی اسرائیل کو اپنی چستی بوی بنالیا اور پھر اس کی بد چلنی پر ماتم کرنا، ہیکل کی بنا ہی پر اس کا نوحہ ہوا کی
 رستروں میں درد کا اٹھنا اور کلبہ میں مورخے پڑ جانا، تورات کا عام اسلوب بیان ہے۔

اصل یہ ہے کہ قرآن سے پہلے بھی طرزیں ہی اس درجہ پیچیدہ تھیں کہ بند نہیں ہوا تھا کہ
 تمثیل کا پردہ اٹھائے ~~میں~~ صفاتِ الہی کا جلوہ دیکھ سکے۔ ~~ایسے ہر تصور کی~~
 بنیاد تمام تر تمثیل و تشبیہ ہی پر رکھی گئی۔ ~~مگر تمثیل و تشبیہ میں بھی رنگ و بو کے وسیلے دور فرما دیے~~
~~ہاں کہ جھٹک جاتا ہے کہ~~۔ مثلاً تورات میں ہم دیکھتے ہیں کہ ازبور کے ترانوں اور ~~حزقیاہ~~ اشعار ~~ایمان~~
 میں خدا کیے شائستہ صفات کا تمثیل موجود ہے، لیکن ~~اس کا ساتھ ہی یہ ہے کہ حقیقت بھی~~
~~ہیں دوری طرف~~۔ ~~ہاں ہونے کے خدا کا کوئی خاص طبع و مزاج نہیں ہے جس میں سرتا سر رنگی اوصاف~~
 و جذبات کا تمثیل و تشبیہ ~~ہو~~۔ حضرت مسیح نے جب ~~جائے~~ کہ ~~میت~~
 رحمتِ الہی کی حقیقت کا تصور ~~میں~~ پیدا کر دیا، تو وہ بھی مجبور ہوئے کہ خدا کے لیے
 باپ کا شکل تشبیہ سے کام لیں۔ ~~پھر تشبیہ و تشبیہ سے ظاہر ہوتوں نے ٹھوکر کھائی~~
 اور رنیتِ مسیح کا عقیدہ پیدا کر لیا۔

لیکن ان تمام تصورات کے بعد جب ہم قرآن کی طرف رخ کرتے ہیں تو اب معلوم ہوتا ہے، لگایا
~~خود تصور کی ایک دنیا میں بنیے گئے ہیں~~۔ ~~ایک نئی فکر و دنیا~~ ~~میں~~ ~~ظہور~~ ~~طرف~~ ~~پیدا ہو گئی ہے~~۔ ~~تمثیل و تشبیہ کے تمام پردے~~
 بہ یک دفعہ اٹھ جائے ہیں، ان کی اوصاف و جذبات کی شائستہ ~~حقیقت~~ ~~مفقور ہو جاتی ہے~~
 ہر گوشہ میں مجاز کی جگہ حقیقت کا جلوہ نمایاں ہو جاتا ہے، اور ~~جسم~~ ~~کا~~ ~~ش~~ ~~بہ~~ ~~بھی~~ ~~کھینچ~~ ~~رہا~~
~~ہر گوشہ کی~~ ~~پہلی~~ ~~میں~~ ~~تیز~~ ~~سہ~~ ~~اس~~ ~~مرتبہ~~ ~~کمال~~ ~~کے~~ ~~پہنچ~~ ~~جاتی~~ ~~ہے~~ ~~کہ~~ :

لیس کثلہ شئ (۹: ۴۲) اس کے مثل کوئی شے نہیں۔ کسی چیز بھی تم
 اسے ضمیمہ مشابہ نہیں ٹہرا سکتے۔

لا تدس کہ الا بمار وهو يدک
الا بمار وهو اللطیف الخیر (۶: ۱۰)

قل هو الله احد، الله الصمد، لم يولد ولم يكن له كفواً احد

(115)

درجہ اول (میں پایا جاتا ہے) - وہ ہر موقع پر تمثیل و مجاز کی جگہ حقیقت کا تصور پیدا کرنا چاہتا ہے اور

تشیبہ کی جگہ "تشریح" کے اعتقاد پر زور دیتا ہے۔ - وہ نہ تو خدا کی ہستی کو مادہ کی طرح ^{(اجام و} ~~محدود و~~ متناہی ~~کے~~ ^{خارج و} ~~مستبعد~~ سے

باب کا کہ رشتہ ہے شہیت پیا کرتا ہے، ~~بلکہ مرگتا ہے~~ براہ راست اخلاقی اور مالی کا تصور پیدا
ایک مکمل نقشہ کھینچ دیتا ہے۔

رتا ہے اور پھر اسکی ربوبیت و رحمت اور کمال صفات کا علم و حسنہ کا ~~تجربہ~~ ^{تجربہ} ہے۔ یہ گویا

اس تعلیم کا ~~مکمل ترین سبق~~ ^{مکمل ترین سبق} تھا۔ ~~پچھلے دوروں میں~~ ^{پچھلے دوروں میں} ~~تجربہ~~ ^{تجربہ} کی ذہنی استعداد نہ ~~تجربہ~~ ^{تجربہ} ہے

اس درجہ شائستہ نہیں ہو سکتی

بغیر
کے (حقیقت کا تصور) پیدا کر کے کتنی ہی لا محالہ ترقی و ترقیب و مجاہد منہی ہوتا تھا۔

بجلی تھا۔ لیکن جب تسلیم ہوئی اسے درجہ کمال تک پہنچ گئی تو تمغیوں کی ضرورت باقی نہ رہی۔

~~ضروری ہے کہ تعقیب کو بارہ ضروری ہو گیا کہ حقیقت اب حقیقت ہے~~ بارہ راست اپنے خلوہ و خلاد !

تورات اور قرآن کے جو تفادات مشترک ہیں، دقتِ نظر کے ساتھ ان کا مطالعہ کرو۔ تورات

میں جان کہیں خدا کی براہ راست نمود کا ذکر کیا گیا ہے 'قرآن و عہد ن خدا کی تخلیق کا ذکر کرتا ہے۔

نورات ہیں جان یہ پاؤںؔ کہ خدا تشکل ہو کر اُترا، قرآن و حکم کیا اس موقعہ کی یوں بغیر کرنا کہ

تھاری نگاہ سے چاہی نہیں گئی: یاد رکھو کہ الا بصار (۶: ۱۰۳) پس یہ ہے کہ اسکا زندہ ہونا

پہلے ذوق ہونے کی طرح نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجوہیت ہماری وجوہیت کی سی نہیں ہو سکتی۔ اس کا جانتا
سننا وہ نہیں ہو سکتا جب مارا جانتا دیکھتا اور سناتا ہے۔
دیکھنے اور سننے کی وہ حقیقت نہیں ہو سکتی جو ہمارے جانتے اور دیکھنے سننے کا ہے۔ اس کی قدرت بخشش کا کچھ
ضرور ہے، لیکن یقیناً اس کا طلب وہ نہیں ہو
سکتا کہ کچھ آزمائشوں کے تحت اور کسر اور کبریائی و جلال کا عرش اٹھنا وہ طلب نہیں کر سکتا جو
وہ ان رفاط سے ہمارے ذہن میں تشکل ہو جاتا ہے۔

اسلام فرقوں میں سے جسمہ اور باطنیہ نے جو صفات کی نفی کی تھی، تو وہ اسی غلطی کے

مرتب ہوئے۔ کہ تشریف اور تعطیل میں فرق نہ کر سکیا۔

ثانیاً "تفسیر" کے طرز صفات رحمت و جمال کے لحاظ سے بھی قرآن کے تصور پر نظر ڈالو

جائے 'تو اُسکی شانِ تکمیل' نمایاں ہے ۔ نزولِ قرآن کے وقت یہودی تصور میں قہر و عجب کا عنصر

غائب لکھا، مجوسی تصور نے ایجا نور و خلقت کی دوسا دیا نہ قوتیں الگ الگ بنائی تھیں، مسمی

تصور کا نام یہ خیر رحم و محبت تھا۔ تصور نے ~~محرم~~ رحم و محبت پر زور دیا تھا لیکن جزاؤں سے
نے بھی حرفِ رحم و محبت پر زور دیا۔
اور ~~حقیقت~~ حقیقت ستور ہو گئی تھی۔ اسی طرح بودھ مذہب ~~کا حکم دیکھ کر~~ تو وہ بھی صف

ہم وحبیب ۵ پر اور دنیا سے عداوت ہر اس کی نظر نہیں پڑے گی گویا ~~حبیب و جمال کے تصور~~

کے کاٹے، یا جہاں تک رحمت و جمال کا تعلق ہے، یا تو قہر و سلب کا عنصر غائب تھا، یا

ساوی تھا ' یا پھر رحمت و محبت آئی تھی، تو اس طرح آئی تھی کہ عدالت کیسے کوئی جگہ باقی نہیں

وہ بھی
۱۔ مسلمہ صفات میں محدثین و سلفیہ کا متکلفن سے اختلاف بھی دراصل اسی اصل پر مبنی تھا۔ یہ بات
نہ تھی کہ وہ تجسم کی طرف مائل تھے جیسا کہ رنگہ معصب مخالفوں نے شور مچا۔ تاخرین میں شیخ الاسلام
ابن تیمیہ نے اس مسئلہ پر اپنی دقیق نظر کے ساتھ بحث کی ہے۔ رنگہ شاگرد امام ابن قیم کی
اجماع بیوش اسلام بھی اس موضوع پر ہے اور اس باب میں کفایت کرتی ہے ۱۲

یہی قرآن نے ایک طرف تو رحمت و جمال کا ایسا کامل تصور پیدا کر دیا کہ قہر و غضب کیلئے کوئی جگہ

ہی نہ رہی، دوسری طرف ^{حراؤ و سزا} ~~عقوبت~~ کا سرشتہ بھی نہ تھا، یہی دیا، کیونکہ حراؤ و سزا کا اعتقاد

قہر و غضب کی بنا پر نہیں بلکہ عدالت کی بنا پر قائم کر دیا۔ چنانچہ صفاتِ ربانی کے باب میں ارکاء

اعلان یہ ہے :

تَلْ ادْعُوا رَبَّكُمْ دُونَ ادْعَاؤِ الرِّسَالِ
 اَيُّهَا الْمَدْعُوْنَ قُلْ لِلّٰهِ الدِّعَاۤءُ اِكْمَالُ
 ۱۔ پھر ان سے کہو، تم خدا کو اللہ کے نام سے پکارو۔
 یا رحمان، کبکریاؤ، جس صفت سے بھی پکارو،
 اس کی ساری صفیں ~~وہ~~ حُسن و خوبی
 کے صفیں ہیں !

(۱۱۰ : ۱۷)

یعنی وہ خدا کی تمام صفوں کو "اسما حسنہ" قرار دیتا ہے۔ اس کے معلوم ہوا کہ خدا کی کوئی صفت

نہیں جو ~~کوئی~~ حسن کی صفت نہ ہو۔ یہ صفیں کیا ہیں ؟ قرآن نے پوری وسعت کے

انہیں جا بجا بیان کی ہے۔ ~~ان کے لئے جو کلمات تھے انہیں ان صفوں کے حدود پیدا ہو گئے۔~~

ان میں ایسی صفیں بھی ہیں جو ~~قہر و غضب جلال~~ کی صفیں ہیں لیکن حراؤ، قہار، لیکن قرآن
 کہتا ہے "وہ بھی" اسما حسنہ ہیں۔ کیونکہ ان میں عدالتِ ربانی کا کھور ہے اور عدالتِ حسن و خوبی

ہے۔ خوشخواری و خوفناکی نہیں ہے۔ چنانچہ سورہ حشر میں صفاتِ رحمت و جمال کے ساتھ قہر و جلال

کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور پھر تَصَلَّٰہُ اُنْ بَعْدَ اِسْمَا حُسْنِیْ قرار دیا ہے :

ہُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الْکَلَمُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ
 الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ الْمُبِیْنُ الْغَنِیُّ الْغَنِیُّ الْغَنِیُّ
 عَمَّا یُشْرَکُوْنَ ہُوَ اللّٰہُ الْخَالِیْقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ
 وہ اللہ ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ
 الکلم ہے۔ القدوس ہے۔ السلام ہے۔ المؤمن
 ہے۔ المبین ہے۔ الغنی ہے۔ الغنی ہے۔ الغنی ہے۔
 المستغنی ہے۔ اور اس کی نسبت اُس نے چھ
 بات ہے جو لوگوں نے بنا رکھی ہیں۔
 اُس کی عبودیت میں بنا رکھی ہیں۔
 وہ الخالق ہے۔ الباری ہے۔

المصّور ہے۔ اس کے یہ تمام حسن و خوبی کا

صفحتن ہیں - آٹھویں آسان لہجہ میں

میں جنسی مخلوقات ہیں، سب رس کی مائی اور

عظمت و سبب در پی پس اور بلبله

وہی کاغذیہ و حکم علی کے ساتھ ہرگز

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تو انہی بھی رکھئے والد !

اعراف

اسی طرح سورہ حروف میں :

اور اللہ کے یہ فن و خوبی کی صفاتیں ہیں، جو

چاہئے کہ ان صفحوں سے اسے کارو۔ اور

حن لوگوں کا شہوہ یہ ہے کہ اسکی صفوں

میں ۵ بجے اندیشیاں کر رہی ہوں، سوائیں

ان کے حال یہ ہے کہ وہ دو سال سے بیمار ہیں

~~10, 20, 20, 20, 20~~

"لدي" = ~ ~ ~ "لكي" @ (= ~

ایسی ہے
ایک طرف کوٹھا ہوا ہونا، دوسری طرف کو

پہلے کد کتے میں ۔ جب یہ نطفہ رہا، اُٹھا

13 1 9 10 11

سوال

~~ہر ایک طرف سے اور ہر طرف~~

”تشریح حب و ذل نعلوں میں کی ہے“ ان کو

“(نورث: ۷۶۴) نفع خدا کیسے ہوتا ہے۔“

$\frac{d}{dt} \left(\frac{1}{r^2} \right) = -\frac{2}{r^3} \frac{dr}{dt}$

جو اسکی شان سے لڑتی ہیں ۔

خاتمہ اسی لیے سورہ فاتحہ میں حرف تین صفحات ہیں نماز ہوئی:  دوست

رحمت اور عدالت - اور اسے واضح ہو گیا کہ قرآن کا تصور الہی سرتا سر، رحمت و جمال کا تصور ہے۔

تھیرو اور فہر و غصہ کی کسی صفت کو مان جگہ نہ دی گئی۔ کیونکہ قرآن کا تصور الٰہی سر اسرارِ حقیت اور حقیقت ہے وہ سب رکنیت اور احاطہ میں آگئی اور حق و حلال

و حال کا تصور ہے۔ ممالک یوم الدین یعنی عدالت میں آئیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کا تصور الٰہی کی مجلس میں عدالت اور خزاں سرا کے ماحول آئیں گے۔

سزا سر رحمت و بھائی کا تصور ہے۔ تیر و خوفناکی کا رس میں کہہ لو گئی کٹش نہیں !
 نائنائے جہاں تک توحید و اشراق کا تعلق ہے "فران کا تصور" اس درجہ کامل

اور بے شک ہے کہ اس کے تو یہ نظر جمعی صورت میں نہیں مل سکتی۔ ~~اس کے لئے~~

~~معلمہ خلیفوں کو بھی اس خصوصیت کا اعتراف کرنا پڑا۔~~

توحید کا انتقاد حقائقِ الٰہی کو کٹ پرہ کا قدرتی نتیجہ ہے۔ جب ہر کائناتِ

اور اسے تمام قوانین بہت پر غور کرتے ہیں۔ "نوصاف" نظر آ جاتا ہے کہ ہر خوشی، ہر شرت کئی کئی

وحدت پر ستم ہو گا ہے اور اس کے ہر گوشہ کی ایک ^{کامل} اور ہم آہنگی کی ایک ~~تمام~~ ^{مکمل} صفعت

کشتہ شہ کے شہادت دے رہی ہے کہ ایک ہی علم ضعف کا تھانی کا نتیجہ ہے۔

یس اگر ضرورت ہے کہ اس کا رخا نہ صنعت کیلئے کوئی ضائع ہو تو ~~وہ~~ طے یہ بھی ضروری

چہ کہ اُسکی ہستی ایک سے زیادہ نہ ہو۔ ممکن ہے قرآن کے اس استدلال کو برج نہ ٹانے

ۛ تعریف م' کا نشان بھی ہے -

۱۱۷۔ اگر خدا ربی ذات میں گمانہ ہے تو ~~میں بھی~~ ضروری ہے کہ وہ ربی صفات میں بھی گمانہ ہو۔

یونکہ اسکی نگاہت کی غصہ قائم نہیں ہو سکتی اگر کوئی دوسری جہتی اسے صفات سے پریشان کر دے

قرآن سے پہلے توحید کا ~~مطلب~~ پہلو پر تو تمام ~~مطلب~~ مذاہب نے زور دیا تھا، لیکن ~~مطلب~~ پہلو پر

خدا کی باتیں سنیں۔ یہاں تک کہ خدا ایک ہے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔

شک نہ ہو

اسکی طرح کوہ نہیں ۔ اور جب اس کے طالع کوہ نہیں تو ضروری ہے کہ جو صنعتیں اسکے لیے طیارہ لگی گئی ہیں ان میں کوئی دوسری نہ ہو۔
~~تو تو ضروری ہے کہ جو صنعتیں اس کے لیے تسلیم کر لی گئی ہیں ان میں کوئی دوسری ہستی شریک نہ کر جائے۔~~

پہلی بات توحید فی الذات ہے اور دوسری توحید فی الصفات ہے۔ حُران سے پہلے حُران کی تعداد اور بندہ توحید فی الصفات کی نزاکتوں کی شمول ہو سکتی ہے۔ اسے مذاہب نے تمام تر زور توحید فی الذات ہے

بیرایا کہ توحید فراموشات اپنی ابتدائی اور بدہ حالت میں چھوڑ دی گئی۔

خاتمِ مذاہبِ فصل القرآن میں مسجل ہے عقیدہ توحیدِ علمِ موجودی

کسی نہ کسی صورت میں شخصیت پرستی، عظمت پرستی، اور اعزاز پرستی

نور اہوئی ری؟ اور رہنمایانِ قداہب آسکا دروازہ بند نہ کر سکے۔ ہندوستان میں توغاباً اول

دن اسے یہ بات تسلیم کر لی گئی تھی کہ عوام کی تشفی کیلئے ریٹائرڈ اور ان کی عظمتوں کی پرستاری

• ناگزیر ہے اور ایسے توحید کا مقام صرف خواص کیلئے مخصوص ہوتا ہے۔ فلسفہ یونان کا حال

تَعْبًا (اس ماث = بے خبر نہ تھے کہ کوہ ایلمپس کے دیوتاؤں کی کوئی اصلیت نہیں) # تاہم سوارا

کے علاوہ کسی نے بھی اس ضرورت محسوس نہیں کی کہ عوام کے اعتقاد و عقائد میں خلل انداز ہو۔

اگر دیوتاؤں کی پریش کا نظہ ہم قائم نہ رکھ تو عوام کی عمومی زندگی بکھل جائے۔

۸
 خصوصاً جو جا دریم بریم ہو جائیگی - ختم غورس کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ جب اس نے اپنا مشہور نام لکھا

حاجی قاسم علیہ السلام کی تو اس کے شرانے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی قربانی کی

~~میں نے اس کو دیکھا تھا کہ وہ ایک اور شخص کی طرح ہے جس کا نام بھی نہیں ہے~~

~~یادگارِ سربِ تعلیم ہے اور وہ تمہارے پاس موجود ہے۔ لیکن اس وقت پر جب کہ تم لوگ اس~~

~~لے آؤ، بڑھانے~~

اس بارے میں بے زیادہ نازک معاملہ معلوم و رہنما کی شخصیت کا تھا۔ یہ ہے کہ کوئی علم

ورفت حاصل نہیں کر سکتی، اگر جب تک معلم شخصیت میں بھی غفلت کی شان پیدا نہ ہو جائے۔ لیکن شخصیت کی

نتیجہ یہ نکلا کہ کبھی شخصیت کو خدا کا اوتار بنا دیا، کبھی ابن اللہ سمجھ دیا، کبھی شریک و مسیم ٹھہرا دیا،

اور اگر یہ نہیں کیا تو کم از کم خطباتِ رسولی کی عظمتیں اس میں اس کی تعظیم میں بندگی و نیاز کی شان پیدا کر لیں۔

یہودیوں نے اپنے ابتدائی عہد کی گرامیوں کے بعد کبھی وہ نہیں کیا کہ تھوڑے بہت تراش کر انکی بوجھائی ہو

لیکن اس باب ۷ وہ بھی نہ بچ سکا کہ اپنے بیویوں کی قبروں پر مکمل تعمیر کر کے انہیں عبادت گاہوں کی

ثانی و تقدیس دیدنی ہے ۔ گوتم بدھ کی نسبت معلوم ہے کہ اس کی تعلیم میں اضافہ ہوتی ہے۔

نہ تھی۔ اسکی آخری وصیت جو ہم تک پہنچی ہے یہ ہے ”ایں نہ کرنا کہ میری نعش کی راکھ کی پوجا شروع

کرو۔ اگر تم نے اب کیا تو یقین کرو، نجات کی راہ تم پر بند ہو جائیگی۔“ اے یکن اس وصیت پر عمل کرو۔

بیگانہ؟ وہ دنیا کے سامنے ہے۔ نہ حرف بودہم کی خاک اور یادگاروں پر بعدِ عمر کیے لائے، بلکہ

غیب کی رشت کا درجہ ہی یہ سمجھالیا کہ اسے (محاکموں سے زمین کا کوئی گوشہ خالی نہ رہے اور نہ
~~غیب سے واقف ہے کہ دنیا کی تاریخ میں کسی یہ واقعہ ہے کہ دنیا میں کسی~~

محبوب مجھے بنا کر زمین کے چھوٹے ایک ایک شادی و شادی / معبود کے آئے محسن بنے

حدِ بحر سے ختم ہو کر پانی کے بنائے گئے ہیں۔ حد ہوئی کہ فارسی زبان میں بودہ (بت)

کاغذ ہی ضم کے معنوں میں بولا جائے گا۔ اسی طرح یہی معلوم ہے کہ ~~مسیحیت~~ مسیحیت کے حقیقی

تعلیم سرتا سر توحید کا تعلیم تھی، لیکن ابھی اس کا طور پر پورے موہر سے بھی نہیں گزرے تھے کہ جسٹس

الوہیت مسیح کا عقیدہ شو و نا یا چکا تھا۔ اور حضرت عیسیٰ کی جیسوں سے جی عبادت گاہیں
نظر سے ہی عرصہ کے بعد جی عبادت گاہ میں حضرت مسیح اور عیسیٰ کے جیسوں سے عبادت گاہیں

لیکن قرآن نے توحید و الصفات کا آپ کا مل نقشہ کھینچ دیا کہ اس طرح کے لغو بحثوں

اس کے تمام دروازے بند ہو گئے۔ اسی نے حرف توحید پر زور نہیں دیا، بلکہ ہر شرک

۴۔ بھی پانچ صد و تیرہ ، اور یہی اس باب میں اسکر خصوصیت ہے ۔

۱۰ آرک بوجده انم :-

وہ کہتا ہے، ہر طرح کی عبادت اور نیاز صرف خدا ہی کہیے۔ کی جاسکتی کہ مشق صرف

خدا کی ہستی ذات ہے نہ اگر تم نے عابدانہ محض و یار کے ساتھ کسی دوسری ہستی کے سامنے سر جھکایا تو

توحید الہی کا اعتقاد باقر نہ رہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ مری کی ذات ہے جو ان فوج کی پکار سنتی ہے

اور ہمیں دعا یہی قبول رہتی ہے۔ اگر تم نے اپنی دعاؤں اور طلبوں میں کسی دوسری ہشی کنوٹی

شریک کرنا، تو گویا ہم نے اسے ^{خدا} خدا میں شریک کر لیا۔ وہ کہتا ہے، دعا، ~~دعا~~ ^{دعا} مانگی

استعانت، رنج و سجد، محزون نیاز، اعتماد و توکل اور اس طرح تمام عبادت گزارانہ

اور بیازندانہ اعمال صرف خدا ہی کیلئے مخصوص ہیں وہ اعمال ہیں جو خدا اور اس کے بندوں کے

۷۔ باہمی رشتہ قائم کرتے ہیں۔ - **پس اگر ان اعمال میں ہم کسی دوسری بہتی کو بھی شریک کرتے ہیں**

تو خدا کے شدہ عبودیت کی نگاہ کی ماورائے رسی - اسی طے وسیع جگہ عظیموں، کبریائوں، کارناموں،
نعمتوں، صفوں، خدا پرستوں کی مخصوص مونا جائے۔

اور بے نیازوں کا خواہنا خدا کی ہستی کا تصور پیدا کرنا ہے۔

~~وہی ہے جس نے~~ ازل سے وہ ارتقا دے گی دوسری جہت کیسے ہو سکتا ہے گا تو وہ تم نے اس خدا کا

نَدِ بے شریکِ طہرائی اور توحیدِ مطلق نہ رہی۔ - کا اعتقاد درہم برہم ہو گیا !

۱۱ پی وہ ہے کہ سورہ فاتحہ میں ایاک نعبد و ایاک نستعین (اور تیرے ہی سے مدد مانگتے ہیں) اس میں اول

تو عبادت کے ساتھ استغاثت کا بھی ذکر کیا گیا کہ ~~یہ سب درج ذیل امور ہیں جن کا غلط یہ بھی کہ خدا کا~~

دورہ ثلوثوں سے وابستہ روحانی ارتقاءات مابین کی طلبہ کی مافوق توحید نہیں سمجھتے تھے۔

پھر دونوں جگہ مفعول کو مقدم کیا۔ جو مفید اختصاص ہے۔ یعنی ”حرف تیری“ ہی بادت کرتے ہیں اور حرف

بجھی سے مدد طلب کرتے ہیں۔“ - ہم سینے و زبان کی تربیت کا نقل کرنا اس کے علاوہ تمام قرآن میں اس

گزشت کے ساتھ وہ حقیقت توصیف و اضافات اور ردِ اشراک پر زور دیا گیا ہے کہ کٹ پیدھی

من کان منکم یعبد محمدا فان محمدا

فان رسد حی لا موت ! (بخاری)

سو اس مسئلہ کو نا جائز ہے کہ محمد نے وفات

یابی - ~~انجمن~~ میں ہے جو کہ اس

کے پیش رفتہ ~~جسٹ~~ نو برس معلوم ہوتا

جا بھی کہ رشد کی دُرست ہمیشہ زندہ ہے۔

اسکے لیے ~~کو~~ موت نہیں ~~ہو~~ گی ۱

رکھا جاتا تھا اور خیال کیا جاتا تھا کہ خدا کا ایک تصور ^{نور} حقیقی ہے اور خواص سے ہے۔ ایک

عولم کیلے دیوتاؤں کی پرستش - خواص کیلے براہ راست خدائی پرستش - اخص الخواص کیلے وحدۃ الوجود

کاشدہ - ~~اسی طرح فلاسفہ یونان کا حال بھی تھا کہ ایک غیر مری اور غیر محسوس خدا کا تصور~~

صرف اہل علم و حکمت ہی راستے میں۔ عوام کیلئے رسی میں امن ہے کہ ریٹوں کو ہی پر تیار کر دیں۔

۱۔ میں شغور رہیں۔

لیکن قرآن نے حقیقت و عمل یا خاص و عام کا سوئے اختیار باقرہ ۱۷۵ رکھا۔

نیوکلےئس اور اجزاءت رُسی وقت تک ظاہر ہو سکتے تھے جب تک کہ رُسی کی قدرتی غائبانہ ^{بلا} تعلیم
 رسولانِ حقیقت میں مائل نہیں۔ لیکن جب تکمیلِ مَلاکِ رُسی ب ^{کو} خدا پرستی کی ایک ہی راہ ^{دکھائی}

اور بکریہ صفاتِ ربی کا رعب ہی تصویر کشی ہے۔ وہ کلی ذہن عرفاء و سیر

جہاں دعوں کی بک کو (۱) حقیقت کا ایک اربودہ دکھاتا ہے اور بے اعتقادوں کو (۲)

کا ایک دروازہ کھوتا ہے۔ اس کا تصور جس طرح ایک حکیم و عارف کیسے سرمایہٴ تفکر ہے، اسی طرح

ایک اور دھن کی سڑک تھیں !
(خروج)

خاصاً قرآن نے تصورِ الہی کی بنیاد پر اس طرح سے وضع ان کی بائگروجدائی حاصل

پر رکھی ہے۔ یہ نہیں کیا ہے کہ اسے نظروں کی کاوشوں کا ایک رب تعالیٰ بنا دیا ہو جسے کسی خاص کردہ

اور ہر طبقہ کا ذہن ~~پر~~ ^{ہی چل کر پکے} - ان کا بائگروجدائی حاصل ہے؟ یہ ہے کہ کائنات
ہستی خود بخود پیدا ہوئی ^{ہیں} - پیدا کیا گیا ہے - اور اس لیے ~~ہر ایک صانع ہستی ضرور~~

بس قرآن اس بارے میں جو کچھ ملتا ہے، حرفِ رتبا ہی ہے - وہ نہ تو توحید و توحید

کا ذکر کرتا ہے نہ توحید شہوری کا۔ لے وہ حرفِ ایک خالق ~~ہستی~~ کائنات ہستی
کا ذکر کرتا ہے ~~ہستی کے رتبا کی دعوت~~ جو فوہ و کمال کا تمام صفوں سے متصف اور نقص

کا تمام باتوں سے منزہ ہے، اور اس کا ربارہ قرآن ان پر کوئی بوجھ نہیں ڈالتا!

~~یہ یاد رکھنا چاہیے کہ غریب جو کچھ بتاتا ہے، بتاتا ہے کلامِ خدا کی تعلیم ہے~~

ساداً، قرآن نے صفاتِ الہی کی تصویر جس جابجائی و تکمیل کے ساتھ پیش کی ہے، صفاتِ تصورِ الہی
صفاتِ الہی کے بارے میں قرآن کے قرآنی سے پہلے صفاتِ الہی کے بقدر تعورات تو بخود تھے، ان میں کوئی

تصور ہی اب نظر نہیں آتا جو شانِ تکمیل رکھتا ہو۔

لے توحید و توحید سے تصور وحدۃ الوجود کا عقیدہ ہے - اپنے خدا کی ہستی کے سوا کوئی ہستی وجود نہیں رکھتی
جسے ایک وجود ہے ~~خدا کثرت کا پتہ~~ وجود حقیقی کے سوا جو کچھ ہے، تعینات کا غریب ہے؟
وجود ایک ہی ہے - باقر جو کچھ ہے، تعینات کا فریب ہے!

مگر کثرتِ رتبا و تقیض و حدت ہست
تو در حقیقت رتبا نظر کلن ^{اہم} اہم!

توحید شہوری یہ ہے کہ موجودات خلقت کو بہ حیثیت موجودات ^{کمال} تسلیم کرتے ہیں، لیکن کہتے ہیں ~~کہ~~
جسے ^{جسے} وجودِ الہی کی نمود ~~ہیں~~ میں ~~نہیں~~ دیکھا جاتا ہے، تو اہل ہستی ایک قلمِ نابید ہو جاتی ہے - اس لیے نہیں
کہ وہ غیر موجود ہیں، کلمہ اس لیے کہ سورج نظر آیا اور اس کی سطحِ تجلی میں شام کے
نابید ہو گئے!

فلا استبان الصبح ادرج ضوئہ
با سفاہ اضاء نور انکواکب!

ساداً جس ترتیب کے ساتھ سورہ فائقہ میں یہ تینوں صفتیں بیان کی گئی ہیں، دراصل فکر

کے طلب و معرفت کی قدرتی منزلیں ہیں، اور اگر غور کیا جائے تو اسی ترتیب سے پیش آئی ہیں۔

ربوبیت کا ذکر کیا گیا، یونکہ کائنات ہستی میں سب زیادہ ظاہر نمود اسی صفت کی ہے اور ہر وجود کو زیادہ

~~یہ صفت~~ اس کی احتیاج ہے۔ - ربوبیت کے بعد رحمت کا ذکر کیا گیا، یونکہ اسکی

صفت ~~یہ صفت~~ بمقابلہ ربوبیت کے معلوم و تفکر کی محتاج ہے اور ربوبیت کے ثبوتات یہ جب

نظر آئے ٹھہرتی ہیں اور رحمت کا حلوہ نمودار ہوتا ہے۔ رحمت کے بعد ~~مالک یوم الدین~~

~~یہ صفت~~ کا ذکر کیا گیا۔ یعنی عبادت کی صفت بیان کی گئی، یونکہ یہ اس

سفر کی آخری منزل ہے۔ - ربوبیت رحمت کے ثبوتات سے ہے جب نظر آئے ٹھہرتی ہیں

تو معلوم ہوتا ہے کہ ~~یہ صفت~~ عبادت کی صفت بیان عبادت کی بھی نمود ہر حکم موجود ہے اور

ایسے موجود ہے کہ ربوبیت اور رحمت کا تقاضا یہی ہے۔

() اهدنا الصراط المستقیم

۔ رخصائی کرنے کے ہیں۔

ہدایت کے معنی راہ دکھانے، راہ پر گامزن کرنے کے ہیں۔

ہدایت

اجالہ اس کا ذکر اور گزرتا ہے۔ بیان ہم جاتے ہیں 'ہدایت' کے لفظ مختلف مراتب و درجے ہیں۔
نظرِ دالین جتنا قرآن حکیم نے ذکر کیا ہے، اور جن میں سے ایک خاص درجہ، وحی و نبوت کی ہدایت ہے۔

ہم ابھی پڑھ چکے ہو کہ خدا کی ربوبیت نے سطحِ مخلوقات کو ان کے مناسب حال و قسم و قدر پر لے آیا ہے، اسی طرح انہی ہدایت کا لفظ فطرہ سے مان بھی کر دیا ہے۔ اللہ فطرت کی ہدایت ہے۔

جو ہر وجود کو اپنی زندگی و معیشت کی راہ پر گامزن اور ضروریاتِ زندگی کے حصول کی جستجو میں

رہنا ہوتا ہے۔ اگرچہ فطرت کی یہ (جستجو) موجود نہ ہو تو ممکن نہ تھا کہ کوئی مخلوق بھی

زندگی و بقا کا سامان بہم نہ لاسکتا۔ چنانچہ قرآن نے جا کا اس حقیقت پر توجہ دلا رکھا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ ہر وجود کی زندگی و درجہ تکمیل تک پہنچنے کے مختلف مراتب ہیں، اور ان میں آخری

مرتبہ 'ہدایت' کا مرتبہ ہے۔ سورہ اعلیٰ میں بالترتیب چار مرتبوں کا ذکر کیا گیا ہے :

الذی خلق، فسوی، والذی قدر، وہ پروردگار جس نے پیدا کیا، پھر درست کر دیا، پھر ہر وجود کی ایک اندازہ ٹھہرا دیا، پھر اس پر راہ (عمل) کھول دی !
(۲: ۸۷)

یعنی تمہاری وجود کے چار مرتبے ہوئے : 'خلق'، 'تسویہ'، 'تقدیر'، 'ہدایت'۔

'خلق' کے معنی پیدا کرنے کے ہیں۔ یہ بات کہ کائناتِ خلقت در اس کے وجود

کا مواد عدم سے وجود میں آگیا، تخلیق ہے۔

تسویہ کے معنی یہ ہیں کہ ایک چیز کو جس طرح ہونا چاہیے، ٹھیک ٹھیک اسی طرح

درست اور آراستہ کر دیا۔

'تقدیر' کے معنی اندازہ ٹھہرانے کے ہیں، اور اس کے شرعی اور گزشتہ

"الذی خلقناہ سیدین" جس کے معنی سید ہیں، وہ ہے میری ہدایت کرنے والا

میرے لئے جس کا تعلق ہے مجھے جسم و وجود سے فرمایا ہے، ضروری ہے کہ اس کی ہدایت کا بھی

سامان کر دیا ہو۔ سورہ شعراء میں یہ بات زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے :

الذی خلقنی ثم یسیرنی، والذی اہو یطعمنی و یسقیننی، و اذا مرضت فهو یشفی عظمی، و اذا اموت ہ یسئلنن یمیتن یمیتن، و الذی اطلع من نعیمی

~~و الذی اہو یطعمنی و یسقیننی~~ وہ ہے جس نے میری غذا پکائی ہے، وہی میری ہدایت کرے گا۔
~~و اذا اموت ہ یسئلنن یمیتن یمیتن~~ اور میری موت کے بعد وہ میری قبر کو نکالے گا اور میری ہڈیاں کو جو مجھے کھاتا اور پلاتا ہے،
 اور جب میں بیمار ہو جاؤں تو وہ میری ہڈیاں کو جو مجھے کھاتا اور پلاتا ہے،
 و الذی اطلع من نعیمی وہ ہے جس نے میری قبر کو نکالے گا اور میری ہڈیاں کو جو مجھے کھاتا اور پلاتا ہے،

خطبتی یوم النبی (۶: ۷۹)

میں نے جس پر درگاہ ~~میرے~~ پر درگاہی کا یہ حال ہے کہ نے میری تمام ضروریات زندگی کا
 سامان کر دیا ہے، جو مجھے بھوکے کیسے غذا، پیاسے کیسے پانی، اور شفا کے لئے دوا ہے،
 کیونکہ ممکن ہے کہ اس نے مجھے پیدا تو کر دیا ہو، لیکن میری ہدایت کا سامان نہ کیا ہو، اگر
 اس نے مجھے پیدا کیا ہے، تو یقیناً وہی ہے جو طلب و سوس میں میری رہنمائی کرے گا۔ سورہ
 صافات میں یہ طلب ان نعمتوں میں ادا کیا گیا ہے :

الی ذاہب الی ربی سیدین !
 (۳۷: ۹۷)

میں اپنے پروردگار کی طرف سے کٹ کر
 شریک وہ میری ہدایت کرے گا !

"ربی" کے لفظ پر غور کرو، وہ میرا "رب" ہے، اور جب وہ "رب" ہے تو
 اس کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا، جو ربوبیت کا تقاضا ہے، کہ وہ ضروری ہے کہ وہی میری ہدایت کرے۔

ضروری ہے کہ وہی مجھ پر راہِ عمل بھی کھول دے !
 پھر ہدایت کے بھی مختلف مراتب ہیں جو ہم کو حیوانات میں
 سے بڑھ کر ہیں۔

ہدایت کے مختلف مراتب
 (ابتدائی تین مرتبے)

سب سے پہلا مرتبہ وجدان کہ ہدایت کا ہے۔ وجدان طبیعت حیوانی
 کا فطری اور اندرونی اہام ہے۔

ہدایت سے مقصود یہ ہے کہ روجود پر انکی زندگی و معیشت کی راہ کھول دی جائے

اور انکر تشریح بھی ربوبیت کے معنی میں راہگیر ہے۔

مثلاً مخلوقات میں ایسے خاص قسم پرندے ہیں۔ یہ بات کہ انکا مادہ خلقت طور

میں آگیا، تخلیق ہے۔ یہ بات کہ انکے نازک ہری و باطنی قوی اس طرح بنا دیے گئے

کہ کھٹ کھٹ قلم و اعتدال کی حالت میں ہوں، تسویہ ہے۔ یہ بات کہ انکے

نہ ہری و باطنی قوی کے اسی طرح ایسے ہی ہیں کہ اندر رہ کر ادبائی ہیں ~~حال میں~~

وہ باہر نہیں نکلتے، تقدیر ہے۔ مثلاً وہ ہوں میں اور شیخ۔۔۔ جھلیوں کی طرح

پانی میں سرگتے ہیں۔ یہ بات کہ اندر و بیرون و جوی کی دوسری پیدا ہوئی جو

اُنہیں راز و بقا کے لیے بنائی گئی ہے۔ یہ بات کہ انکے رقبہ میں سے پانی

نکلتا ہے، ہدایت ہے۔

~~بنا کر ہدایت ہے~~ قرآن میں ہے: "حذی" = = = بن طرح

انکے ہر وجود کو ~~انکے ہر وجود کو~~ انکے ہری و باطنی قوی

نا سب حال اندازہ ٹھہرایا، انکے ہری و باطنی قوی

ربنا اللہ! عظمیٰ علی شئ مطلق ثم عذی
(۵۲: ۲۰)

قرآن حضرت ابراہیم علیہ السلام: اور انکی قوم کا حوالہ دے۔

ابراہیم ایسے عیون کا رسول بنے ہوئے تھے ہیں:

و از قال لہ ابراہیم لا یموتون ~~انسی براہ~~

ما تعبدون الا الذی فطرنا فانه سیهدی

(سورہ: ۲۵)

اور جب ابراہیم

(دو ٹکڑوں میں)

براہ کھڑے

براہ کھڑے اور

پہلے قوی

زاد رکھو) تم جن

پہ قوی ہر کام میں

جو ہے

بشت ہر

بہرام دیکھتے ہیں کہ ہدایتِ فطرت کے ان تینوں مرتبوں میں سے ہر مرتبہ اپنی قوت و عمل کا ایک خاص دائرہ

رکھتا ہے۔ - اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ - اور اگر اس مرتبہ سے ایک دوسرا بلند تر مرتبہ موجود نہ ہوتا تو پہلے

معلوم تر اس حد تک پہنچ سکتی جس حد تک ہمارے ^{معلوم} ^{قوتیں} اس حد تک ترقی نہ کر سکتیں، جس حد تک

انہیں ~~فطرت~~ فطرت کی رعنائی سے ~~ترقی کر رہے~~ ہیں۔ - وجدان کی ہدایت • ہم میں طلب و وحی کا جوش

موجود پیدا کرتی ہے اور مطلوباتِ زندگی کی راہ پر لگاتی ہے، لیکن ہمارے وجود سے باہر جو کچھ موجود ہے،

اس کا ادراک حاصل نہیں کر سکتی۔ - یہ ~~موجود~~ ^{کام} مرتبہ حواس کی ہدایت کا ہے۔ - آئندہ دیکھتے ہیں کہ بیان

سنا ہے۔ - زبان دیکھتی ہے۔ - کچھ چھوٹا ہے۔ - ناک سونگھتا ہے۔ - اور اس طرح ہم اپنے وجود سے باہر

کی تمام محسوس اشیاء کا ^{ادراک} ~~ادراک~~ حاصل کر لیتے ہیں۔ -

لیکن حواس کی ہدایت میں ~~کچھ~~ ایک خاص حد تک ^{کام} کام دے سکتی ہے۔ - اس سے آگے ^{نہیں}

بڑھ سکتی۔ - آئندہ دیکھتی ہے مگر صرف اسی حالت میں جبکہ دیکھنے کی تمام شرطیں موجود ہوں۔ - اگر کوئی

ایک شرط بھی نہ پائی جائے۔ - مثلاً روشنی نہ ہو، یا فاصلہ زیادہ ہو، تو ہمیں ہم آئندہ دیکھنے پر

ہم آئندہ ~~دیکھ~~ رکھتے ہو۔ - لیکن ایک موجود چیز کو ^{براہِ راست} ~~دیکھ~~ دیکھ سکتے۔ - علاوہ بریں حواس کی ہدایت صرف

ایسا ہی کر سکتی ہے کہ اشیاء کا احساس پیدا کر دے۔ - لیکن مجرد احساس ~~ہم~~ ^{ہم} کا نہیں ہے۔ -

ہمیں استنباط و استنتاج کی ضرورت ہے، احکام کی ضرورت ہے، کلیات کی ضرورت ہے۔ - اور یہ کام

دائرہ ~~محدود~~ عقل کی ہدایت ^{محدود} ~~ہے~~ وہ ان تمام ^{مدرکات} ~~مدرکات~~ کو جو حواس کے ذریعہ حاصل ہوتی ہیں، ترتیب

دیتی ہے، اور ~~ان~~ ان احکام و کلیات کا استنباط کرتی ہے۔ -

علاوہ بریں جس طرح وجدان کی تکمیل کیلئے حواس و اشعار کی ضرورت تھی، اسی طرح حواس

کی تصحیح و تکرار کیلئے عقل کی ضرورت تھی۔ - حواس کا ذریعہ ادراک نہ صرف محدود ہی ہے، بلکہ

اس طرح ہم سمجھ کر رہے ہیں کہ عقل کا ہدایت کے بعد بھی ~~کوئی نیا دور نہ ہوتا ہے~~ ہدایت کا کوئی مزید مرتبہ ہونا چاہیے کیونکہ

عقل کی ہدایت بھی ایک خاص حد ہے۔ 'اگلے پسینے بڑھکتی' اور اس کے دائرہ عمل کے بعد بھی ایک دائرہ باقی رہ جاتا ہے۔

تخلہ کا رفرمائی جیسی کہ درختی کچھ برکت کے دائرہ میں محدود ہے۔ یہی وہ طرف اسی حد تک

کام دے لگتی ہے جس حد تک ہمارے حوریں جسم معلومات سمجھتی رہتی ہیں۔ لیکن معلومات کی سطح

سے تو گئے کیا ہے ؟ اس پر دے کے سمجھیں کہ (جس پر موصوفہ کا رد و نفی ہو گیا ہے) یہاں سخی عقل

بیکل درم اندہ ڈ سٹکل ہو جاتی ہے ۔ اس کے بعد یہ ~~ہیں کوئی روشنی نہیں دے سکتی !~~ ~~یہ کوئی روشنی نہیں دے سکتی !~~

علاوہ بریں جاں سب رن نہ کہ عمل رنگ کا شقی ہے ، عقل کی ہدایت نہ تو ہر حال

اور نہ انور - نفسِ ربانی طرح طرح کی خواہشوں اور جذبوں سے کچھ دس طرح ~~مستعد~~

مقبور واقع ہوا ہے کہ جب کبھی عقل اور جذبات میں کشمکش ^{ہو جاتی ہے} ~~ہو جاتی ہے~~ تو اگر

حاصل میں وضع شدہ - جو کہ اس کے لئے ہے - بابت رقم - ~~میں سے~~

ہیں یقین دلاؤ ہے کہ فلان فعل مجھے مضر و درمہلک ہے، لیکن جذبات ہیں ترغیب دیتے ہیں اور

(۱) ہم اس کے ارتکاب سے اپنے آپ کو روک سکتے تھے۔
 (۲) ~~ہم بے اختیار لکھ سکتے تھے کہ وہ ارتکاب کر رہے ہیں۔~~
 (۳) ~~تو ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ~~
 فعل کی بڑی سے بڑی دلیل یہی ہے کہ ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ

بے قابو نہ ہو جائیں اور بھوک کی حالت میں صُفر غذا #

~~یہ میری طرف سے ہے نہ ڈالیں~~ کہ طرف دیکھ نہ بڑھائیں !

اچھا اگر خدا کی ربوبیت کیسے ضروری تھا کہ وہ ہمیں انجمنِ مذہب کے ساتھ جوڑ دے؟

ایک خاص حد تک نہیں بڑھ سکتی، اور اگر ضرورت تھا کہ حواس کے ساتھ عقل بھی دے، کیونکہ اگر نہ دے تو
 بغیر حواس کے یہ ایسا جسم بیکار رہتا، اور اگر ضرورت تھا کہ حواس دین کے ساتھ حواس بھی دے۔

تھوڑی سی ہدایت بھی ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھ سکتی، تو یہ ضروری نہ تھا کہ عقل و وجدان کا ہر رشتہ ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھ سکتی، اور اٹھو اسی طرح عقل کے ساتھ

کے ساتھ کچھ اور بھی دے، کیونکہ عقل کی ہدایت بھی ایک خاص مد سے آگے نہیں بڑھ سکتی اور

~~وہ لوگوں کا کہنا ہے کہ ایک خاص صنف کے لوگوں نے یہ سچائی اور اس طرح کے کام~~

اعمال کہ دستگیر و انضباط کیلئے کام نہیں ؟

قرآن کہتا ہے کہ ضروری تھا اور اسی لیے اللہ کی ربوبیت نے ان کیلئے ایک چوتھے مرتبہ ہدایت

کا بھی سامان کر دیا۔ یہی مرتبہ ہدایت ہے جسے وہ وحی و نبوت کی ہدایت سے تعبیر کرتا ہے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں، اُس نے جا بجا ان مراتبِ ہدایت کا ذکر کیا ہے اور انہیں ربوبیتِ الہی کی سب سے

بڑی بخش و مرحمت قرار دیا ہے :

وَمَا خَلَقْنَا الذِّنَّ مِنْ نَظْمٍ أَشَاجٍ نَبْتَلِيهِمْ
فَجَعَلْنَاهُمْ سَمِيعًا بَصِيرًا - وَمَا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ
إِلاَّ نَارًا وَآمَّا كُفُورًا (۲: ۷۶)
ہم نے ان کو علیٰ حیلے لطف سے پیدا کیا جسے (ایک کے بعد ایک) مختلف حالتوں میں ٹپستے ہیں، پھر اُسے رہنما دیا کہ وہ سننے والا اور دیکھنے والا بنے ہوئے ہوگا۔ ہم نے اُس پر راہِ عمل کھول دی ہے۔ اور اب یہ اُس کا کام ہے کہ یا تو شکر کرنے والا ہو، یا ناشکر۔ (یعنی یا تو خدا کی راہوں کو سمجھ کر حق تعالیٰ کی عطا کردہ کامیابی میں لائے اور فلاح و سعادت کی راہ اختیار کرے، یا اُن سے کام نہ لے اور گمراہ ہو جائے)

وَمَا جَعَلْنَاهُمْ عَيْنِينَ وَاَنَّا وَفْقِينَ
وَهَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ (۶: ۹۰)
کیا ہم نے اُسے دو آنکھیں نہیں دیں؟ اور وہ ہم سے ہدایت یافتہ ہیں (جسے وہ دیکھتا ہے) اور زبان اور ہونٹ نہیں دے دیں (جسے جو گویائی کا ذریعہ ہیں)؟

وَجَعَلْنَاهُمْ سَمِيعًا بَصِيرًا
وَجَعَلْنَاهُمْ قُلُوبًا وَفْقِينَ
اور اللہ نے ہمارے لئے سننے اور دیکھنے کے حواس پیدا کر دیے اور ہونٹیں کیلئے دل کے (یعنی عقل دی) تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤ (یعنی خدا کی راہوں کو سمجھ کر حق تعالیٰ کی عطا کردہ کامیابی میں لالو)

ان آیات اور انہی ہم معنی آیات میں حواس و عقل و فکر کی ہدایت کی طرف

اشارت کی گئی ہے۔ لیکن وہ تمام مقامات جہاں ان کی روحانی سعادت و شقاوت کا ذکر

کیا گیا ہے، وحی و نبوت کی ہدایت سے متعلق ہیں۔ مثلاً :

وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُو اَلْبَالِ اُولَٰئِكَ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ اَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يَرَوْنَ اَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ اُذُنٌ يَسْمَعُونَ
اور اُن کو یاد دہانہ نہیں ہے بلکہ اُن کے لئے صرف وہ لوگ ہیں جن کے لئے عقل و فہم ہے۔ انہیں تو عقل و فہم ہے، انہیں تو دیکھنے کی آنکھیں ہیں، انہیں تو سنانے کی کان ہیں۔
وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُو اَلْبَالِ اُولَٰئِكَ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ اَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يَرَوْنَ اَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ اُذُنٌ يَسْمَعُونَ
اور اُن کو یاد دہانہ نہیں ہے بلکہ اُن کے لئے صرف وہ لوگ ہیں جن کے لئے عقل و فہم ہے۔ انہیں تو عقل و فہم ہے، انہیں تو دیکھنے کی آنکھیں ہیں، انہیں تو سنانے کی کان ہیں۔

(اور وہ تمام نوع انسان کی ہے۔ صرف یہودیوں کی ہے۔
 نہیں ہے کہ ان کا کوئی انسان کو نہ مل سکے)

یہ ”الہدٰی“ یعنی ہدایت کی قطعی راہ، کوئی راہ ہے؟ قرآن کہتا ہے، ”خدا کا پیغمبر وحی الہی کی عالمگیر ہدایت

جو اس وقت سے دنیا میں موجود ہے جو اول دن سے دنیا میں موجود ہے“ جس وقت سے تو یہ دن کو ہدایت و صراطِ مستقیم پر ہے اور بلا تفریق و امتیاز

تمام نوع انسان کی ہے۔ وہ کہتا ہے، ”جس طرح خدا نے وجدان، حواس، اور عقل کی ہدایت میں نہ تو نسل و قوم کا

کچھ امتیاز رکھا ہے، نہ زمان و مکان کا، اسی طرح خدا نے ہدایت و صراطِ مستقیم کو ہر طرح کے فرقہ و امتیاز سے پاک

رکھا ہے۔ وہ سب کہتا ہے، ”اور سب کو دی گئی ہے۔ اور اس ایک ہدایت کے سوا اور جنس بھی نہیں ہے۔ ان نوع کے ہر فرد کو سب کی سب

انسانی بنیاد کی بناوٹ کی ماہی ہیں۔ خدا کی پُرانی ہدیٰ راہ، صرف یہ ایک راہ ہے۔

اسی لیے وہ ہدایت کی ان تمام صورتوں سے کٹ کر اٹھ اٹھتا ہے جو اس اصل سے منحرف ہو کر طرح طرح کی مذہبی

گروہ بندیوں اور ^{مختلف} فرقوں میں ^{بٹ گئی} ~~انہیں~~ اور سادت و نبات کی ^{عالمگیر حقیقت} ~~انہیں~~ غاص غاص کر رہے ہیں اور مخلوق کی میراث

کو بنالی گئی ہے۔ وہ کہتا ہے، ”ان کی بناوٹ کی یہ ^{انگ انگ} ~~انہیں~~ راہیں ہدایت کی راہ نہیں ہیں۔ ہدایت کی راہ

تو وہی ^{راہ} عالمگیر ہدایت ہے۔ اسی عالمگیر ہدایت ^{وحی} کو وہ ”الدین“ کے نام سے پکارتا ہے۔

نوع انسان کی یہ حقیقی دین ہے۔ اور اسی کا نام اسکر زبان میں ”الاسلام“ ہے۔

وحدتِ دین کی اصل غلطی اور قرآن

تبدیل اور کھلانا چاہتا ہے، تمام اس اصل پر مبنی ہے۔ اگر اس اصل سے قطع نظر کر لی جائے تو اس کا تمام کارخانہ دعوت

دنیہ برہم ہو جائیگا۔ لیکن تاریخِ عالم کے عجائب و تصرفات میں سے یہ واقعہ بھی سمجھنا چاہیے کہ جس درجہ قرآن نے اس

اصل پر زور دیا تھا، اتنا ہی زیادہ دنیا کی نگاہوں نے اس کے اعراض کیا۔ اور جس درجہ اس نے

قرآن کی کھلی بات بھی اور جقدر زیادہ اس نے یہ بات واضح کرنے چاہی کہ کہا جاسکتا ہے، ”آج قرآن کی کوئی بات

میں ^{اس درجہ} ~~کوئی~~ دنیا کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے، جقدر کہ اصل غلطی ہے۔ اگر آپ شخص ہر طرح کے خارجی اثرات سے

خالی اندیشہ ہو کر قرآن کا مطالعہ کرے اور ^{اس کے صفحات میں جا بجا} اس اصل غلطی کے قطعی اور واضح اعلا نام پڑھے،

(تعمید شدہ ہے)

جب ذیل

اس باب میں قرآن نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے :

وہ کہتا ہے 'ابتداء میں جب ان کی جمیعت کا یہ حال تھا کہ لوگ اپنی قدرت کے رنگ پر کرتے تھے۔ ان میں تو کسی طرح کے اختلاف تھا نہ کسی طرح کی مخالفت۔ سب کی زندگی ایک ہی طرح کی تھی۔ کوئی اختلاف نہ تھا۔ سب ایک ہی طرح کی زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک ہی طرح کا طریقہ پر عمل کرتے اور

اپنی قدرت پر قائم تھے۔ پھر یہ ہوا کہ نسل ان کی کثرت اور ضروریاتِ معیشت کی وسعت سے

طرح طرح کے اختلافات پیدا ہو گئے اور اختلافات نے تفرق و انقطاع اور ظلم و فساد کی صورت اختیار کر لی۔ ہر گروہ دوسرے گروہ سے نفرت کرنے لگا اور ہر گروہت آزیردت کے حقوق یا مال (پونے کیے آمادہ ہوئے۔

جب یہ صورت رونما ہوئی تو ضروری ہوا کہ نوع ان کی ہدایت کیلئے وحی الہی کی روشنی نمودار ہو۔ چنانچہ یہ روشنی نمودار ہوئی اور خدا کے رسولوں کی دعوت و تبلیغ کا مسلم قیام

ہو گیا۔ وہ خود انسانی کے تمام صفات ہو گیا۔ من تمام خوبیوں کی تعلیم یہ بھی لے ہو گیا۔ وہ ان تمام رذائل کو

جتنے ذریعہ ہدایت کا مسلم قائم ہوا "رسول" کے نام سے بتیر کرتا ہے۔ کیونکہ وہ خدای پیا کی

کا پیغام پیا نے دے دیا ہے اور "رسول" کے معنی پیغام پیا نے دے دے ہیں :

وما کان الناس الا امة واحدة ' فاخلعوا' اور ابتداء میں تمام ان لوگ ایک گروہ میں مشرق

دولہ کلمہ سبقت من ربک ' لغضی منعم فیما' (مشرق نہ تھے) پھر پھریں ہوا کہ آپس میں ہر ایک

وہ باہر اختلاف پیدا ہو گیا اور اگر اس بارے میں تمھارے پروردگار نے پہلے سے ایک فیصلہ نہ کر دیا ہوتا تو جن ملتوں

میں ہیں اختلاف کر رہے ہیں (یعنی یہ کہ ان نون میں اختلاف ہوگا) اور مختلف راہیں لوگ اختیار کریں گے (تو جن

باتوں میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں وہ سب انکا (پیش دنیا میں) فیصلہ کر دیا جائے !

تھا ہم نے ان کو ایک ہی قوم میں لایا تھا۔ (یہودیوں کے اختلاف پر) اور ان کو ایک ہی قوم میں

پس اللہ نے ان کو جو خوشی دے گا وہی دے گا (یعنی جو اللہ چاہے)

یہ ہدایت کسی خاص ملک و قوم یا عہد کیلئے مخصوص تھی۔ بلاخرقی نام نوع ان کی یہ تھی چنانچہ

ہر زمانہ میں رکنا منظور ہوا۔ وہ کہتا ہے 'دیا گا کوئی خوشی یا نہیں ہے جہاں نسل ان کی ہوگی وہاں ہوا اور

کوئی رسول پیدا نہ ہوا ہوگا۔

کانوں سے اسے واحدہ فہمت رسد النین ۵ ابتدا میں تمام ان کی ایک ہی گردہ تھی (پھر

مبشرین و منذرین و اہل معمل اللہ ب
باقی لیکن بنی ان سے فیما اختلفوا فیہ
(۲۰۹: ۲) -

ان میں اختلاف پیدا ہوا اور ایک دوسرے کے
خلاف ہو گئے (پس اللہ نے (یک بعد دیگرے)
بنیوں کو مبعوث کیا - وہ (ایک عملی کے نتائج کی)
بشارت دیتے - (دوسرے عملی کے نتائج سے) ڈرانے -
نیرائے ساتھ اللہ ب (پس وہی وہی سے لکھی جانے والی
تعلیم) نازل کی - تاکہ جن باتوں میں لوگ اختلاف
کرنے لگے تھے ان میں فیصلہ کر دینے والی ہو (اور
تمام قوموں کو وہی ہدایت پر جمع کر دے)

یہ ہدایت کسی خاص ملک و قوم یا عہد کیلئے مخصوص نہ تھی - بلکہ تمام نوع ان کی کیے تھی -

خاتم ہر زمانے اور ہر ملک میں 'یک ن طور پر' اسکا ظہور ہوا - 'قرآن کتبہا ہے' دنیا کا نوی گشت

ہیں ۵ جان نسل ان کی آباد ہوئی ہو' اور خدا کا کوئی رسول مبعوث نہ ہوا ہو:

وان من اتہ الا خلا فیہا نذیر (۲۵: ۳۵) اور کوئی ~~مبعوث~~ قوم دنیا کی ایسی نہیں ہے جس میں
(دوسریوں کے نتائج سے) ڈرانے والا (خدا کا کوئی
رسول) نہ گزرا ہو -

انما انت منذر وکل قوم د (۱۳: ۹) کیا ہو کہ
(۱۷: ۱۰) بلاشبہ تم اسے ہوا اور تمہیں نہیں ہو کہ
(دوسریوں کے نتائج سے) ~~لوگوں کو ڈرانے والے ہو~~ اور
(~~خدا کا قانون ہے کہ~~) دنیا میں ہر قوم کیلئے
ایک ہدایت کرنے والا ہوا ہے -

وکل اتہ رسول 'فادا جا و رسولہم' قضی
بنیع بالقط و ہم لا یظلمون (۱۰: ۴۸)
اور ہر قوم کیلئے ایک رسول ہے 'پس جب رسول
(اپنی تعلیم حق کے ساتھ) ظاہر ہوتا ہے' تو (ان قوم کے)
تمام نزاعوں اور ظلم و فساد (انصاف کے ساتھ)
فیصلہ کر دیا جاتا ہے - ~~ہر ایک نہیں ہوتا کہ ان کے ساتھ~~
~~ہر ایک نہیں ہوتا کہ ان کے ساتھ زیادتی کی جائے -~~

وہ کہتے ہیں 'نسل ان کی کے ابتدائی عہدوں میں کتنے ہی پہلے پیغمبر ہیں جو یک بعد دیگرے

مبعوث ہوئے اور قوموں کو دنیا کی بنیاد پر:

نہ تباہ کی (بشارت دینے اور (بدشگلی کے نتائج سے)

دورانے - مزاحمت مائے کتاب (یعنی حکم الہی کی ب)

ما ارا نا انا من مانوں میں توں اختلاف کرنے کے لئے تو اُن میں

~~یہ چیزیں ہیں جو کہ~~ ~~وہاں لکھا ہے~~ ~~یہ چیزیں ہیں جو کہ~~

وہاں لکھا ہے اور اختلافات کا فیصلہ ہو جائے۔

یہ حدیث میں خاص طور پر مذکور ہے کہ جو لوگ ان کی عقل سے

قرن

اور پر ملک

بنا ہے ہر زمانے میں رہا۔ ~~یہ چیزیں ہیں جو کہ~~ ~~وہاں لکھا ہے~~ ~~یہ چیزیں ہیں جو کہ~~

جہاں وہ نہیں رہا۔ ~~یہ چیزیں ہیں جو کہ~~ ~~وہاں لکھا ہے~~ ~~یہ چیزیں ہیں جو کہ~~

~~یہ چیزیں ہیں جو کہ~~ ~~وہاں لکھا ہے~~ ~~یہ چیزیں ہیں جو کہ~~

اور کہتے ہی ہی میں جو علم پہلوں میں (یعنی افسانے)

عہد کی قوموں میں) بھوٹ کہے !

وہ کہتے ہیں، یہ بات کہ عدلِ الہی کے خلاف ہے کہ ایک گروہ دینے اہمال بد کیے جو بدھ ٹرا

حاصلہ رکھی ہر ایک کیسے کوئی ^{موصول} ~~موصول~~ نہ بھیگا ہو نہ

وما كان مغذني قتي بنوعث رسولاً (١٧: ١٤)

مردم کجی کمال قوم کو عذوب دینے والے نہیں

جستجو اور (ہمارا قانون یہ ہے کہ)

جب تک تم سحرِ معیشت کر کے ملہ ہدایت ~~کو~~ ^{ایک} نہ دکھا
کھول نہ دین، رتوقت تک (مادرشِ عمل میں) عذاب
دینے والے نہیں !

دماکان کرب ملک القوی حتی یبعث

فراہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، و ما

کن محکمی التورۃ، اللہ، واصلہا طامون

(09: 11)

[illegible]

خدا کے ان رسولوں اور ~~رسل~~ دین الہی کے داعیوں میں سے بعض کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے،

بعض کا ذکر نہیں کیا گیا :

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ

قصصنا عليك ونفهم من لم نقص عليك

($\angle n : m$)

اور (اے پیغمبر) اُمّ لے تم سے پہلے کہنے ہی پیغمبر مبعوث کیے گئے۔ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جنکے حالات ~~انہیں نہیں سنائے گئے~~ تمہارے سامنے بیان کیے ہیں۔ ~~وہ کچھ ایسے ہیں جنکے حالات نہیں بیان کیے گئے۔~~ حالات ~~انہیں نہیں سنائے گئے~~ (یعنی قرآن میں انکا ذکر نہیں کیا گیا)

قوم نوح اور قحط عاد و ثمود کے بعد کشتی، رقومین، نر، چل میں (پھر کشتی، رسول جن میں مبعوث ہوئے)

جنا بھٹک چلا حال دس ہر کو معلوم ہے :

الم یاتکم نبو الذین من قبلکم قوم نوح
وعاد وثمود والذین من بعدکم لایعلم
الا اللہ جاتکم رحم بالنبیات فردوا
ابیعکم فرافواہم (۹: ۱۲)

تم سے پہلے جو قومیں دنیا میں گزر چکی ہیں کیا تم انکی خبر نہیں سنی؟
قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، اور جو قومیں انکے بعد پہنچی ہیں
جنا بھٹک چلا حال دس ہر کو معلوم ہے۔ ان
سب میں انکے پیغمبر سیاحی کی روشنیوں کے ساتھ مبعوث ہوئے مگر
میں نے انکو تو انہوں نے انکی تعلیم نہ کی اور انکو نہ مانا کر دیا۔
انہوں نے جہل و سرکشی سے انکی تعلیم انہی پر ٹوٹا دی اور
کان دھونے سے انکار کر دیا !

فطرت الہی کہ راہ کا نشانہ ہے کہ ہر گوشہ میں ایک ہے۔ وہ نہ تو ایک زیادہ ہو سکتی ہے
نہ باہر مختلف۔ ضرور تھا کہ یہ ہدایت بھی اول دن سے ایک ہی ہوتی اور ایک ہی طرح تمام انسانوں
کو نیا جب کہ - پانچ قرآن تھا ہے خدا کے جسے بھی پناہ میر سدا ہو خواہ وہ کس زمانے اور کس گوشہ
میں ہو ہوں سب کی راہ ایک ہی تھی اور بیکہ ہی قانون کی تعلیم دینے والے تھے خدا کے ایک ہی
سیاحی کی تعلیم دینے والے تھے خدا کے ایک ہی سیاحی خدا کے ایک ہی عالم قانون سعادت کی تعلیم دینے والے
تھے۔ یہ عالم قانون سعادت کی تعلیم دینے والے تھے۔ یہ عالم اور علی صانع کا قانون ہے۔ یہ
کی زندگی بسر کرنا ہے ہر شخص کا نشانہ ہے ہر شخص خدا کے ہر قانون پر عمل کرے۔
ضروری ہے کہ ہر انسان میں جو ہے ہر شخص کے ہر قانون کی شرف ہے۔ اس کے علاوہ اور اس کے خلاف

جو کچھ بھی دین کے نام سے کہ جاتا ہے دین حقیقی کی تعلیم نہیں ہے :

وتعد ثقتنا فرکل امہ رولا ان اعبدواللہ
واجبنوا اللہ عوت (۱۶: ۳۸)

اور بلاشبہ تم ہر دنیا کی ہر قوم میں ایک ہی پیغمبر مبعوث کیا
(جسکی تعلیم یہ تھی) کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے
(یعنی سرکشی اور شریر قوتوں کے اغوا سے) بچتے رہو۔

وہا ارننا من قبلک من رولا الانوحر
ایہ انہ لایہو نا تا عبدون (۱۲: ۱۲)

اور (اے پیغمبر) ہم نے تم سے پہلے کوہ رولا دنیا میں بھیج دیا
مگر اس وحی کے ساتھ کہ ہرے سوا اللہ کے سجدہ کوئی
ایہ انہ لایہو نا تا عبدون (۱۲: ۱۲) جس میں سرکشی عبادت کروا

بانیہ غریب بھی

وہ کہتا ہے ' دنیا میں تو ایسا ہی نہیں ہوا ہے جس ایک ہی دین پر اکٹھے رہنے اور

تفرقہ و اختلاف سے بچنے کی تعلیم نہ دی ہو۔ بس کی صوابی بھی کہ تعلیم ہی تھی کہ خدا کا دین بچ رہے ہو

ان نون کو جمع کرنے کیلئے ہے۔ الگ الگ کرنے کیلئے نہیں ہے۔ پس ایک ہی پروردگار رک بندگی و بندگی

ہے چاہے کچھ کہے ایک ہی پروردگار رک بندگی و نیاز میں بس تہذیبوں کا اختلاف اور تفرقہ و مخالفت

کی جگہ محبت و یک جہتی کے ساتھ ایک جہتی کے ساتھ راہ اختیار کرو!

یا ایہا النبی طوائف الطیبات و انکسار لہا ان باقون اور (ہم نہ علم سینٹون کو جس تعلیم کا علم دیا تھا وہ یہی تھی کہ) ~~اور (دیکھو تم یہ تمہاری امت ' فریقیت~~

ایک ہی امت ہے ' اور میں تم بس کا پروردگار ہوں ' پس (میرے عبودیت و نیاز کی راہ میں تم بس ایک ہو جاؤ ' اور) نافرمانی سے بچو!

فالتون یقطعوا ادریم بنوعمرہ

کل حزب بما لہم فرعون! (۵۴: ۲۳)

وہ کہتا ہے ' خدا نے تمہیں ایک ہی جامہ ان بیت دیا تھا ' لیکن تم نے طرح طرح کے بھیس اور نام

اختیار کر لیے ' اور ہم ان نیت کی وحدت سینٹون ٹکڑوں میں بکھوٹی ہے۔ تمہاری نہیں بس سے لگتی ہیں

انہو تم نسل کے نام پر ایک دوسرے سے الگ ہو گئے ہو۔ تمہارے وطن ایک ملک بن گئے ہیں ' انہو اختلاف وطن کے

نام پر ایک دوسرے سے لڑ رہے ہو۔ تمہاری قومیں بے شمار ہیں ' انہو ہر قوم دوسری قوم سے نفرت کرتی ہے۔

دست و گریبان سے۔ تمہارے رنگ یکساں نہیں ہیں ' اختلاف بھی ہے اور یہ بھی نامی ہے نفرت و عناد کا ایک ٹکڑا

ذریعہ بن گیا ہے۔ تمہاری بولیاں مختلف ہیں ' اور یہ بھی ایک دوسرے سے جدا رہنے کی محنت بن گئی ہے۔

پھر آئے غلامانہ اس طرح ایر و فیر ' نوکر و آقا ' وضع و شریف ' ضعیف و فقی ' پوادری و اعلا کے بے شمار اختلافات

اور یہ بس کا مشا ہے کہ ایک دوسرے سے جدا ہو جاؤ اور ایک دوسرے سے نفرت کرتے رہو۔

تلاؤ وہ رشتہ کون کون کا ہے ' جو وہ اتنے اختلافات رکھنے پر بھی ان نون کو ایک دوسرے سے جڑے

اور ان نیت کا بھڑا ہوا گھوڑا پھر از سر نو آباد ہو جائے ؟ وہ کہتا ہے ' صرف ایک ہی رشتہ باقی رہ گیا ہے

بتا ہے نہیں بلکہ وہ کہتا ہے کہ ^{تمام} کتب میں یہ تعلیم کے مضامین ہیں جو کہ ^{تمام} کتب میں ہیں اور ان میں سے ^{تمام} کتب میں ہیں۔
 کی بات ہے کہ ^{تمام} کتب میں یہ تعلیم کے مضامین ہیں جو کہ ^{تمام} کتب میں ہیں اور ان میں سے ^{تمام} کتب میں ہیں۔
 خدا پرستی اور نیک عمل کے سوا مذہبی سچائی کی کوئی ^{تمام} کتب میں ہے :
 آیتوں کے بلکہ بے من قبل خدا و آثارہ میں ^{تمام} کتب میں ہے :
 علم ان کتب صادقین (لام : ۳۰)
 تمام کتب میں ہے :

اسی بنا پر وہ تمام مذاہب اور مذاہب کے بنیادی کتابوں کی باہرگز تصدیق کو بھی بطور ایک دلیل کے
 پیش کرتا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ ان میں سے ہر تعلیم دوسری تعلیم کی تصدیق کرتی ہے کہ تصدیق کرتی ہے
 نہیں - اور جب ہر تعلیم دوسری تعلیم کی تصدیق کرتی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ ان تمام تعلیمات کے اندر کوئی
 ایک ہی ثابت و قائم حقیقت ضرور کام کر رہی ہے - کیونکہ اگر مختلف وقتوں مختلف کوٹوں میں مختلف
 قوموں مختلف ناموں مختلف پیرائیوں اور مختلف زبانوں میں کوئی ایک ثابت ہو اور اسے
 اور مختلف زبانوں میں کوئی ایک ثابت ہو اور اسے اور باوجود ان کے ہر تمام اختلافات کے بات ہمیشہ ایک ہی
 کہہ سکتے ہو اور اصل حقیقت پر زور دیتی ہو، تو قدرتی طور پر ہمیں ماننا پڑے گا کہ ایسی بات
 اصلیت سے خالی نہیں ہو سکتی !

نازل علیک الکتاب بالحق تصدیقا لما بین ^{تمام} کتب میں ہے :
 یہ ہے کہ ^{تمام} کتب میں ہے :
 حدیث الناس انزل القرآن (۲ : ۲)
 تمام کتب میں ہے :

یہی وجہ ہے کہ ہر مذہب میں دیکھتے ہیں کہ اس کے بیان و موعظت کا ایک بڑا موضوع بھیجے عہدوں
 کے ان کی ایک ہی آواز ہے کہ ^{تمام} کتب میں ہے :
 اللہین اور شرع ^{تمام} کتب میں ہے :
 اچھا اگر تمام نوع ان کی کیے دین ایک ہی ہے اور تمام بائیان مذاہب
 (اے حقیقت میں)

وہ اسکی تصدیق کرتے ہیں کہ ان کی کتابوں میں ہے :
 اور ان کی کتابوں میں ہے :
 ہدایت اور روشنی ہے :

نہ ایک ہی اصل و قانون کی تعلیم دی ہے، تو یہ ہیں کیوں ہوا کہ ایک مذہب کی باتیں دوسرے مذہب کے

مختلف قسم کے وائے ہوئی ہیں کیوں نہ ہو کہ تمام مذاہب نے اختلاف کیوں ہوا؟ کیوں

مذہب نہ ہو کہ تمام مذہبوں کے ایک ہی طرح کے احکام ایک ہی طرح کے اعمال، ایک ہی طرح کے رسوم و عادات

کے رسوم و عادات کے ایک ہی طرح کے عبادت کی ایک خاص شکل اختیار کی گئی ہے، کسی میں

دوسری شکل - کسی مذہب کے ماننے والے ایک کرتے ہیں یا کسی مذہب کے ماننے والے کسی

کے بیان احکام و قوانین کے ایک خاص طرح کے نوعیت کے میں کسی کے بیان دوسرے کے

قرآن بتاتا ہے، مذاہب، اختلاف در طرح کا ہے - ایک اختلاف تو وہ ہے جو مردانِ مذہب

نے مذہب کی حقیقی تعلیم کے متعلق ہوا کر رہے ہے - یہ اختلاف مذاہب کا اختلاف نہیں ہے،

بلکہ مردانِ مذاہب کی گمراہی کا نتیجہ ہے - دوسرا اختلاف وہ ہے جو حقیقی مذہب کے

احکام و اعمال میں پایا جاتا ہے - مثلاً ایک مذہب میں عبادت کی ایک خاص شکل اختیار کی گئی ہے،

دوسرے میں اور شکل - یہ تو یہ اختلاف اصل حقیقت کا اختلاف نہیں ہے - بلکہ

محض فردی و ظوہر کا اختلاف ہے اور ضروری تھا کہ یہ اختلاف ظوہر میں آتا -

کہتا ہے، دوسرے مذہبوں میں دو نقطہ استعمال کرتا ہے - کہتا ہے، مذہب کی تعلیم دینا

وہ کہتا ہے، مذاہب کی تعلیم دو قسم کی باتوں سے مرکب ہے -

قسم کی باتوں سے مرکب ہے - ایک قسم تو وہ ہے جو ان کی روح و عقل سے ہے - دوسری قسم وہ ہے

جو جن سے ان کی ہر شکل و صورت آراستہ کی گئی ہے - پہلی چیز اصل ہے - دوسری فرع

۴ - پہلی چیز کو وہ اصل "دین" سے تعبیر کرتا ہے - دوسری کو "شرع" کہتا ہے اور ان کے لیے "مذہب" کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے -

اور "نک" سے "شرع" اور "مذہب" کے معنی ہیں، ان کے میں "نک" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے،

ان کا تصور عبادت کا طور طریقہ ہے، یہ وہ کہتا ہے، مذاہب میں جہد بھی اختلاف کی ایک شکل ہے،

۱۔ "دین" کا اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ شرع و منہاج کا اختلاف ہے۔ اور یہ اختلاف فیہ اصل کا نہیں ہے بلکہ
 فرع کا ہے۔ - تصدیق کا نہیں ہے بلکہ ظاہر کا ہے۔ - اور یہ صورت کا ہے اور یہ اختلاف
 یہ تصدیق نہیں ہے۔ بلکہ ظاہر میں آتا ہے۔
 مذکورہ بالا اختلاف ظاہر میں آتا ہے۔ مذہب کا مقصود ان کی جمعیت کی سعادت و صلاح ہے۔

۸

یعنی ان کی جمعیت کے احوال و ظروف ہر عہد اور ہر ملک میں یک ن ہیں رہے ہیں اور ان کے
رہنے والے تھے۔
ہو سکتے ہیں۔ کسی زمانے میں ان کی بھی معاشرت اور ذہنی استعداد ایک خاص طرح کی نوعیت رکھتی تھی۔

کسی زمانے میں ایک خاص ملک کی - کسی اور ملک کے قدرتی موثرات کا مستثنیٰ ایک طرح کی حالت
حقیقہ ہے۔ کسی دوسرے ملک کے
عسیت ہے۔ کہ گشتی دروں طرح کی - پس جس مذہب کا ظہور جیسے زمانے میں

اور حسیہ استعداد و طبیعت کے لوگوں میں ہوا، اسی کے مطابق اسے احکام و اعمال انسانی کے
 احکام شرع و منہاج کے صورت میں اختیار کرنا چاہئے۔ یہاں دینی چہل قدمیوں اور احکامات کے ان خصلتوں

سنتا نہیں ہو سکتا وہ ہر حال میں ایک ایسے ہی ہے جس عہد اور جس گھر میں ہو صورت اختیار

کاشیہ وہاں رہے اور اس ملک کی بھرپور موزوں تھی۔ اے ہر صورت اپنی جگہ بہتر اور (۱۵)

روح اور شہر میں فرق ہے اور اختلاف اس زیادہ اہمیت نہیں رکھتا، جتنی بھی اہمیت

نوع بشری کے تمام معاشرتی اور طبعی اختلافات کو ~~نوع بشری~~ ^{انسانی} درجہ بندی کے تحت ~~درجہ بندی~~ ^{درجہ بندی} کیا جاتی ہے۔

سردیوں کے مہینے اور گرمیوں کے مہینے والوں سے اس بات میں فرق کرنے کا حق نہیں رکھتے کہ

اکٹا بہن نوعیت اور مقدار میں انہ کیوں مختلف ہے؟ یا اگر ایک خاص زمانے کے لوگ

ۛۛ بھلے زمانے کے لوگوں پر ایسے سختہ جزی نہیں کر سکتے کہ انہوں نے ~~بھی~~ اپنی پسند کے مطابق ایک

حلقے کی وضع قطع کیوں اختیار کی تھی؟ تو یقیناً تمہیں اس بارے میں بھی کسی دوست

نکل آتے ہیں سنگا ہم تا کوہ فلانیانک (ایہ پیغمبر) ہم نے برکت کے ساتھ ایک اور طریقہ قرار دیا
فرار اور داروغہ ایک ایک علی (صلی اللہ علیہ وسلم) جس پر وہ عمل کرتے تھے تو ان کو چاہیے کہ اس معاملہ میں
(۶۶:۲۰)

جب تھیں قبلہ کا عالم پیش آیا۔ یہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) بیت المقدس کی جگہ خانہ کعبہ کے
منہ کر کے نماز پڑھتے تھے تو یہ بات یہودیوں اور عیسائیوں پر سب سے زیادہ گہرائی سے

ان کے نزدیک مذہب کا تعلق دارودمدار کی طرح کی ظاہری اور فرضی باتوں پر تھا اور یہ نہیں دیکھتے تھے
کہ حق و باطل کا معیار بننے لگا تھا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن نے اس عالم کو جو ایک دوسری

نظر سے دیکھا ہے۔ وہ کتاب ہے تم اس طرح کی باتوں کو راسخو البیت کیوں دیتے ہو؟ یہ عجیب نہ تو

حق و باطل کا معیار ہے اور نہ مذہب کی اصولی اصل مذہب کی اصل حقیقت

میں انہیں کوئی دخل ہے۔ ہر مذہب نے اپنے حالات و تقاضات کے مطابق کوئی ایک طریقہ عبادت
کر لیا تھا اور اس پر لوگ کاربند ہو گئے۔
کا اختیار کر رکھا ہے۔ ہر مذہب کا راسخو البیت ہے۔ تصور یہ ہے کہ اصل مذہب کا خدا پرستی اور ایک عملی

پس جو شخص سچائی کا طلبکار ہے، اس کو اسے چاہیے کہ اصل تصور پر نظر رکھے اور اس کے الفاظ
دیکھے کہ اس کا اعتبار سے ایک تعلیم کا کیا حال ہے۔ ان باتوں کو حق و باطل کا معیار بنانا چاہیے۔
دیکھے کہ اس کے الفاظ سے اس کو حق و باطل کا معیار سمجھ جائے۔

پس تعلیم کو یہ سچا ہر بات کو جاننے اور پرکھنے۔ ان باتوں کو حق و باطل کا معیار نہ بنائے۔
دیکھ کر دیکھ کر ہو تو لیکن فاستبوا احزاب اور (دیکھو) ہر مذہب کی گروہ کیلئے کوئی نہ کوئی سبت ہے جو
(۱۲:۱۵۰) انہیں کو نواہیات یکم ابجد بھی کہی گئی ہیں۔ اس (اس عالم کو) عقیدہ
ان اللہ علی کل شیء قدیر (۲: ۲۵۵) طول نہ دو) نیکی کی راہ میں ایک دوسرے کے گئے بڑھانے کی کوشش
کرو (کہ اصل کام یہ ہے) تم کسی جگہ بھی ہو تم جہاد کو اشد مذہب

پھر وہی سورت میں آگے چلے صاف صاف نغطوں میں پھر واضح کر دیا ہے کہ اصل

دین کیا ہے اور کن باتوں پر ہے ایک دن ان (مذہب) کی سادہ سادہ و فلاح حاصل کرنا؟

وہ کتاب ہے، دین اس طرح کی ظاہر اور فرضی باتوں میں نہیں دھرا ہے کہ ایک شخص نے عبادت
کے وقت اللہ تعالیٰ کے طرف سے یا یورب کی طرف سے اصل دین تو یہ ہے کہ ایک شخص

کو یاد دلانا۔ یقیناً اللہ کی قدرت کے کوہ

رکھا جائے، خدا پرستی اور سید علی
~~ہو کہ یہی خدا پرستی اور سید علی کی سنی کے لفظ سے ایمان ن مائی حال ہے~~
 تفصیل کے ساتھ بتلاتا ہے کہ خدا پرستی اور سید علی ~~کی سنی کے لفظ سے ایمان ن مائی حال ہے~~ :
 (۱) ~~یہی خدا پرستی اور سید علی کی سنی کے لفظ سے ایمان ن مائی حال ہے~~

[illegible]

والوفون بمحمد اذا عاهدوا والصلوات
 في يومين جو تہی دن میں ۱۰ باروں سے کہیے ورنہ دن میں ۱۰
 نعرہ باریک و انصرا و دینی اس سے اولک

الَّذِينَ صَدَقُوا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (٢: ١٧٢)

اگر اس آیت کے بعد بھی قرآن کی دعوت کا قصد دنیا کی نظروں سے غائب

جس کتاب میں یہ آیت موجود ہے اگر دعوت کا مقصد بھی دنیا نہیں سمجھ سکتی

یہ فیضانِ دنیاں کو پھر گونیاں ہے، جسے دنیا سمجھ سکتی ہے؟

تو ہی تھیں کرلی جا رہی کہ تو پر دانت کی کونسی دانت، کونسی

یہ اس طرح کہ دنیا کا کوئی واقعہ نجیب الکریم ہوتا ہے کہ وہ اس میں شریک ہو کر

~~سکھنے میں لایا۔ ہر روز سکھنے سے آج تک نہ ملا~~

یہ کتاب جو دہلی کے رکنوں کا تصدیق شدہ نسخہ ہے اس کا نسخہ دہلی کے رکنوں کے پاس ہے

سورۃ مائدہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک خاص ترتیب کے ساتھ مختلف دعوتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا ذکر اور ثورات سے

سید محمد علی کا ذکر ~~کے~~ ~~دن~~ ~~میں~~ شروع ہوتا ہے : انا انزل السورۃ فیم ھدی ونور۔

بہر نفی ہے اسے ظہور کا ذکر ^{کائنات} : ثم قفنا علی آثار ہم عیسیٰ بن مریم۔

بدلنا چاہتے تھے کہ اعمالِ انانی میں اصلِ عملِ رحم و محبت ہے - نفرت و انتقام نہیں ہے - اور اگر نفرت
 جائز رکھی گئی ہے تو صرف ایسے کے بطور ایک ناگزیر علاج کے عمل میں لائی جائے - یہ بات بھی مفقود نہ
 کہ تم سب سے عفو و انتقام کا یہ کیرن کہ تمہارے دل رحم و محبت کی جگہ سرتا سر نفرت و انتقام کا آشیانہ بن جائیں
 شریعت موموں کے پیروں نے شریعت کو حرف سزا دینے کا آلہ بنایا تھا -
 اللہ صفت مسیح نے بدلایا کہ وہ شریعت سزا دینے کیلئے نہیں بلکہ نجات کی راہ دکھانے کے لئے آیا ہے اور
 نجات کی راہ سرتا سر رحمت و محبت کی راہ ہے !

حائز رکھی گئی ہے۔ نو صرف اس لیے کہ بطور ایک ناگزیر علاج کے عمل میں لائی جائے۔ یہ ماحضہ بھی مقصود نہ تھا۔

کہ تم میرا سر عقیقت و انتقام کا یکرین کہ تمہارے دل رحم و محبت کی جگہ سرتا سر نفرت و انتقام کا اشیانہ بن جائے۔

شرعیات دہائی کے سرگرموں نے شریعت کو صرف سزا دینے کا آلہ بنایا تھا۔

اللہ صفت مسیح نے بتلایا کہ ہر شریعت سزا دینے کیلئے نہیں بلکہ نجات کی راہ دکھانے کی ہے، اور

نجات کی راہ سہرا سے رحمت و محبت کی راہ ہے !

دراصل اس بارے میں ان کی بنیادی غلطی یہ رہی ہے کہ وہ عمل میں اور عامل میں امتیاز

قائم نہیں (۱) لکن جہاں تک (۲) تعلیم کا تعلق ہے، اس بات میں کہ ایک عمل کیا ہے،

اور اس میں کہ ~~وہا~~ کرے والا کہ ہے 'سب ٹرا فری ہے' اور ~~دونوں~~ کا حکم ایک سے ~~لا~~ شہ

تمام مذاہب کا یہ عالم کہ مقصد یہ ہے کہ بد عملی اور گناہ کے طرف سے ان کے دل میں نفرت پیدا کر دیں

لیکن یہ دہنوں نے کھلی گودا نہیں کیا ۛ کہ ان ن ے طرف سے ان ن ے اندر نفرت پیدا ہو جائے۔

بقیہ اُسٹون نے اس مات پر زور دیا ہے کہ گناہ سے نفرت کرو، لیکن یہ کبھی نہیں ہے کہ گناہ بھاری

ۛ نفرت کرو۔ ۛ اسکی مثال ۛجھکی ۛسی ۛ جسے ایک طبیب ۛسے ۛوگوں کو بیمار یوں سے ڈراتا ۛسا

ہے اور پ اوقات اس کے ہر لمحے کا وہ ہونا کہ نقشہ اپنے سامنے کھینچ دیتا ہے کہ وہ

کھینچ دیتا ہے کہ دیکھنے والے سیم کر رہا ہے

~~دس بارے جب کہ زبان کے گنگھائی سے دس بارے میں جب کہ زبان کے گنگھائی سے ہو جاتا ہے تو~~

~~وہ ڈرتا اور نفرت کرتا ہے؟ یا دوسروں کو ڈرنے اور نفرت کرنے کی تلقین کرتا ہے؟ نہیں~~

~~حک زائدہ سے زائدہ سوم، زائدہ سے زائدہ چہرہ کی، زائدہ سے زائدہ چہرہ~~

تمت بالخیر

